اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ   اے اللہ! انکی مدد فرما جو دین محمد کی مدد کرتے ہیں

تاریخ اسلام

کے

دلچسپ واقعات

مؤلفہ

منشی غلام قادر صاحب فصیح رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

جنگ یرموک سے حملہ ایران تک

سنہ ۱۳۳۰ ہجری

مطابق

سنہ ۱۹۱۲ عیسوی

ملنے کا پتہ

منشی فیض علی مینیجر تاریخ اسلام شہر سیالکوٹ

مطبوعہ قومی پریس سیالکوٹ میں سید نعمان شاہ کے اہتمام

سے چھپی

قیمت فیجلد عہ

غرض

(۱) یہ مفید سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ اہل اسلام کو اسلام کی عجیب و غریب تاریخ سے واقفیت پیدا ہو جس سے ایک دنیا حیران و ششدر چلی آتی ہے جس سے وہ ... جو بات نہایت ہی قابل افسوس ہے (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مقدس ... میں نے صرف پانچ واقعات تبرکاً انتخاب کئے ہیں اور اس سے آگے خلیفہ اول رضی اللہ ... عہد خلافت سے مسلسل واقعات قلمبند کئے ہیں۔ (۳) یہ واقعات اخذ کرنے میں مندرجہ ذیل تاریخیں پیش نظر رکھی ہیں اور واقعات بعد مقابلہ حتی الامکان صحت ... درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) تاریخ طبری (۲) تاریخ واقدی (۳) تاریخ اہل عرب مصنفہ سید امیر علی جو تا... ابن ہشام اور دیگر تواریخوں سے ماخوذ ہے (۴) مورخوں کی تاریخ عالم (۵) تاریخ اور مصنفہ ... (۶) اہل عرب مصنفہ آرتھر گلمن (۷) تاریخ اہل عرب مصنفہ سائمن اوکلے (۸) تاریخ عرب ... اینڈریو کرکمن (۹) محمد اور اس کے جانشین مصنفہ واشنگٹن ارونگ (۱۰) تاریخ فتوحات عرب مصنفہ ای فری مین (۱۱) محمدی خاندان مصنفہ سٹینلی لین پول (۱۲) پرشیا مصنفہ ... (۱۳) تاریخ خلفاء مصنفہ ڈبلیو میور (۱۴) مطالعہ اسلام مصنفہ جان پول (۱۵) محمدی ... بی سمتھ (۱۶) سپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی وغیرہ وغیرہ

(۴) واقعات کی ترتیب میں مورخین کا جزوی اختلاف ہے مگر انکے حالات پر سب متفق ہیں جو ترتیب میں نے ملحوظ رکھی ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے

نعیم

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

حضرت مولانا مولوی نور دین صاحب

تاریخ اسلام محنت کے ساتھ لکھی گئی ہے اور مصنف نے عمدگی کیساتھ کوشش کی ہے کہ صحابہؓ کے اندرونی تعلقات کی خوبی اور پختگی پر روشنی ڈالیں اور اسنے ثابت کیا ہے کہ خلفاء و دیگر صحابہؓ کی نسبت اختلاف رائے صرف نکتہ خیال کیوجہ سے پیدا ہوا ہے باوجود دلچسپ ہونے کے کتاب کا نفس مضمون تاریخ کی حد سے باہر نہیں نکلا۔ چونکہ صحابہؓ کی زندگی ہر زمانہ کے مسلمانوں کیلئے رہنما ہے اس لئے امید ہے کہ تاریخ اسلام کا سلسلہ بہت مفید ہوگا۔

علامہ شبلی صاحب نعمانی

... لکھنے سے معذور ہوں اجمالاً اس سلسلہ کو مفید سمجھتا ہوں۔

مولانا مولوی شبیر احمد صاحب

عثمانی۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند ... مولوی غلام قادر صاحب فصیح کا مسلمانوں کو ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے اپنی توجہ کی ایک بڑی ضرورت کے ... صرف کیا ہے اور ایک ضخیم رسالہ کے ذریعہ سے تاریخ کی جیسے مطالعہ سے ... کوئی مسلمان بے نیاز نہیں ...

نمبر ۲۹

جنگ یرموک کا تیسرا دن

ب ماہان میدان جنگ سے اپنے قیام گاہ میں پہونچا۔ تو وہ نہایت
سردہ خاطر تھا۔ کیونکہ اُس نے دیکھ لیا تھا۔ کہ رومی سپاہی
عرب سے خوف کھاتے ہیں۔ اور قدم آگے نہیں بڑھاتے۔ اُسکو
تھی کہ اگر لشکر اسلام کو اس معرکہ میں فتح حاصل ہوئی اور رومی
میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا تو پھر عربوں کی پیش قدمی نہیں رُک
ی اور تمام مُلک شام اور روم اُن کے قبضہ میں آجائے گا۔ اِسپر
نے بادشاہ ہرقل کو خط لکھا کہ اہل عرب کو ہر چند صُلح کے لئے بلایا
ور اُن کو بہتیرا لالچ دیا گیا۔ مگر وہ نہیں مانتے اور مقابلہ پر اڑے
ہیں جبلہ اور اُسکی قوم غسان پہلے دن اہل عرب کے مقابلہ
۔ اہل عرب میں سے صرف ساٹھ جوان ساٹھ ہزار بنی غسان
لہ کرنے کے لئے میدان میں آئے۔ ہم اُن کی اس دلیری
ات پر حیران تھے۔ گو ہمیں یقین تھا کہ وہ جلد قتل ہو جائیں
مگر نتیجہ دیکھ کر ہم اَور بھی سخت حیران ہوئے۔ وہ ساٹھ آدمی
تک لڑتے رہے۔ اور پانچہزار بنی غسان کو قتل کر ڈالا۔ اُن کی
سے صرف دس آدمی قتل ہوئے اور پانچ ہمارے ہاتھ اسیر
ئے۔ میں نے جبلہ کی تحریک پر سردارِ لشکر اسلام کے ساتھ فریب
ور اُن کو دغا سے قتل کرنے کے لئے اپنے پاس بُلایا۔ مگر وہ میرے
د نکلے۔ اور اُلٹا مجھکو میرے خیمہ میں گھیر لیا۔ میں نے اپنی جان

اُن کے قیدی بھی چھوڑ دیئے۔ میں اُن کی جرأت اور جسارت پر حیران ہوں۔ آج میں بڑے غصہ کے ساتھ اپنا لشکر لیکر میدان میں نکلا اور دن بھر اہل عرب کا مقابلہ کیا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی مگر ہم سے کچھ نہ بن پڑا ہمارے تین بہادر پہلوان قتل ہوئے۔ گو آج فریقین کے تھوڑے آدمی قتل ہوئے مگر میں نے معلوم کیا کہ ہمارے سپاہی اہل عرب سے خوف کھاتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں پر اہل عرب کی ہیبت چھا گئی ہے۔ وہ آج بہت ہی بچ بچ کر لڑتے رہے۔ اگر میں آج اُن کے پیچھے نہ ہوتا تو عجب نہیں وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتے۔ اب میرے دل میں یہ تشویش پیدا ہو رہی ہے کہ اگر خدانخواستہ اس میدان میں ہم نے شکست کھائی تو پھر ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں رہے گا۔ اتنا لشکر دوسری مرتبہ ہم سے فراہم نہیں ہو سکیگا۔ اسلئے میں نے مفصل حال راست راست لکھدیا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ چند روز لڑائی بند رکھوں تاکہ میرے سپاہیوں کا خوف دُور ہو جائے اور اُن کے دل کچھ مضبوط ہو جائیں۔ ایسی بلا قوم کے ساتھ واسطہ پڑا ہے۔ کہ میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ یہ جن ہیں یا بھوت ہیں کہ چمٹے ہوئے گلے سے اُترتے نہیں۔ موت کو تو وہ کچھ سمجھتے نہیں۔ یوں دیکھنے میں نحیف البدن اور لاغر ہیں۔ مگر جب میدان میں نکلتے ہیں۔ تو شیر بن جاتے ہیں۔ میں حتی المقدور اس بلا کو دفع کرنے کی کوشش کرونگا اور جب تک میری جان میں جان ہے۔ میدان جنگ سے منہ نہ موڑونگا۔ آپ کوئی حکم یا ہدایت دینا چاہیں تو اطلاع بخشیں۔

یہ خط لکھکر ماہان نے ایک قاصد کو دیا اور کہا کہ شاہ ہرقل کے پاس انطاکیہ میں لے جائے۔ اِتنے میں کھانے کا وقت ہوا مگر ماہان نے کھانا نہ کھایا یہ خبر اُس کے لشکر میں فی الفور پھیل گئی۔ کہ ماہان بادشاہ نے آج کھانا نہیں کھایا۔ اُسی وقت اُس کے ماتحت سردار اُس کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ آپ کیوں اِتنا غم کھاتے ہیں لڑائی کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ خدا نہ کرے ہم نے ابھی شکست نہیں کھائی صرف دو مقابلے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں اہل عرب غالب رہے ہیں۔ تو کل ہم غالب آجائیں گے۔ بات ہی کیا ہے لشکر ہمارا جوں کا توں ہے۔ کب تک اہل عرب ہمارے مقابلہ پر اڑے رہیں گے آخر کار ان کو شکست ہوگی اور ہم فتح حاصل کریں گے +

ماہان نے کہا کہ میں نے آج لڑائی کا ڈھنگ دیکھا ہے ہمارے آدمیوں سے کچھہ نہیں ہوسکا۔ وہ خوف زدہ تھے اور آگے بڑھنے سے ڈرتے تھے۔ ایسی بے دل فوج کے ساتھ کامیابی کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں چند دن لڑائی بند رکھوں +

جرجیر نے کہا کہ آپ لڑائی بند نہ کریں۔ اس میں ہماری کمزوری ثابت ہوگی اگر آپ تمام لشکر کو مقابلہ کا حکم نہیں دیتے تو ہمکو حکم دیں کہ باری باری مقابلہ پر جائیں۔ ہمارے ماتحت ایک ایک لاکھ سپاہی ہیں۔ ایک دن میں جاؤنگا۔ دوسرے دن قناطیر۔ تیسرے دن قورین۔ چوتھے دن دریجان۔ اسی طرح ہم باری باری مقابلہ کرینگے ہمارے لشکر کو بھی آرام ملتا رہیگا۔ اور اہل عرب کی تعداد گھٹتی

جائیگی۔ چالیس ہزار سپاہیوں کیساتھ وہ کب تک چھ لاکھ کیساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے۔ مجھکو تو اُمید ہے کہ دو تین دن میں ہی اُن کا کام تمام ہوجائے گا۔ ماہان نے کہا کہ میں نے عربوں کو دیکھ لیا ہے۔ اور اُن کی لڑائی کا ڈھنگ اچھی طرح جانچ لیا ہے۔ میرا یہی ارادہ ہے۔ کہ میں چند روز لڑائی بند رکھوں میں نے ہرقل بادشاہ کو بھی خط لکھدیا ہے۔ تم چند روز صبر کرو اور لشکر کو آرام کرنے دو۔ پھر جب مناسب وقت آئیگا۔ میں خود لڑائی میں جاؤں گا۔ یہ جواب سنکر چاروں سردار اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے اور دل میں حیران تھے کہ ماہان پر عربوں کا خوف کیوں اس قدر غالب ہوگیا ہے۔

اِدھر لشکر اسلام نے نمازیں ادا کیں اور رات آرام سے بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو بعد فراغت نماز ابو عبیدہ لشکر کو آراستہ کرکے میدان میں نکلے۔ مگر رومیوں کی طرف سے کوئی سامنے نہ آیا ابو عبیدہؓ نے متحیر ہوکر جاسوس دشمن کے کمپ میں روانہ کئے وہ خبر لائے کہ ماہان نے ہرقل بادشاہ کو خط لکھا ہے اور اُس کے جواب کا منتظر ہے۔ جب تک جواب نہ آئے گا۔ اُس وقت تک لڑائی بند رہے گی۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ اے امین الامۃ رومیوں کے دلوں میں ہماری دہشت پھیل گئی ہے۔ اور خوف کی وجہ سے وہ میدان میں نہیں نکلے مجھے اجازت دو کہ لشکر لیکر ان کے کمپ پر حملہ کروں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ یہ مشکل آسان کردے ابو عبیدہؓ نے کہا اے ابا سلیمان جلدی نہ کرو۔ جلدی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا چلو

ہم بھی واپس چلیں اور جب تک رومی میدان میں نہ نکلیں ہم بھی اپنے کمپ میں آرام کریں۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ اے امین الامۃ دشمن کو سنبھلنے کا موقعہ نہ دینا چاہئے۔ اس وقت وہ بدحواس ہو رہے ہیں۔ یقیناً ہم کو فتح ہو گی۔ مگر ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولیدؓ کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور لشکر کو واپسی کا حکم دیدیا۔ خالدؓ اب کیا کرسکتا تھا اپنے سپہ سالار کی حکم عدولی اس سے ہو نہیں سکتی تھی۔ ناچار وہ بھی افسوس کرتا ہوا لشکر کے ہمراہ کمپ میں واپس چلا گیا

سات دن تک لڑائی بند رہی اور کوئی فریق میدان میں نہ نکلا اس عرصہ میں سات ہزار جوان جو خلیفہ ثانی نے کمک کے لئے ارسال کئے تھے۔ پہونچ گئے۔ ابو عبیدہ اُن کو دیکھکر بہت خوش ہوئے کیونکہ اُن میں اکثر مشہور تیغ زن اور نامی جنگجو تھے۔ لشکر اسلام کو اُن سے بڑی تقویت پہونچی۔ اور خلیفہ ثانی کی ہمدردی کے شکر گذار ہوئے۔ جب ماہان نے چھ دن اہل عرب کو میدان میں نکلتے نہ دیکھا تو اُس نے بنی غسان میں سے دو تین آدمیوں کو جاسوسی کے لئے لشکر اسلام میں بھیجدیا وہ ایک دن اور ایک رات لشکر اسلام میں بے معلوم طور پر رہے۔ اور واپس جاکر اُنہوں نے ماہان کو یہ اطلاع دی کہ لشکر اسلام مزے کی نیند سوتا ہے۔ اور مزے کیساتھ اٹھتا ہے نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں۔ کھانے پکاتے ہیں اور کھاتے ہیں خوش وخورم ہیں۔ وہ میدان میں لڑنے کے لئے کبھی نہ نکلیں گے جب تک رومی لشکر میدان میں نہ جائے ؛

ماہان نے یہ خبر سنکر ایک تدبیر سوچی اور اپنے ماتحت سرداروںکو

بلاکر کہا کہ لشکرِ اسلام میدان میں نہیں آئے گا۔ جب تک کہ ہم میدان میں نہ نکلیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ہم آج رات کو لشکر آراستہ کریں۔ اور سورج نکلنے سے پیشتر اسلامی کمپ پر حملہ کردیں۔ اہل اسلام میدان میں آنے کے لئے تیار رہیں گے۔ ہم اچانک اُن پر جا پڑیں گے۔ اور اُن کو تہ تیغ کردینگے۔ سب نے اِس تجویز کو پسند کیا۔ دن بھر تو وہ چپ چاپ رہے۔ جب رات ہوگئی تو ماہان نے لشکر آراستہ کیا۔ اور رات بھر صفیں درست کرتا رہا۔ جب لشکر پورے طور پر آراستہ ہوگیا۔ اور ماتحت سرداران کو پوری ہدایت دی جاچکی۔ تو صبح ہونے سے پیشتر لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اہل اِسلام اپنے کمپ میں رات بھر مزے سے سوتے رہے اُنہیں کچھ علم نہ تھا کہ دشمن کے لشکر میں کیا ہل چل مچی رہی ہے وہ حسب دستور علے الصبح اُٹھے۔ اور صبح کی نماز کے لئے جمع ہوئے۔ نماز سے وہ فارغ ہوئے تو اُن کے سپاہی جو پہرہ پر میدان جنگ میں متعین تھے۔ بدحواس دوڑتے ہوئے پہونچے۔ اور اطلاع دی کہ دشمن کا لشکر آراستہ ہوکر حملہ کے لئے آرہا ہے۔ ابو عبیدہ یہ سُنکر فکرمند ہوئے اور کہنے لگے کہ ماہان نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے۔ اور ہم پر اچانک حملہ کردیا ہے۔ ہم بالکل تیار نہیں ہیں اور ہمارا لشکر متفرق پڑا ہے جب تک کہ ہم لشکر کو آراستہ کریں۔ تب تک رومی ہم پر ٹوٹ پڑینگے اے ابا سلیمان کیا تدبیر کرنی چاہئے۔ خالد بن ولید نے کہا کہ آپ نے اُسوقت میری صلاح پر عمل نہ کیا اور دشمن کی کمزوری کا فائدہ نہ اٹھایا اب دشمن نے ہماری غفلت کا فائدہ اٹھالیا ہے اور اچانک ہم پر حملہ آور

ہوا ہے۔ اور تدبیر کیا ہو سکتی ہے پانسو سواروں کو جلد تیاری کا حکم دیں۔ میں انکو لیکر میدان میں جاتا ہوں۔ رومی لشکر کو میدان میں روکنے کی کوشش کرونگا۔ آپ اتنے میں لشکر کی صفیں درست کریں اور آراستہ ہو کر میرے پیچھے میدان میں آجائیں۔

یہ خبر بجلی کیطرح اسلامی کمپ میں پھیل گئی اور وہ سو سوار جلد جلد مسلح ہو کر معہ خالد بن ولیدؓ میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ زبیر بن علامؓ۔ مرقال بن ہاشمؓ۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔ فضل بن عباسؓ۔ یزید بن ابی سفیانؓ۔ ربیعہ بن عامرؓ۔ میسرہ بن مسروقؓ۔ قیس بن ہبیرہؓ ضرار بن ازورؓ۔ مقداد بن اسودؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ عمرو بن معدی کربؓ۔ عمار بن یاسرؓ۔ رافع بن عمیرہؓ۔ شرجیل بن حسنہ اور دیگر شجاعان اسلام اس دستہ میں شامل تھے۔ اُن کی روانگی کے بعد ابو عبیدہؓ نے لشکر کو ترتیب دیا۔ اور چونکہ نامی سردار خالد بن ولید کے ہمراہ چلے گئے تھے اس لئے اُن کے نائبوں کو اُن کی جگہ میمنہ میسرہ پر مقرر کیا۔

جب یہ پانچو زرہ پوش سوار نیزے تانتے ہوئے میدان جنگ میں پہونچے تو رومی لشکر اپنے قدموں پر ٹھہر گیا۔ اور ما[ن] کا مطلب پورا نہ ہوا۔ فریقین میں سے کسی نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کیا اور خالد بن ولید کا یہ عین منشا تھا کہ جب تک اسلامی لشکر میدان میں نہ پہونچ جائے۔ لڑائی شروع نہ ہو۔

اتنے میں ابو عبیدہؓ لشکر لیکر میدان میں پہونچ گئے۔ اور خالد بن ولیدؓ کو جا ملے۔ سب سردار اپنی اپنی جگہوں پر آگئے۔ پیدل فوج پر شرجیل بن حسنہؓ۔ میمنہ پر یزید بن ابوسفیان۔ میسرہ پر قیس بن ہبیرہ۔ قلب

میں خود ابو عبیدہ بن جراح۔ اور لشکر رخ پر خالد بن ولیدؓ اپنے اپنے نشان لیکر کھڑے ہو گئے۔

ماہان نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا تھا کہ قناطر معہ اپنے دستہ فوج کے میمنہ پر۔ دریجان میسرہ پر۔ قور پر اور جرجیر قلب میں جبلہ بن ایہم سب سے آگے۔ اور خود ماہان ایک بلند مقام پر چڑھ گیا جہاں اُس کے لئے ایک شامیانہ کھڑا کیا گیا تھا۔ اس شامیانہ کے اردگرد دو ہزار جنگجو بطور باڈی گارڈ مقرر کئے گئے۔

ابو عبیدہؓ نے اپنے تمام سرداروں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالےٰ کو یاد کریں۔ اور لڑائی میں صبر اور ثابت قدمی سے کام لیں۔ کیونکہ صبر سے نجات ملتی ہے۔ اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔

خالد بن ولید نے دشمن کی ترتیب کو خوب غور سے دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ ماہان نے لشکر کو نہایت قابلیت کیساتھ کھڑا کیا ہے اور تیس ہزار سپاہیوں کو گروہ گروہ کر کے زنجیروں سے ملحق کر دیا ہے تاکہ انہیں سے کوئی سپاہی خوف زدہ ہو کر بھاگ نہ نکلے خواہ وہ میدان جنگ میں کٹ کر مرجائیں۔ خالد نے دشمن کا یہ عزم دیکھکر ابو عبیدہ کو کہا کہ آج لڑائی سخت ہو گی۔ کیونکہ رومیوں نے مرنے مارنے کی ٹھان لی ہے اور ایک دوسرے کو زنجیروں کیساتھ گانٹھ لیا ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ آپ اپنی جگہ سعید بن زید کو کھڑا کریں اور آپ دو تین سو سواروں کی جمعیت سے لشکر کی پشت پر جا ٹھہریں۔ تاکہ اگر اہل اسلام رومیوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر پس پا ہونے لگیں تو آپ کو دیکھکر اُن کو حیا و شرم دامنگیر ہو اور

وہ ثابت قدمی کیساتھ مقابلہ پر اڑے رہیں۔ ابو عبیدہ رضؓ نے خالد بن ولید کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور سعید بن زید کو جو عشرۃ المبشرین رضؓ میں سے تھا۔ اپنی جگہ پر فوج کے قلب میں کھڑا کیا۔ اور آپ تین سو سوار ہمراہ لیکر لشکر کی پشت پر جا کھڑے ہوئے۔

سب سے پہلے توم ازد میں سے ایک نوجوان نکلکر ابو عبیدہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں میدان جنگ میں جا کر دلکو ٹھنڈا کروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان خرچ کرکے سعادت دارین حاصل کروں۔ اگر کوئی پیغام رسول خدا صلعم کی خدمت میں بھیجنا ہو۔ تو مجھے کہدیں۔ ابو عبیدہ رضؓ یہ بات سنکر رقت سے آبدیدہ ہوگئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ بہت بھائی اللہ تعالےٰ تیری مراد پوری کرے۔ جب رسول خدا صلعم کی خدمت میں پہونچو تو میرا سلام عرض کرنا۔ اور کہنا کہ حضور نے جو وعدے ہمارے ساتھ کیئے تھے ہم نے اُن کو برحق پایا۔

یہ پیغام لیکر ازدی جوش بھرے دل کے ساتھ میدان میں نکلا اور حریف کو طلب کیا۔ فی الفور ایک رومی پہلوان اُس کے مقابل ہوا۔ ازدی نے گھوڑے کو جکر دیکر اس زور کے ساتھ رومی پر نیزہ کا وار کیا۔ کہ اس کو گھائل کرکے زمین پر گرا دیا۔ اس کے بعد دوسرا آدمی نکلا۔ اُس کو بھی ازدی نے قتل کیا۔ پھر تیسرا نکلا وہ بھی ازدی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر چوتھا نکلا وہ بھی قتل ہوا۔ آخر پانچویں رومی پہلوان نے ازدی کو شہید کیا۔ توم ازد نے جب اپنے پہلوان کو شہید ہوتے دیکھا تو غصہ کھا کر آگے بڑھے۔ توم مذحج، دنہ: ت

حمیر اور زبید نے بھی انکا ساتھ دیا۔ اُدھر رومی میمنہ کی اگلی صف
بڑھی اور مقابلہ شروع ہوا۔ اسلامی میسرہ نے بڑی سختی سے رومی
صف کا مقابلہ کیا۔ اور رومی پس پا ہونے لگے کہ رومی میمنہ کی
دوسری صف نے حملہ کر دیا۔ پھر بھی اہل عرب نے انکو دبائے
رکھا۔ اور قتل کا بازار گرم کیا۔ اتنے میں رومی میمنہ کی تیسری صف
اُن پر ٹوٹ پڑی اور اہل عرب کو سخت تنگ کیا۔ قوم زبید مقابلہ کی
تاب نہ لا کر پس پا ہونے لگی۔ مگر قوم ازد بڑی ثابت قدمی کیساتھ
لڑتی رہی۔ عمر بن معدی کرب نے جو اپنی قوم زبید کو بھاگتے دیکھا
تو اس نے پکار کر کہا کہ اے آل زبید کہاں بھاگے جاتے ہو۔ تم عزت
اور ناموری کو چھوڑ کر ذلت اور ننگ کی طرف جا رہے ہو۔ تم بہشت
کو چھوڑ کر آگ کیطرف جا رہے ہو یہ کیا نامردی ہے۔ تم جانتے نہیں
کہ اللہ تعالیٰ تمکو دیکھ رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کا اجر دینے والا ہی
اور بے صبروں پر غضب کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی رضامندی چھوڑ کر
تم کیوں اُس کے غضب کو اپنے سر پر لیتے ہو۔ آؤ کچھ حیا کرو۔
اور میدان جنگ میں کٹ کر مرجاؤ۔ قوم زبید اپنے سردار کا کلام
سنتے ہی اُنہیں قدموں پر ٹھہر گئی۔ اور غیرت کھا کر پھر رومیوں پر
حملہ آور ہوئی۔ دیگر قومیں برابر ثابت قدمی کیساتھ لڑ رہی تھیں۔
اُن کی آور پر سب جوش میں آگئیں۔ اسوقت ابو ہریرہ رضؓ نے اپنی
قوم دوس کے ساتھ انکی امداد کی اور ہمت اور زور سے اقوام عرب نے تلوار چلائی کہ
رومیوں نے منہ پھیر دیئے اور انکو پیچھے ہٹا دیا۔ قوم ازد نے بڑی جوانمردی
دکھائی اور سب سے زیادہ اسی قوم کے سپاہی کام آئے یہ حال تو رومی

میمنہ اور اسلامی میسرہ کا ہوا۔ اُدھر رومی میسرہ نے اسلامی میمنہ پر اِس شدت کیساتھ حملہ کیا۔ کہ اسلامی میمنہ کے سردار اور علم بردار معہ چند بہادروں کے میدان میں کھڑے رہ گئے اور باقی لشکری بھاگ نکلے۔ رومی اُن کو دباتے ہوئے اس جگہ تک لے گئے جہاں عورتوں کا کیمپ تھا۔ ابوسفیان بھی اُن بھاگنے والوں میں تھا۔ جو اپنے بیٹے یزید بن ابوسفیان کے جھنڈے کے نیچے لڑائی میں شریک تھا جب عورتوں نے مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھا تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے مردوں کے منہ پر پتھر مارنے لگیں اور اُن کو شرم دلانے لگیں۔ ابوسفیان کی بی بی ہند نے بڑھ کر ابوسفیان کے گھوڑے پر ایک ضرب رسید کی اور کہا تجھکو شرم نہیں آتی کہ تو ایام جاہلیت میں اس قدر بہادر تھا اور اب اسلام لاکر نامرد ہوگیا ہے اگر تم مردوں سے لڑائی نہیں ہوسکتی تو عورتوں کا لباس پہن کر گھر میں بیٹھو اور ہم تمہاری جگہ لڑتی ہیں۔ ابوسفیان سخت نادم ہوا اور اس نے پکار کر کہا کہ اے مسلمانوں اپنی عورتوں کی طعن تشنیع سُننے سے رومیوں کی تلوار سے گھائل ہونا اچھا ہے۔ عورتوں کی زبان رومی تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اسکا زخم زیادہ گہرا ہے۔ چارطرف سے بھاگنے والوں پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ اونہوں نے پھر میدان کیطرف رُخ کیا۔ مگر رومی اُنمیں گھس گئے تھے عورتیں تلواریں کھینچکر نیچے اُتر آئیں اور مردوں کے دوش بدوش دشمنوں سے لڑنے لگیں خولہ بنت ازور اور دیگر عرب عورتوں نے وہ تلوار چلائی کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ خولہ اور چند ایک اور عورتیں زخمی

بھی ہوگئیں مگر اونہوں نے مقابلہ نہ چھوڑا یہہ حالت دیکھکر بھاگنے والوں کو اس قدر جوش آگیا کہ وہ فوق العادہ ہمت سے لڑنے لگے اب رومی قدم بقدم پیچھے ہٹنے لگے - اتنے میں ایک اور رومی صف اُن میں آملی - اور اسلامی میمنہ نے پھر شکست کھائی عورتوں نے پھر اُن کو پسپا کیا - تیسری مرتبہ پھر وہ میدان چھوڑکر بھاگے مگر عورتوں نے پھر اُن کو پس کیا - اور اُن کی امداد کے لئے تیغ بکف پھر اُن کے ساتھ شامل ہوگئیں - رومی بتدریج بڑھتے آتے تھے - کہ خالد بن ولید معہ اپنے فیروزمند لشکر کے اسلامی میمنہ کی امداد کو پہونچا - اور وہ دیکھکر متعجب ہوا کہ عرب عورتیں بھی رومیوں کا برابر مقابلہ کر رہی ہیں ایک عورت ذریعہ بنت حرث نے خالد کو کہا - کہ اے بیٹے ولید کے کیا تمنے مسلمانوں کو بھاگنا سکھایا ہے خالد نے کہا کہ میں تو بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں - اس پر اس عورت نے کہا کہ لعنت ہو اس سپاہی پر جو اپنے سردار کو لڑتا دیکھے اور میدان سے بھاگ نکلے خالد بن ولید پہلے ہی جوش سے بھرا ہوا تھا اب عرب عورتوں کو لڑتے دیکھکر غیرت سے اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا - اُس نے اپنے ہمراہیوں کو جوش دلایا - اور اس شدت کیساتھ حملہ کیا کہ رومی بدحواس ہوکر میدان چھوڑکر بھاگ نکلے - اور اپنے لشکر میں جاملے - خالد بن ولید موت کے فرشتہ کی طرح ان کے ساتھ اُلجھا رہا اور اُن کو مارتے مارتے دریجان تک جا پہونچا - ضرار بن ازور نے جو دریجان کو دیکھا تو بجلی کیطرح کوندکر اُسپر نیزہ کا وار کیا - دریجان سنبھلنے نہ پایا تھا کہ ضرار کا

نیزہ اُس کے جگر کے پار ہو گیا اور وہ گھایل ہو کر زمین پر گر پڑا
جب خالد بن ولید رومی میسرہ کا مقابلہ کر رہا تھا تو جرجیر نے قوریر
کو کہا کہ چلو ہم اسلامی قلب پر حملہ کریں۔ قوریر نے کہا کہ پہلے تم
اپنے دستہ کو لیکر حملہ کرو پھر میں تمہاری امداد کو پہونچونگا جرجیر
نے کہا کہ ہم تم برابر کے سردار ہیں۔ تمکو یہ حق حاصل نہیں کہ تم
مجھکو لڑائی کا حکم دو۔ اور آپ یہاں کھڑے رہو۔ قوریر نے کہا
کہ میرا مرتبہ تم سے زیادہ ہے۔ اور میں تمپر حکم چلا سکتا ہوں۔ یہ
سُنکر جرجیر طیش میں آیا اور اُس نے کہا اچھا میں یہ معاملہ ماہان کے
پیش کرونگا۔ مگر میں اپنا فرض ادا کئے دیتا ہوں تم جانو تمہارا
کام۔ اسپر جرجیر نے اپنے دستہ کو بڑھنے کا حکم دیا۔ اور زنجیروں
والے سپاہی بھی آگے بڑھے۔ مقابلہ شروع ہوا۔

اسلامی قلب میں چیدہ اور نامور بہادر کھڑے تھے انہوں
نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا پھر بھی رومی برابر بڑھے چلے
آرہے تھے۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر ابو عبیدہ لشکر کے پیچھے نہ ہوتے
تو اسلامی قلب کے بھی پاؤں اکھڑ جاتے۔ مگر ابو عبیدہ سے
حیا اور شرم کے مارے۔ وہ میدان میں اڑے رہے

اتنے میں خالد بن ولید رومی میسرہ کو ہٹا کر اور وریحان کو قتل
کر کے اپنے قلب کی امداد کو پہونچا۔ زنجیروں والے سپاہی
کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ اور بتدریج رومی ہٹتے ہٹتے
اپنے لشکر میں جا ملے۔

اِس لڑائی میں تین دفعہ لشکر اسلام

نے ہزیمت کھائی اور تین دفعہ عورتوں کی جرأت سے واپس پھر کر انہوں نے رومیوں پر فتح حاصل کی۔ اب تھوڑی دیر کے لئے لڑائی بند رہی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

جب ماہان نے دیکھا کہ رومی لشکر کو اہل عرب نے تین مقام پر کیڑے مکوڑوں کی طرح روند ڈالا ہے۔ اور دریجان کو قتل کر ڈالا ہے۔ تو وہ سخت غضبناک ہوا اور اپنے لشکریوں کو سخت لعنت اور ملامت کی۔ اسپر ایک رومی پہلوان غصہ کھا کر میدان میں نکلا اور حریف طلب کیا۔ اس کے مقابلہ پر لشکر اسلام سے قوم ازد کا ایک نوجوان نکلا۔ مگر رومی نے اس کو لحظہ بھر میں قتل کر ڈالا پھر معاذ بن جبل نے میدان میں جانے کا ارادہ کیا۔ اسکو ابو عبیدہ نے روک لیا اور کہا کہ اے معاذ تم اپنا نشان لئے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے رہو معاذ ٹھہر گیا اور اس نے آکر کہا کہ میری قوم سے کون شہسوار میری جگہ میدان جنگ میں جائے گا کیونکہ مجھکو سپہ سالار نے روک دیا ہے۔ اِس پر معاذ کا نوجوان بیٹا عبدالرحمٰن اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

ـلہ نوٹ: لشکر اسلام کے پیچھے آخری صف میں عرب عورتیں بسرکردگی ضرار کی بہن کے ستھے کھڑی تھیں۔ یہ عورتیں تیر کمان اور نیزہ بازی میں بڑی مشاق تھیں انہوں نے بڑی جوانمردی اور جانبازی کے ساتھ اپنے آپ کو قید سے بچایا تھا۔ اور اپنی عفت اور عصمت کو رومی بادشاہوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا تھا (یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جسکا نمبر ۱۳ میں بیان ہو چکا ہے) تین مرتبہ لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر تینوں دفعہ عرب عورتوں نے ان کو میدان کی طرف پھیرا اور آپ انکے ہمراہ میدان میں رومیوں سے لڑتی رہیں۔ تاریخ عالم جلد ۲ صفحہ ۱۵۹

کہ اجازت ہو تو میں اس رومی کے مقابلہ پر جاؤں۔ معاذ نے کہا کہ جاؤ
بیٹے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان خرچ کرو۔ عبدالرحمن بن معاذ رومی
پہلوان پر حملہ آور ہوا۔ اور بڑے زور سے رومی پر تلوار کا وار کیا تلوار
اسکی ڈھال کاٹ کر اسکی خود پر پڑی۔ مگر کارگر نہ ہوئی۔ رومی نے
موقعہ پا کر عبدالرحمن کے شانہ پر تلوار ماری اور عبدالرحمن کو زخمی کر دیا
عبدالرحمن زخمی ہو کر واپس آگیا۔ اسپر رومی نے فخریہ طور پر میدان میں
گھوڑے کو چکر دیا اور فوراً اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا مگر قوم ازد نے اسکو
پسپا کر دیا۔ رومی پھر میدان میں آکر للکارنے لگا۔ ابو عبیدہ نے کہا
کہ کون جوان اس کے مقابلہ پر جائے گا۔ اور اس کا غرور توڑے گا
عامر بن طفیل یہ سنکر میدان میں نکلا اور برق کیطرح رومی پہلوان پر
حملہ آور ہوا۔ رومی بھی سنبھل کر مقابل ہوا۔ عامر بن طفیل نے رومی پر
نیزہ کا وار کیا۔ مگر نیزہ ٹوٹ گیا عامر نے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا
رومی نے عامر پر ایک وار کیا۔ اور عامر نے ڈھال پر سنبھالا۔ وار بچاتے
ہی عامر نے رومی پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار رومی کے شانہ پر پڑی اور زرہ
کاٹ کر اسکی انتڑیوں تک اتر گئی۔ رومی مردہ ہو کر اوندھا جا پڑا اور
لشکر اسلام میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ عامر بن طفیل نے میدان میں
گھوڑے کو چکر دیا اور پکار کر کہا کہ رومی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے اقوام
عرب میں سے بنی غسان میں سے کوئی مرد میرے مقابلہ کو نکلے اسپر خود
جبلہ بن ایہم دوہری زرہ پہنے ہوئے سرتاپا آہن میں غرق میدان
میں نکلا۔ اور عامر سے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو۔ عامر نے کہا کہ میں قبیلہ
دوس سے ہوں۔ جبلہ نے کہا کہ تم میرے قرابتی ہو۔ بہتر ہو کہ تم میلان

جنگ سے پھر جاؤ اور کسی اَور کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجو۔ عامر نے پوچھا تم کس قبیلے سے ہو۔ جبلہ نے کہا۔ میں قوم غسان سے ہوں میرا نام جبلہ ہے۔ اور میں غسان کا بادشاہ ہوں عامر نے کہا تو سنبھل جاؤ میں وار کرنے لگا ہوں۔ جبلہ نے بھی تلوار اٹھائی دونوں وار ایک ہی وقت پڑے عامر کی تلوار نے جبلہ کی زرہ پر کچھ اثر نہ کیا مگر جبلہ کی تلوار عامر کی زرہ کاٹ کر اسکی کمر تک اتر گئی اور عامر شہید ہوکر میدان میں گر گیا۔ یہ حال دیکھکر عامر کا بیٹا جندب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیئے میدان میں نکلا اور جبلہ کے مقابل ہوا۔ جبلہ نے پوچھا۔ کہ تم کون ہو جندب نے کہا کہ میں عامر کا بیٹا ہوں جسکو تونے شہید کیا: میں تجھسے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا۔ یا تیرے ہاتھ سے شہید ہونگا۔ جبلہ نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مقابلہ نہیں کرتا۔ تو ابھی نوجوان ہے۔ تو واپس چلا جا اور کسی نامی جنگجو کو میرے مقابلہ پر بھیج۔ جندب نے کہا کہ ہم مسلمان میدان سے واپس نہیں جایا کرتے۔ میں تجھکو مار ڈالوں گا۔ یا آپ مارا جاؤنگا۔ یہہ کہتے ہی جندب نے جبلہ پر حملہ کیا جبلہ نے بمشکل وہ وار رد کیا۔ اور پھر ہشیار ہو کر لڑنے لگا۔ جندب نے اُس کے گرد چکر باندھ دیا۔ اور بے دریغ وار کرنے لگا۔ اہل اسلام جندب کی سبکدستی اور جانبازی دیکھکر خوش ہوئے اور ابو عبیدہ نے کہا کہ بیشک ایسے ہی لوگ اجر عظیم کے مستحق ہوتے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں اپنی جان کو اس طرح بیدریغ خرچ کرتے ہیں۔ اُدھر غسانی بھی جندب کی پھرتی دیکھکر گھبرائے اور چند سپاہی اس بات پر آمادہ ہوئے۔ کہ اگر جبلہ پر مشکل آبنے تو اُس کی امداد کو پہونچیں مگر ابھی تک جبلہ بڑی

احتیاط کیساتھ جندب کیساتھ لڑرہا تھا۔ آخر جندب نے جھنجلا کر جبلہ پر ایک سخت وار کیا۔ جو جبلہ کے سر پر پڑا اسکی ضرب سے جبلہ کا بدن تھرا گیا۔ مگر وار کرنے میں جندب جبلہ کے بہت قریب آگیا تھا۔ جبلہ نے جو موقعہ پایا ایک ہاتھ جندب پر مارا۔ جس سے جندب دو ٹکڑے ہوکر شہید ہو گیا۔ جبلہ کی جان میں جان آئی اور جلد میدان سے واپس چلا گیا۔ کیونکہ جندب کے وار نے اُس کے بدن میں سنسناہٹ پیدا کر دی تھی۔ اور اب وہ زیادہ مقابلہ کی تاب نہ رکھتا تھا۔۔

جب قوم دوس نے اپنے دو بہادر اور نامی شہسواروں کو شہید ہوتے دیکھا تو وہ سخت جوش میں آئے اور میدان کی طرف بڑھے قوم ازد نے بھی اُن کا ساتھ دیا اور خالد بن ولید جبکو عامر اور جندب کی شہادت کا سخت صدمہ پہونچا تھا۔ معہ اپنے لشکر کے اسکے ہمراہ ہولیا سب نے ملکر بنو غسان پر حملہ کیا اور اُن کو تہ تیغ کرنا شروع کیا بنی غسان کا علم بردار قتل ہوا اور علم اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ بنو غسان علم لینے کے لئے بڑھے۔ ادھر اہل عرب نے علم پر ہاتھ بڑھایا۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی اور بنو غسان تاب نہ لاکر پسپا ہوئے۔۔

نوٹ ۱ اوکلے نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۰۳ میں جنگ یرموک کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رومی حاکم اور افسر اپنی رعایا کیساتھ کیا سلوک کرتے تھے حمص کا ایک امیر بغرض سیران دنوں یرموک کی صحت بخش ہوا کا فائدہ اٹھانے کے لئے یرموک کے ایک گاؤں میں معہ عیال سکونت پذیر تھا جب رومی لشکر یرموک میں پہونچا تو وہ امیر رومی افسروں کی خاطر و تواضع کرتا تھا جو کبھی کبھی اُس طرف جا نکلتے تھے۔ ایک رات رومی افسروں نے امیر کو کہا کہ اپنی بی بی اُن کے حوالے کر دے امیر نے انکار کیا اور رومی افسروں نے زبردستی اسکی بی بی کو پکڑ لیا اور تمام رات اسکو بے عزت کرتے رہے اسکا ایک لڑکا مزاحم ہوا ایک رومی نے اسکا سر کاٹ کر الگ کر دیا۔ وہ عورت صبح اپنے بیٹے کا سر لیکر روتی ہوئی ماہان کے پاس گئی اور کل کیفیت سنا کر داد کی خواہاں ہوئی ماہان اسکو سخت خفا ہوا اور اسکو اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔ دا وکلے تاریخ سارا سینر صفحہ ۲۰۳۔

آفتاب اب غروب ہونے کے قریب تھا۔ اور دونوں لشکر لڑتے لڑتے تھک گئے تھے۔ اس لئے ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے کیمپ میں چلے گئے۔

نمبر ۳۰
جنگ یرموک کا چوتھا دن

دوسری صبح کو پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوگئے سب سے پہلے رومیوں میں سے ایک سردار نے دس ہزار جوان کے ساتھ اہل اسلام کے میمنہ پر حملہ کیا۔ جہاں عمرو بن عاص علم لئے کھڑے تھا رومیوں نے اہل اسلام کو پہلے تو حملہ کی شدت سے پیچھے ہٹا دیا مگر پھر عمرو بن عاص اور اس کے ہمراہی جمکر لڑنے لگے۔ حتی کہ رومیوں کو پسپا کر دیا۔

دوسری طرف جرجیر نے تیس ۳۰ ہزار جوانوں کیساتھ شرجیل بن حسنہ کے دستہ پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر تو شرجیل بن حسنہ کے ہمراہی جم کر لڑتے رہے۔ مگر پھر آہستہ آہستہ میدان چھوڑنے لگے یہاں تک کہ شرجیل بن حسنہ کیساتھ صرف پانسو آدمی رہ گئے مگر وہ بڑی جانبازی سے لڑتے رہے۔ اور رومیوں کو آگے بڑھنے نہ دیا۔ شرجیل کے ہمراہی جو میدان چھوڑ گئے تھے۔ اپنے سردار کو برابر لڑتے دیکھکر غیرت کھا کر پھر واپس آئے۔ شرجیل نے ان کو سرزنش کی کہ تم رومیوں کے مقابلہ سے کیوں بھاگ گئے تھے۔ کیا بہشت کو چھوڑ کر دوزخ میں گرنے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے لغزش کھائی ہیں معاف کیجئے وہ پھر سرگرمی کے ساتھ لڑنے

لگے اور تھوڑی دیر میں رومیوں کو پسپا کر دیا +
جب خالد بن ولید نے رومیوں کو پہلے حملہ میں ناکام دیکھا تو اُس نے فی الفور لشکر زحف کیساتھ رومیوں کے میمنہ پر حملہ کر دیا دوسری طرف سے قیس بن ہبیرہ نے رومیوں کے میسرہ پر یورش کی۔ دونوں نے رومیوں کو ایسا دبایا کہ اُن کو ہٹاتے ہوئے ماہان کے شامیانہ تک لے گئے۔ ماہان یہ حال دیکھکر گھبرایا۔ اُس نے تیراندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ قوم ارمن نے جو تیراندازی میں ماہر تھی۔ ایک دم تیر چھوڑ دیئے۔ اور اہل عرب تیروں کی بوچھاڑ سے تنگ آکر پیچھے ہٹ گئے +
اِس کے بعد دونوں لشکر تھوڑی دیر کے لئے اپنی اپنی جگہ پر دم لینے لگے۔ اتنے میں رومی لشکر میں سے بڑے قد و قامت اور بھاری ڈیل ڈول کا ایک پہلوان نکلا اور میدان میں آکر حریف طلب کرنے لگا۔ ابو عبیدہ نے اسکو دیکھکر اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ اِس پہلوان کا قد و قامت دیکھکر دل میں خوف نہ لاؤ۔ کیونکہ بہت سے آدمی بڑے جسم ہوتے ہیں۔ مگر دل انکا کمزور ہوتا ہے۔ کون ہے جو اُس کے مقابلہ پر جانا چاہتا ہے فی الفور ذوالکلاح حمیری میدان میں نکلکر اُس کے مقابل ہوا پہلے تو نیزہ بازی شروع ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ مگر کوئی غالب نہ ہوا۔ آخر تھک کر وہ جدا ہوئے اور دم لینے لگے۔ دونوں نے نیزے ہاتھ سے پھینک دیئے۔ اور تلواریں کھینچ کر دونوں نے ایک ہی وقت ہاتھ اٹھا اور دونوں وار ایک دم ایک دوسرے پر پڑے۔

ذوالکلاح کا وار بیکار ثابت ہوا مگر رومی کا وار کارگر ہوا اور ذوالکلاح کا بازو زخمی ہوا - اور ذوالکلاح گھوڑے کا رخ پھیر کر فی الفور اپنی قوم میں آگیا - اس کا زخم جس سے بڑا خون بہ رہا تھا دھوکر باندھا گیا - ذوالکلاح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا قوم حمیر میں سوائے اُن کے سردار کے کوئی اور جوان نہیں - جو اُس رومی پہلوان کا مقابلہ کرے - ؟ اسوقت قوم حمیر کا ایک زرہ پوش جوان بجلی کی طرح میدان میں پہونچا اور جاتے ہی رومی پہلوان پر نیزہ کا اِس زور کیساتھ وار کیا کہ نیزہ اُسکی پُشت کے پار ہو گیا پھر دوسرا رومی پہلوان حمیری کے مقابل ہوا - اُسکو بھی حمیری نے قتل کیا - پھر تیسرا نکلا اُسکا بھی اُس نے کام تمام کیا - اُس کے بعد چوتھا پہلوان لشکر روم سے نکلا اور اُس نے حمیری کو شہید کیا - فوراً قوم حمیر کے ایک تیر انداز نے آگے بڑھکر ایسا تاک کر تیر چلایا کہ رومی پہلوان کے سینہ پر بیٹھا اور وہ اپنے مقتول کے پاس ہی گھائل ہو کر گر پڑا -

لشکر اسلام کی طرف سے تکبیر اور خوشی کے نعرے بلند ہوئے مگر رومیوں کی چیخیں نکل گئیں - کیونکہ یہ رومی پہلوان اُنمیں بڑا نامی اور ذی مرتبہ تھا - کچھ دیر تو رومیوں پر سکتہ کا عالم طاری رہا - آخر جرأت کر کے ایک بڑا سردار رومیوں کی طرف سے میدان میں نکلا اور اُس نے کہا کہ میں اپنی قوم میں ایک سردار ہوں میرے مقابلہ پر اہل عرب سے کوئی نامی سردار آئے - اسپر شرحبیل بن حسنہ کاتب رسول اللہ صلعم اپنا نشان ہاتھ میں لیئے مقابلہ پر نکلا

ابوعبیدہ نے اُسکو کہلا بھیجا کہ اگر تم مقابلہ پر جاتے ہو تو نشان دیجاؤ تاکہ تمکو لڑائی میں تکلیف نہ ہو۔ شرجبیل نے نشان ایک شخص کے حوالہ کیا اور آپ میدان میں رومی سردار کے مقابل ہوا لڑائی شروع ہوئی دونوں نے ایسے کرتب دکھائے کہ ہر دو لشکر بے اختیار واہ وا اور شاباش پکار اُٹھے۔ شرجبیل نے دیکھا کہ رومی پہلوان کسی طرح اُس کے قابو میں نہیں آتا۔ اُس نے گھوڑے کا رُخ اپنے لشکر کیطرف کر لیا۔ رومی نے سمجھا کہ وہ بھاگا جاتا ہے اُس نے تعاقب کیا تھوڑی دور جاکر شرجبیل نے اچانک پھر کر رومی پر وار کیا۔ مگر رومی نے گھوڑا کوداکر وار خالی دیا۔ اور کہنے لگا۔ تم لوگوں کو لڑائی کی ترکیبیں خوب آتی ہیں۔ اور تم میدان میں خوب داؤ کھیلتے ہو۔ مگر تمہارے داؤ نے تمکو کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔ پھر پے درپے ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ دونوں نے تلواریں پھینک دیں۔ اور ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ رومی بڑا موٹا تازہ تھا اور شرجبیل بوجہ روزے رکھنے اور شب بیداری کے لاغر اور نحیف البدن ہو رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو زور سے دبانے لگے۔ ضرار نے دیکھا کہ رومی پہلوان شرجبیل پر غالب آجائے گا۔ اور اُس نے کہا کہ مَیں برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ رومی پہلوان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب کو قتل کر لے۔ سگا وہ گھوڑا دوڑاکر میدان میں پہونچا۔ رومی پہلوان نے درحقیقت شرجبیل بن حسنہ کو سُست کر دیا تھا۔ اور قریب تھا کہ وہ اسے گھوڑے کی زین سے اٹھاکر

زمین پر دے پٹکے کہ ضرار نے اسکو زور سے للکارا رومی شرجبیل کو چھوڑ کر ضرار کی طرف جھکا۔ مگر ضرار نے پیشدستی کر کے اس زور سے خنجر کا وار کیا۔ کہ رومی کو دو ٹکڑے کر کے گرا دیا لشکر اسلام نے تو خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ مگر رومی سخت آزردہ خاطر ہوئے۔ ضرار اور شرجبیل لشکر میں واپس چلے گئے۔ رومی لشکر سے ایک اور نامی سردار غصّہ کھا کر میدان میں نکلا۔ زبیر بن عوام اسکے مقابل ہوا۔ اور رومی کو قتل کر دیا۔ پھر دوسرا رومی نکلا اسکو بھی زبیر نے قتل کیا۔ اسی طرح پے درپے چار رومی سردار زبیر کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اسپر خالد بن ولید نے ابو عبیدہ کو کہا کہ زبیر نے حیرت انگیز کام کیا ہے۔ اور سخت لڑائی لڑا ہے۔ مجھکو اندیشہ ہے کہ وہ تھک گیا ہے۔ آپ اسکو میدان سے بلوالیں۔ ورنہ وہ خود میدان سے کبھی نہیں آئے گا۔ ابو عبیدہ نے زبیر کو واپس آنے کا حکم دیا۔ اور زبیر لشکر میں آملا۔ پھر ایک اور رومی پہلوان جو بڑا ذی رتبہ تھا۔ میدان میں نکلا۔ خالد بن ولید اُس کے مقابل ہوا۔ اور دم بھر میں اسکو گھائل کر دیا۔

جب ماہان نے اپنے نامی سردار پے درپے قتل ہوتے دیکھے تو بڑا خشمناک ہوا اور اُس نے کہا کہ اہل عرب نیزہ اور تلوار کی لڑائی سے مغلوب نہیں ہوتے۔ اُن پر حملے کرنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ تیر انداز آگے بڑھیں۔ اور مناسب فاصلہ پر ٹھہر کر تیر چلائیں۔ اسپر ایک لاکھ تیر انداز آگے بڑھے۔ اور انھوں نے ایک دم تیر چھوڑ دیئے۔ جن سے اہل اسلام کو بڑا نقصان پہونچا

سات سو مسلمان تو یک چشم ہو گئے۔ کئی ایک گھوڑے زخمی ہوئے اور میدان سے منہ موڑنے لگے۔ اہل اسلام پر یہ سخت مصیبت نازل ہوئی اور وہ بہت ہی گھبرا گئے۔ اس دن کا نام انہوں نے یوم التعویر (ایک چشم ہونے کا دن) رکھا ہے اس سے زیادہ سختی کا دن ان کو کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ ماہان نے جو لشکر اسلام کی گھبراہٹ دیکھی تو کہلا بھیجا کہ اہل اسلام پر تیر چلائے جاؤ۔ اور ان کے نزدیک مت جاؤ۔ ان کا سوائے اسکے اور کوئی علاج نہیں ✣

جب خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلام کو بدحواس دیکھا اور قریب تھا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں تو اس نے سرداروں کو کہا کہ یہ جانبازی کا موقعہ ہے۔ ورنہ کھیل بگڑ جائیگا ہمت کرو اور کسی طرح تیراندازوں کی صف تک پہونچو۔ ورنہ ہم شکست کھا جائیں گے یہ سنتے ہی خالد بن ولید۔ عمر بن عاص زبیر بن عوام۔ شرجیل بن حسنہ۔ ضرار بن ازور۔ اور دیگر سردار اپنے اپنے ہمراہیوں سمیت تیروں کی بارش میں سر توڑ گھوڑے چھوڑے ہوئے تیراندازوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور ایسا قتل عام شروع کیا کہ تیرانداز اپنی چوکڑی بھول گئے۔ خالد بن ولید کے ہاتھ اس دن نو تلواریں ٹوٹیں وہ کئی سو جوانوں کے برابر اکیلا لڑتا رہا۔ ضرار بن ازور نے بھی شدید قتال کیا۔ زبیر بن عوام اور دیگر سرداروں نے وہ تلوار چلائی کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور چالیس ہزار رومی تیرانداز میدان میں قتل ہو گئے۔ باقی بھاگ کر اپنے لشکر میں

جاطے اہل اِسلام کو اِس مصیبت سے نجات ملی - اور تیروں کی بارش سے اُن کو امن مِلا -

دونوں لشکر پھر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے خالد بن ولید کا دل ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا - اس نے پھر میدان میں نکلکر حریف کو طلب کیا رومیوں کی طرف سے ایک پہلوان نکلا خالد بن ولید نے اُسکو پہلی ہی وار میں قتل کیا پھر ہر چند خالد رض نے رومیوں کو للکارا - مگر کوئی پہلوان اسکے مقابل نہ آیا - ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو کہلا بھیجا کہ تم تھک گئے ہو گے - میدان سے واپس آکر ذرا سستا لو خالد بن ولید یہ سُنکر واپس آگیا سورج کے غروب ہونے میں تھوڑا سا وقت رہگیا تھا کہ رومی میدان سے ہٹ کر اپنے قیام گاہ میں چلے گئے - اور اہل اسلام بھی اپنے کمپ میں آگئے - اور اپنے زخمیوں کے زخم باندھنے میں مصروف ہوئے - ابو عبیدہ لشکریوں میں پھرتے تھے - اور اُن کو کہتے تھے کہ بیشک آج تمکو بڑی اذیّت پہونچی ہے - مگر دشمنوں کو تم سے بہت زیادہ دُکھ پہونچا ہے - اللہ تعالےٰ کا شکر کرو - اور اُس کے فضل وکرم کے امیدوار رہو ؎

اس رات چونکہ سرداران لشکر بہت تھکے ہوئے تھے ابو عبیدہ نے پاسبانی اور نگرانی کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لی - وہ رات کے وقت کمپ کے گرد گشت کر رہے تھے - کہ اُن کو دو سوار اپنے آگے چلتے ہوئے دکھائی دیئے - انہوں نے آواز دیکر اُن کو ٹھہرایا جب اُن کے نزدیک گئے تو دیکھا کہ وہ دو سوار زبیر بن عوام اور

اور اُسکی بی بی اسما بنت ابی بکرؓ ہیں ابو عبیدہ نے حیران ہوکر پوچھا کہ اس وقت تم کدھر جا رہے ہو۔ زبیر نے کہا کہ چونکہ آج اہل اسلام تھکے ماندے تھے اور کئی ایک کی آنکھیں [1] زخمی ہوگئی تھیں مجھے خیال آیا کہ کہیں پاسبانی میں غفلت نہ کریں اسلئے میں لشکر اسلام کی نگہبانی کر رہا ہوں میری بی بی نے بھی میرا ساتھ دیا ہے۔ ابو عبیدہؓ یہ سُنکر خوش ہوئے۔ اور اُن کے حق میں دعائے خیر کی۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ تم بھی آج اس لڑائی میں بہت تھک گئے ہو۔ تم جاکر آرام کرو۔ اور میں نگہبانی کرتا ہوں۔ زبیرؓ نے کہا۔ آرام کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھکو نگہبانی کرنے دیجئے۔

چنانچہ زبیرؓ تمام رات اِسلامی کمپ کے گرد معہ اپنی بی بی کے گشت کرتا رہا۔

جب ماہان اپنے خیمہ میں پہونچا۔ تو وہ سخت پژمردہ خاطر تھا۔ اُس نے قودیرا اور جرجیر کو بُلایا۔ اور کہا کہ اب تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ ہماری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اہل عرب کی جرأت اور جسارت نے ہماری تدبیریں خاک میں ملا دی ہیں۔ آج تیر اندازوں نے انکو سخت گھبراہٹ میں ڈال دیا تھا۔ اور مجھکو اُمید تھی کہ آج ہمکو فتح حاصل ہوگی۔ مگر یک لخت اِسلامی لشکر تیروں کی کچھ پرواہ نہ کرکے

[1] جن بہادروں کی ایک ایک آنکھ اس معرکہ میں ضائع ہوگئی تھی۔ اُن کو بعد ازاں کوئی شخص آنکھ ضائع ہونے کی بابت پوچھتا تو وہ بڑے فخر اور ناز سے کہتے تھے۔ کہ یہ قابل فخر تمغہ ہمکو جنگ یرموک میں نصیب ہوا تھا جس سے زیادہ خطرناک جنگ اہل اِسلام کو کبھی پیش نہ آئی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمکو دشمنوں پر نمایاں فتح عطا فرمائی تھی۔ یہ آنکھ اس معرکہ میں خرچ ہوئی جس سے اہل عرب کے لئے شام اور فلسطین کا دروازہ

تیر اندازوں پر ٹوٹ پڑا۔ اور اُن کو تہ تیغ بے دریغ کیا۔ مجھکو اندیشہ ہے کہ اگر کل اہل عرب نے ہمپر حملہ کر دیا۔ تو ہمارا لشکر بھاگ نکلے گا۔ قوریر نے کہا کہ بہتر ہے کہ سپہ سالار لشکر اسلام کو کہلا بھیجیں کہ چند دن لڑائی موقوف رکھیں اتنے میں ہمارا لشکر آرام کر لے گا۔ اور لڑائی کے لیئے تیار ہو جائے گا؛

نمبر ۳۱

جنگِ یرموک کا پانچواں دن

صبح ہونے سے پیشتر ماہان نے بنی غسان میں سے ایک سمجھدار آدمی کو ابو عبیدہؓ کے پاس بھیجا۔ جس نے ابو عبیدہ کو یہ پیغام دیا کہ لڑائی کا کوئی اعتبار نہیں۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ دو چار دن جو اہل اسلام کو غلبہ حاصل ہوا ہے اس پر مغرور نہ ہو جاؤ کیونکہ ابھی رومی لشکر کی تعداد کئی لاکھ ہے اور اس میں بڑے بڑے جنگجو موجود ہیں انجام کار رومی لشکر کو فتح ہو گی تم کب تک اُن کے مقابلہ پر اڑے رہو گے۔ لیکن ماہان چاہتا ہے۔ کہ کچھ دن لڑائی موقوف رکھو۔ تاکہ اس عرصہ میں ہم کوشش کریں کہ اہل عرب کے ساتھ ہماری صلح ہو جائے میرے اختیار میں جو کچھ تھا۔ میں نے کیا ہے۔ مگر تمنے اُسکو منظور نہیں کیا۔ اب میں بادشاہ کو خط لکھتا ہوں۔ شائد وہ مان جائے اور تمکو منہ مانگی مراد مل جائے؛

جب ابو عبیدہؓ نے ماہان کا یہ پیغام سنا تو اُنہوں نے خالد بن ولید کو بلایا۔ اور کہا کہ ماہان نے چند روز لڑائی موقوف رکھنے کی درخواست کی ہے۔ اِس نیت سے کہ بادشاہ ہر قل

کی اجازت لیکر وہ ہماری حسب منشار صلح کرلے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی درخواست منظور کرلوں۔ اگر ہماری منشاء کے موافق صلح ہو جائے۔ تو ہمیں اور کیا چاہئے۔ خالد بن ولید نے کہا کہ اے امین الأمتہ اِس سے پہلے بھی ماہان نے سات دن لڑائی موقوف رکھنے کا پیغام بھیجا تھا جس کو آپ نے منظور کرلیا تھا۔ باوجود اِس کے کہ میں نے آپکو منع کیا تھا۔ پھر اُسکا معاوضہ اُس نے ہمکو یہ دیا۔ کہ اچانک ہم پر لشکر لیکر چڑھ آیا۔ جبکہ ہم بالکل لڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اُسوقت اگر آپ میرا کہا مانتے تو ہمارے حق میں بہت ہی اچھا ہوتا۔ میں ان لوگوں کی چالاکیوں سے خوب واقف ہوں اب بھی اُس نے کوئی داؤ کھیلنے کا ارادہ کیا ہے آپ اُس کے پیغام کو ہرگز منظور نہ کریں۔ اور کہلا بھیجیں کہ لڑائی میں توقف نہیں ہو سکتا۔ اِسپر ابو عبیدہؓ نے قاصد کو کہا کہ ماہان کو جا کر کہدے کہ پہلی دفعہ تو تُو نے ہمسے فریب کیا تھا۔ اَب ہم تیرے فریب میں نہیں آتے۔ اور لڑائی میں توقف نہیں ڈال سکتے۔ ہم ابھی تیار ہو کر میدان میں آجائیں گے وہ بھی لشکر آراستہ کرکے میدان میں آجائیں آئندہ اختیار ہے مگر ہم اِس لڑائی کا خاتمہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

جب ماہان کا قاصد مایوس ہو کر واپس آگیا اور اُس نے ماہان کو اِس حال سے آگاہ کیا۔ تو وہ سخت متردد ہوا اور کہنے لگا۔ کہ میں اہل عرب کیساتھ صلح کی اُمید رکھتا تھا مگر وہ لڑائی اور خونریزی پر ضد کرتے ہیں۔ اچھا لشکر آراستہ کرو اور میدان جنگ میں چلو۔ نتیجہ جو کچھ ہوگا۔ دیکھا جائیگا۔

آج میں خود لڑائی میں موجود ہونگا۔ اور آپ میدان جنگ میں نکلوں گا۔ جرجیر نے کہا کہ ہمارے موجود ہوتے آپ کیوں میدان جنگ میں نکلیں گے پہلے میں میدان جنگ میں نکلونگا اور اہل عرب کے سپہ سالار کو جنگ کے لئے طلب کروں گا اگر میں نے اسکو مار لیا۔ تو ہماری فتح ہو جائے گی۔ اب سرداروں میں لڑائی ہونی چاہئے۔ اِس طرح لڑائی کا جلد فیصلہ ہو جائیگا ماہان نے کہا کہ اِس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اہل عرب کے دو تین سردار مارے جائیں خصوصًا خالد بن ولیدؓ۔ پھر ہم ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالیں گے۔ بس اہل عرب میں یہ دو تین سردار ہی ہیں جو اپنی جرأت اور جسارت ہمکو دکھا رہے ہیں اور ہماری تمام تدبیروں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ اِس بات کا فیصلہ کر کے ماہان نے لشکر کو میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔

اِدھر ابو عبیدہ نے اپنے لشکر کو صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد اسکو آراستہ کر کے میدان جنگ میں لے آئے۔

جرجیر سر تا پا آہن میں غرق ہو کر میدان جنگ میں آیا اور للکار کر کہا کہ میں رومی لشکر میں ایک نامی سردار ہوں۔ میرے مقابلہ پر اہل عرب کا سپہ سالار آئے۔ کیونکہ میں کسی ادنےٰ سردار کے ساتھ مقابلہ نہیں کرونگا۔

امین الامتہ ابو عبیدہ نے جو اپنا علم لئے ہوئے اپنے لشکر کے قلب میں تھے۔ جب جرجیر کا یہ کلام سُنا۔ تو خالد بن ولید کو بلا کر کہا کہ اے ابا سلیمان رومی سردار نے مجھکو مقابلہ کے لئے طلب کیا ہے

یہ علم تم اپنے پاس رکھو۔ اگر میں صحیح سالم واپس آگیا تو اپنا علم لے لونگا۔ ورنہ میری جگہ تم لشکر اسلام کے سپہ سالار ہو گے۔ جب تک کہ خلیفہ ثانی اِس بات کی منظوری بھیجیں۔ خالد بن ولیدنے کہا کہ اے امین الامتہ آپ روزے رکھکر اور شب بیداری کرکے بڑے نحیف اور لاغر ہو رہے ہیں خصوصاً آج رات آپ لشکر کی نگہبانی کرتے ہیں۔ آپ اپنا علم اپنے پاس رکھئے اور مجھکو اجازت دیجئے کہ میں اس رومی سردار کے مقابلہ پر جاؤں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ مجھکو رومی سردار نے طلب کیا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اس کے مقابلے پر جاؤں۔ اِسپر دیگر سرداروں نے بھی عرض کی کہ جب ہم لوگ موجود ہیں تو پھر آپ کیوں میدان جنگ میں جاتے ہیں پہلے ہم کو تصدق اور قربان ہونے دیجئے۔ پھر آپ جو چاہیں کیجئے گا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ میں میدان جنگ میں جانے سے رُک نہیں سکتا۔ جب فریق مخالف نے مجھکو طلب کیا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں اُس کے مقابلہ پر جاؤں۔ اِس لیئے تم مجھکو ہرگز نہ روکو۔ میں عزم کر چکا ہوں یہ جواب سُنکر سب خاموش ہو گئے خالد بن ولید نے علم اُن کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور ابو عبیدہ زِرہ پہنے ہوئے پورے ہتھیاروں کے ساتھ مسلح ہو کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔

جب ابو عبیدہ بن جراح جرجیر کے مقابل ہوئے تو جرجیر نے پوچھا کہ کیا اہل عرب کے سردار تم ہی ہو۔ ابو عبیدہ نے کہا اہل اسلام مجھکو اپنا سردار سمجھتے ہیں اور میں تمہارے بلانے پر مقابلہ کے لئے آیا ہوں

دونوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک دونوں برابر لڑتے رہے اہل اسلام ابو عبیدہؓ کی طرف سے بڑے فکر مند تھے اور اُن کی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ جرجیر یہ دیکھکر کہ اُس کا حریف اسکے قابو میں نہیں آتا۔ اچانک گھوڑا پھیر کر میدان سے بھاگ نکلا ابو عبیدہؓ نے تلوار کھینچے ہوئے اُسکا تعاقب کیا۔ تھوڑی دور جاکر جرجیر نے الٹ کر ابو عبیدہ پر وار کیا۔ ابو عبیدہ نے وار خالی دیا۔ اور اِس زور سے ایک ہاتھ مارا کہ جرجیر کی زِرہ کاٹ کر اُس کو گھائل کر دیا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ لشکر اسلام نے بھی خوشی سے تکبیر بلند کی اور ابو عبیدہؓ مظفر و منصور اپنے لشکر میں واپس آگئے۔ اور اپنا علم لیکر اپنی جگہ پڑ کھڑے ہو گئے +

ماہان نے جب جرجیر کو قتل ہوتے دیکھا۔ تو وہ بہت گھبرایا اور اُس نے کہا کہ افسوس ہے کہ میرا دست و بازو میدان جنگ میں قتل ہو گیا ہے۔ اب میں خود میدان میں نکلتا ہوں اگر مارا گیا تو اِس تردد سے نجات پاؤں گا۔ اور اگر بچ گیا تو بادشاہ کے انعام کا مستحق ہونگا۔ اِسپر ایک بہادر پہلوان ماہان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ آپ میدان میں نہ جائیے۔ اور مجھے اجازت دیجئے۔ میں جرجیر کا بدلہ اہل اسلام سے لونگا۔ ماہان نے کہا کہ اچھا تم بھی میدان میں جاکر قسمت آزمائی کر لو۔ اِس پہلوان کا نام سرجس تھا۔ اور وہ جرجیر کا رشتہ دار تھا۔ جب وہ میدان میں نکلا تو گھوڑے کو میدان میں چکر دے کر اپنی شہسواری کا ثبوت دینے لگا۔ اتنے میں لشکر اسلام میں سے مالک اشتر نکلا۔ اور سرجس کے مقابل ہوا کچھ دیر تک

برابر کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر مالک اشتر نے دیکھکر کہ سرجبس کے جسم پر کوئی وار کارگر نہیں ہوتا۔ اُس کی ران میں تاک کر نیزہ مارا مگر نیزہ بجائے سرجبس کے گھوڑے کی پسلیوں میں کھُب گیا گھوڑا معہ سوار زمین پر گر پڑا۔ سرجبس اپنے گھوڑے کی زین سے الگ نہ ہوا تھا۔ کہ مالک نے سبکدستی کرکے اُسکا کام تمام کیا؁

یہ حالت دیکھکر ماہان طیش میں آیا۔ اور اُس نے خود میدان جنگ میں نکلنے کا ارادہ کیا۔ اُس کے ماتحت سردار پھر اُس کے پاس آکر کہنے لگے کہ جب تک ہم زندہ ہیں تب تک آپ میدان میں نہ جائیے۔ ماہان نے کہا کہ میں یہ مقابلہ دیکھکر تنگ آگیا ہوں۔ اور اس کھیل کو ختم کرتا ہوں۔ میں لڑائی کو اس سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ یا تو مجھکو فتح ہوئی یا شکست۔ اگر میں نے شکست کھائی تو میں بادشاہ سے سرخرو ہو جاؤنگا۔ اور اُس کو کہدوں گا۔ کہ میں نے حتی المقدور کوشش کی۔ اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالا۔ مگر عربوں کے سامنے ہماری کچھ پیش نہ گئی۔ اب تم سب اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ اور مجھکو میدان میں جانے دو۔ ماہان کے ماتحت یہ سُنکر چُپ ہو گئے۔ اور ماہان مسلح ہوکر اور ایک وزنی عمود ہاتھ میں لیکر میدان میں نکلا۔ ماہان بڑا تنومند اور بہادر جنگجو تھا۔ اور اُسکو یقین تھا۔ کہ اہل عرب گو منچلے ہیں۔ اور تیغ و سنان کی لڑائی میں سبکدست ہیں۔ مگر اُسکے عمود کا وار ان میں سے کوئی سنبھال نہ سکے گا؁

مالک اشتر سرجبس کو قتل کرکے میدان میں للکار رہا تھا

کر ماہان میدان میں پہونچگیا۔ خالد بن ولید نے دور سے ماہان کی سج دھج دیکھکر اسکو پہچان لیا۔ اور ابو عبیدہ کو کہا۔ کہ اب خود ماہان میدان میں نکلا ہے۔ امید ہے کہ لڑائی کا جلد خاتمہ ہو جائیگا۔ اگر مالک اشتر میدان میں موجود نہ ہوتا۔ تو ماہان کے مقابلہ پر میں خود نکلتا۔

ماہان نے میدان میں آتے ہی مالک کو پوچھا کہ کیا تمہارا نام خالد ہے۔ مالک نے کہا نہیں۔ میرا نام مالک اشتر ہے۔ ماہان نے کہا میرا ارادہ خالد کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تھا۔ مگر کوئی حرج نہیں تمکو قتل کر کے میں خالد کو طلب کرونگا۔ مالک نے کہا تمہاری آرزو پوری نہ ہوگی۔ کیونکہ میرے ہاتھ سے تم زندہ نہ رہوگے۔ ماہان نے کہا میں تمہارے لشکر کے تمام سرداروں کو چُن چُن کر قتل کرونگا تونے مجھے سمجھا کیا ہے۔ اچھا سنبھل جاؤ لڑائی شروع ہوئی۔ کچھ دیر تک یکساں وار پڑتے رہے اور دونو سنبھالتے رہے۔ مگر فریقین جلد ایک دوسرے کی طاقت اور زور کے قائل ہوگئے۔ ماہان نے موقعہ پاکر بڑے زور کے ساتھ عمود کا وار کیا۔ مالک نے اُس کو ڈھال پر لیا۔ مگر عمود ڈھال سے پھسل کر مالک کی خود پر پڑا کوئی شبہ نہیں کہ اگر عمود پورے زور کے ساتھ مالک کی خود پر پڑتا تو مالک کا سر پاش پاش ہوجاتا مگر عمود کا زور ڈھال پر پڑنے سے کم ہوگیا تھا پھر بھی اسکی ضرب سے مالک کی خود اسکی آنکھ کی اوپر کی ہڈی میں کھب گئی اور اُسکی ہڈی باہر نکل آئی۔ زخم سے خون جاری ہوا۔ اور ماہان نے سمجھا کہ

اسکا حریف قتل ہو گیا ہے اور عنقریب گھوڑے سے گرا چاہتا ہے اودہر مالک نے اللہ سے دعائے نصرت مانگی اور رسول صلعم پر درود بھیجا۔ ماہان مالک کے گرنے کا منتظر ہی تھا۔ کہ مالک اُسی زخمی حالت میں بجلی کی طرح گھوڑا کودا کر ماہان پر ٹوٹ پڑا اور بڑے زور سے تلوار کا وار کیا تلوار ماہان کے دائیں شانہ پر پڑی۔ زیادہ کارگر تو نہ ہوئی مگر ماہان کا شانہ زخمی ہوا۔ ماہان اپنے ہاتھ کو بیکار پاکر گھوڑا دوڑاکر اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ مالک اشتر اپنے لشکر میں آگیا۔ اور اُس کا زخم باندھا گیا۔

خالد بن ولید نے جو ماہان کو پیٹھ پھیرتے دیکھا تو اُسنے ابو عبیدہ کو کہا کہ اب وقت ہے یکبارگی حملہ کی اجازت دیجئے۔ آج یقیناً ہم فتح پائیں گے اور یہہ بڑا لنبا کھیل ختم ہوگا۔ ابو عبیدہ نے اُسی وقت جنگ مغلوبہ کا حکم دیدیا تمام لشکر اسلام اللہ و اکبر کے نعرے مارتا ہوا رومی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور رومیوں میں قتل کا بازار گرم کردیا رومی جم کر لڑتے تھے۔ مگر عربی تلوار کا لقمہ ہوئے جاتے تھے شام تک سنگین لڑائی ہوتی رہی۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ کہ رومیوں نے بھاگنا شروع کیا اہل عرب نے اُن کا پیچھا کیا۔ وہ دریا یرموک جس کو رومی لشکر نے اپنی حفاظت سمجھا ہوا تھا اب اُنکی ہلاکت کا گڑھا بنگیا۔ ہزارہا رومی بھاگتے ہوئے دریا میں غرق ہو گئے۔ خالد بن ولید نے معہ اپنے لشکر زحف کے ماہان اور اُسکے ہمراہیوں کا پیچھا کیا۔ اور کچھ فاصلہ پر اُن کو جالیا ماہان اس معرکہ میں قتل ہوا۔ اور اُسکے کئی ہمراہی بھاگتے ہوئے

مارے گئے باقی منتشر ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

اہل عرب کو بڑی شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اس تمام جنگ میں بقول کاسن ڈی پرسیول ایک لاکھ چالیس ہزار اور بقول واقدی ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل ہوئے جو دریا میں غرق ہوئے اُن کا کوئی حساب نہیں اور چالیس ہزار اہل اسلام کے ہاتھ اسیر ہوئے۔ جب کہ لشکر اسلام میں زخمی تو بہت تھے۔ لیکن مقتولوں کی تعداد بقول کاسن ڈی پرسیول صرف تین ہزار اور بقول واقدی چار ہزار اور بقول مؤلف تاریخ عالم چار ہزار تیس تھی۔

رومیوں کا بیشمار مال اسباب اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ صرف ماہان کا ساز و سامان ہی ساٹھ ہزار دینار کا تھا۔ یہ جنگ عظیم ماہ رجب ۱۵ھ ہجری میں واقعہ ہوئی تھی۔ اور اس نے ملک شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ جب ابو عبیدہ اپنے شہیدوں کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے اور مال غنیمت جمع ہو چکا تو انہوں نے خلیفہ ثانی کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اور درود اللہ کا نازل ہو اوپر اس کے نبی برگزیدہ کے۔ یہ خط ہے ابو عبیدہ عامر بن جراح کی طرف سے۔ تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اُس اللہ کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اور شکر کرتا ہوں بڑا شکر اوپر اُس چیز کے جو اتاری اُس نے میرے اوپر اپنی نعمتوں سے اور خاص کیا ہمکو اُس نے ساتھ اپنی نعمت کے بہ برکت نبی الرحمتہ و شفیع الامتہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور آگاہ

نوٹ:۔ یعنے غالباً واقدی نے صرف ان رومی مقتولوں کا شمار لیا ہے جو میدان جنگ میں بالمقابل [illegible] ہوئے تھے۔ اور دریا میں غرق ہونے والوں کی تعداد نہیں لی۔

کرتا ہوں میں آپ کو اس امر سے کہ تحقیق اترا میں یرموک میں۔ اترا ماہان قریب مجھ سے اور نہیں دیکھا مسلمانوں نے اس سے زیادہ کسی جماعت کو اور نہ شمار کو۔ پس توڑ دیا اللہ نے اس جماعت کو اور مددوی اور غالب کیا ہمکو ان پر ساتھ اپنے احسان کے۔ پس مار ڈالا ہم نے ان میں سے ایک لاکھ پانچہزار کو اور قید کر لیا چالیس ہزار کو اور ڈوب گئے ہزاروں دریا میں اور مارے گئے مسلمانوں سے چار ہزار۔ ختم کیا اللہ تعالےٰ نے ان کے واسطے شہادت کو یکجا کیا میں نے غنائم کو اور نکال لیا اس سے پانچویں حصہ کو اور میں منتظر آپ کے حکم کا ہوں پانچویں حصہ اور غنائم کے باب میں اور سلامتی اور رحمت ہو اللہ تعالےٰ کی آپ پر اور تمام مسلمین پر"

یہ خط لکھکر ایک قاصد کے حوالہ کیا اور لشکر کو دمشق کی طرف چلنے کا حکم دیا کیونکہ بوجہ کثیر ہونے مقتولوں کے میدان یرموک کی ہوا خراب ہو گئی تھی۔

جس دن یرموک میں اہل اسلام کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی اس رات کو حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے ایک خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضہ مبارک میں تشریف رکھتے ہیں اور انکے پاس حضرت ابا بکرؓ صدیق بیٹھے ہوئے ہیں حضرت عمرؓ نے سلام کیا اور کہا یا رسول اللہ صلعم میں لشکر اسلام کے لئے بڑا متفکر ہوں اور میرا دل اس طرف لگا رہتا ہے اور مجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ دشمن کی تعداد کئی لاکھ ہے اور اہل اسلام قلیل ہیں اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے

عمرؓ تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور اُنکے دشمنوں کو ہلاک کیا اسکے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیئت پڑھی:۔ "اُس دوسرے گھر کو مقرر کیا ہے۔ ہم نے واسطے اُن لوگوں کے جو نہیں چاہتے ہیں بزرگی اور تاثیر زمین کی یہ جفاکاری اور ستم لوگوں پر اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے واسطے ہے"

حضرت عمرؓ نے صبح اُٹھ کر یہ خواب اہل اسلام کو سنایا وہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے اہل اسلام پر اپنا فضل وکرم کیا ہے۔ چند دن بعد ابو عبیدہؓ کا قاصد خط لئے پہونچا حضرت عمرؓ پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر مسلمانوں کو خط سنایا۔ اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے میرا خواب سچا کر دکھایا اس کے بعد قلم دوات لیکر ابو عبیدہؓ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے یہ خط ہے از جانب عبد اللہ عمرؓ بن خطابؓ بنام اُن کے عامل ملک شام۔ سلامتی ہو تم پر۔ پس تحقیق تعریف کرتا ہوں۔ میں اس اللہ تعالےٰ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں۔ اور درود بھیجتا ہوں میں اُس کے نبیؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہ تحقیق میں خوش ہوا۔ اُس چیز سے جو فتح کی اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر اپنی مدد دہی سے اور شکست اُن کی دشمنوں سے پس جس وقت پہونچے یہ میرا خط

تقسیم کرو تم غنائم کو مسلمانوں پر اور ہر ذی حق کو اسکا حق دو۔ اور حفاظت کرو تم مسلمانوں کی اور نگہبانی کرو تم انکے کاموں کی اور ٹھیرے رہو تم اپنی جگہ پر۔ جب تک کہ پہونچے تم کو حکم میرا اور سلامتی ہو تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر اور رحمت اور برکت اللہ کی"

جب ابو عبیدہ کو یہ خط ملا۔ تو انہوں نے حسب دستور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ مدینہ منورہ میں بھیج دیا۔ اور باقی اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ایک ماہ تک حوالی دمشق میں مقام رکھا۔ ایک دن اپنے سرداروں کو جمع کر کے ابو عبیدہ نے پوچھا۔ کہ اس امر کی تم مجھے کیا صلاح دیتے ہو کہ ہم آگے بڑھیں یا فلسطین کا قصد کریں۔ سرداران نے یہ صلاح دی کہ بجائے آگے بڑھنے کے فلسطین کی طرف جانا چاہئے۔ کیونکہ جبتک فلسطین پر ہمارا قبضہ نہ ہو جائے تب تک ملک شام میں قدم آگے بڑھانا مناسب نہیں اس پر ابو عبیدہؓ نے کہا کہ فلسطین پر دو مقام بڑے مضبوط ہیں ایک بیت المقدس۔ دوسرا قیساریہ۔ دونوں میں کس پر پہلے چڑھائی کریں۔ سرداروں نے کہا کہ اس بارہ میں خلیفہ ثانی کا حکم منگا لینا چاہئے۔ جو حکم آئے گا اُس پر عمل کیا جاوے گا۔ ابو عبیدہؓ نے اس بات کو پسند کیا اور خلیفہ ثانی کی خدمت میں عرض کر بھیجا کہ فلسطین میں دو مقام بڑے مضبوط اور مستحکم ہیں۔ ایک بیت المقدس۔ دوم قیساریہ۔ قیساریہ میں قیصر روم کا بیٹا قسطنطین جرار لشکر کے ساتھ موجود ہے۔ اور بیت المقدس میں بھی کثیر فوج حفاظت کے لئے متعین ہے

آپ مجھے حکم دیں کہ میں پہلے کس مقام پر چڑھائی کروں ؛
خلیفہ ثانی نے جب ابو عبیدہؓ کا خط پڑھا۔ تو آپ نے حضرت علیؓ کیساتھ مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری رائے میں بیت المقدس کا پہلے فتح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ بڑا ضروری مقام ہے۔ جب وہ فتح ہو جائیگا۔ تو پھر قیساریہ پر حملہ کرنا چاہیئے۔ خلیفہ ثانی نے حضرت علیؓ کی رائے پسند کی۔ اور اسکے بموجب ابو عبیدہؓ کو حکم بھیجدیا۔ ابو عبیدہؓ نے حکم پہونچتے ہی پانچ ہزار اسوار پر یزید بن ابو سفیان کو سردار مقرر کر کے بیت المقدس کی طرف روانہ کیا۔ دوسرے دن شرجیلؓ بن حسنہ کو پانچ ہزار سوار دیکر روانہ کیا۔ تیسرے دن مرقال بن ہاشمؓ کو پانچہزار سوار کی جمیعت سے بیت المقدس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا چوتھے دن قیس بن ہبیرہ کو پانچہزار سوار کے دستہ پر افسر کر کے بھیجا۔ اور ان سب کو یکے بعد دیگرے تاکید کر دی کہ بیت المقدس کے قریب جا کر الگ الگ مقام پر اتریں۔ مطلب یہہ تھا۔ کہ ہر روز نیا لشکر وہاں پہونچے گا۔ تو دشمنوں پر رعب پڑے گا۔ ان سب کے بعد آپ معہ باقیماندہ لشکر مال اسباب و عورتوں کے آہستہ قدم روانہ ہوئے ؛

نمبر ۳۲

فتح بیت المقدّس

سنہ ۱۶ ہجری

جنگ یرموک کی خبریں بجلی کی طرح تمام اطراف میں پھیل گئیں۔ جو شہر اسلام نے اس جنگ کے پہلے فتح کئے تھے۔ اور شاہی لشکر کی آمد پر شاہ روم کے پھر قبضہ میں آ گئے تھے۔ وہ اب شاہی لشکر کے شکست پانے پر خود بخود ہی اہل اسلام کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے مگر جو شہر ابھی شاہ روم کے قبضہ میں تھے وہ بدستور مقابلہ پر اڑے ہوئے تھے گو جنگ یرموک کے نتیجہ نے اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی تھی۔ اور ان کو بھی اندیشہ تھا۔ کہ لشکر اسلام عنقریب اُن پر چڑھائی کرے گا۔

اہل بیت المقدس بھی اس سے بے خبر نہ تھے جب یزید بن ابوسفیان اپنے پانچہزار سوار لیکر بیت المقدس میں پہنچا تو اہل شہر قلعہ بند ہو گئے اُن کو یہ جرأت تو نہ پڑی کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کریں مگر قلعہ کو انہوں نے اچھی طرح محفوظ کر لیا۔ دوسرے دن شرجیلؓ کا دستہ پہونچ گیا تیسرے دن مرقالؓ بن ہاشم اور چوتھے دن قیسؓ بن ہبیرہ چاروں الگ الگ دروازوں پر آ اترے اور ابوعبیدہؓ کا انتظار کرنے لگے قلعہ والوں نے بھی انکے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی اور چُپ چاپ اپنی حفاظت میں لگے رہے۔

جب تین دن گذر گئے تو یزید بن ابوسفیان کے ایک ہمراہی

نے پوچھا کہ کیا بیت المقدس کے لوگ گونگے ہیں۔ کہ بولتے نہیں بہرے ہیں کہ سنتے نہیں اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں۔ ہم کو اُن کے مقابل اُترے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں اُنہوں نے ہمکو پوچھا تک نہیں کہ تم کس طرح آئے ہو۔ تمہارا کیا مطلب ہے اُن کا ایک آدمی بھی ہمکو دکھائی نہیں دیا۔ اُنہوں نے ہماری ذرہ پرواہ نہیں کی۔ اسطرح ہم کب تک کس میپرس حالت میں پڑے رہینگے۔ مناسب سمجھیں تو ہمیں قلعہ پر حملہ کی اجازت دیں۔ تاکہ اُن کو ہوش میں لائیں۔ اور اُن کے ساتھ ہماری راہ ورسم تو کھل جائے +

یزید بن ابوسفیان نے کہا کہ مجھ کو امین الامتہ نے یہاں ڈیرا لگانے کا حکم دیا تھا۔ نہ کہ حملہ کرنے کا۔ ہاں اگر اہل بیت المقدس میدان میں آجاتے تو بڑی خوشی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرتے۔ مگر اب چونکہ وہ محصور ہو گئے ہیں اسلئے سپہ سالار کے حکم کے بغیر میں اُن پر حملہ نہیں کر سکتا۔ جب وہ اس جگہ تشریف لے آئیں گے۔ تو جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ہاں اس بات کا کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی آدمی کو بھیجکر اہل قلعہ سے بات چیت کا سلسلہ چھیڑ دیں اور اُن کا عندیہ معلوم کریں شاید وہ صلح کے خواہشمند ہوں کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے دلوں میں اہل عرب کی دہشت ڈال دی ہے۔ ورنہ وہ ضرور میدان میں نکلکر ہمارا مقابلہ کرتے۔

اسپر یزید بن ابوسفیان نے ایک آدمی قلعہ والوں کے پاس بھیجا اس نے قلعہ کے نیچے جا کر اہل بیت المقدس کو کہا کہ کوئی آدمی

میرے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بھیجو۔ جب دونوں یکجا ہوئے تو عرب نے کہا کہ اہل عرب تمہارے شہر پر حملہ آور ہوئے ہیں بتاؤ تمہارا کیا منشاء ہے رومی نے کہا کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔ عرب نے کہا کہ اوّل تو ہم تمکو دین اسلام کی دعوت کرتے ہیں۔ تاکہ تم ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار ہو جاؤ اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو صلح کر لو اور ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ جیسکہ اہل شام نے کیا ہے اگر دونوں باتیں منظور نہیں ہیں تو میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کرو

رومی نے جواب دیا کہ شاہ ہرقل نے رومی فوج ایک بطریق (سردار) کے ماتحت بیت المقدس کی حفاظت کے لئے بھیجی ہوئی ہے اس کے علاوہ اہل شہر بھی مسلح ہیں اور فن جنگ میں ماہر ہیں وہ نہ تو تمہارا اسلام قبول کرتے ہیں۔ نہ تمہاری حفاظت میں آتے ہیں اور نہ ابھی میدان میں نکلنا چاہتے ہیں انہوں نے قلعہ کو اچھی طرح محفوظ کر لیا ہے۔ چاہے دس سال تم محاصرہ کئے رہو تم ان پر غالب نہیں آسکو گے تم آخر تھک کر چلے جاؤ گے۔

عرب نے کہا کہ یہ دھمکی ہمکو بہت سے قلعہ داروں نے دی ہے۔ مگر آخر تنگ آکر انہوں نے صلح کی درخواست کی تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ ہم تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور جب تک اس شہر کو فتح نہ کر لیں گے۔ آگے نہیں بڑھیں گے یہ کانٹا نکال کر ہی کہیں جائیں گے۔ کب تک مقابلہ پر اڑے رہو گے۔ رومی نے کہا کہ اچھا دیکھا جائے گا۔ مگر یہ امید نہ رکھو کہ ہم اپنا شہر یوں ہی تمہارے حوالہ کر دینگے۔ اس پر گفتگو ختم ہوئی اور عرب نے واپس آکر یزید بن ابو سفیان کو اس حال سے

آگاہ کیا۔ یزید بن ابو سفیان نے کہا کہ اگر وہ مقابلہ پر آمادہ ہیں تو یہاں کیا تامل ہے امین الامتہ آجائیں۔ تو لڑائی شروع کر دینگے۔

دس دن بعد ابو عبیدہؓ معہ لشکر اسلام آتے ہوئے دکھائی دیئے چاروں عربی سردار ان کے استقبال کے لئے گئے۔ ابو عبیدہ کے دائیں طرف خالد بن ولید اور بائیں طرف عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھے۔ چاروں سرداروں نے ابو عبیدہؓ اور دیگر سرداروں کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور ایک دوسرے سے مل کر بڑے خوش ہوئے اور اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ دشت و جبل گونج اٹھے۔

رومیوں نے جب یہ شور سنا تو چند ایک رومی جو قلعے کی دیوار سے اسلامی لشکر کی آمد کو دیکھ رہے تھے۔ دوڑتے ہوئے اپنے بطریق کے پاس گئے۔ بطریق نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ انہوں نے کہا کہ اہل عرب کا ایک اور لشکر آ پہونچا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سپہ سالار لشکر اسلام آگیا ہے اور اہل عرب نے اس کی خوشی میں آسمان سر پر اٹھایا ہے۔ بطریق نے کہا کہ عربی لشکر تو پہلے بھی یہاں بہت تھا اب یہ اور بلا آ پہونچی ہے۔ خیر مضائقہ نہیں جو پیش آئیگا دیکھا جائیگا۔ یزید بن ابو سفیان نے ابو عبیدہ کو اطلاع دی۔ کہ اہل بیت مقدس صلح پر راضی نہیں ہیں۔ اور لڑائی پر آمادہ ہیں ابو عبیدہ نے کہا بہت بہتر کل چار طرف سے قلعہ پر حملہ کرو دینگے۔ دوسرے دن لشکر اسلام نے حملہ کیا مگر ناکام واپس آئے۔ اسیطرح کئی دن برابر حملے کرتے رہے

مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر خالد بن ولید نے کہا کہ ہمارے حملوں کا قلعہ والوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا میری تجویز ہے کہ چیدہ چیدہ تیرانداز متفرق ہو کر قلعہ کے قریب جائیں اور ڈھالیں سر پر رکھ کر بیٹھ جائیں اور اس حالت میں قلعہ والوں پر تیر چلائیں اس تجویز کو ابو عبیدہ نے پسند کیا اور اہل یمن میں سے ماہر تیرانداز میدان میں بھیجے گئے۔ وہ تیر کی مار کا فاصلہ چھوڑ کر میدان میں ڈھالیں سر پر رکھے ہوئے بیٹھ گئے ضرار بن ازور بھی نیزہ چھوڑ کر اور تیر کمان لیکر میدان میں چلا گیا جب اہل یمن نے اس طرح تیر چلانے شروع کئے۔ تو کئی ایک رومی زخمی ہونے لگے وہ اوپر سے پتھر اور تیر پھینکتے مگر اہل یمن بوجہ ڈھالوں کے محفوظ رہے۔ ضرار بن ازور نے قلعہ کے بڑے برج پر جہاں رومی علمبردار تھا۔ تاک کر تیر چلایا۔ تیر رومی علمبردار کے سینہ پر بیٹھا اور وہ گھائل ہو کر گر پڑا قلعہ میں نالہ و بکا کا شور بلند ہوا اور اہل اسلام خوش ہوئے اس طرح ہر روز لڑائی ہوتی رہی۔ حتےٰ کہ کامل چار ماہ گذر گئے اہل قلعہ اب تنگ ہو گئے۔ ایک تو ہر روز اُن کے سپاہی کچھ نہ کچھ زخمی ہوتے تھے۔ دوئم اندر بیٹھے بیٹھے اُن کے دل گھبرا گئے تھے۔ آخر تنگ آ کر چند ایک معزز آدمی اپنے بطریق کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اہل عرب ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے اور ہم زچ آ گئے ہیں بہتر ہے کہ ہم اُن کیساتھ صلح کر لیں۔ اور اُن کی حفاظت میں آ جائیں۔ بطریق یہ سنکر بیت المقدس کے قس اعظم کے پاس گیا اور کہا کہ اہل بیت المقدس اہل عرب کے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں قس اعظم کہنے لگا کہ اگر تم لوگ بیت المقدس کی حفاظت نہیں

کرسکتے تو بہتر ہے صلح کرلو مگر میری رائے ہے کہ اہل عرب کے خلیفہ کو یہاں بلالو تاکہ اسکے ساتھ ہم عہد و پیمان کرلیں - اور قلعہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں دیں اس طرح اہل عرب ہمکو کوئی تکلیف نہیں دے سکیں گے اور ہم اور ہمارے عبادت خانے اُن کے ہاتھ سے محفوظ رہیں گے - بطریق نے کہا کہ اہل عرب کی بابت ہمنے سنا ہے کہ جب وہ کسی کو امان دیتے ہیں اور اپنی حفاظت میں لیتے ہیں تو اہل شہر کے ساتھ نہایت نیک سلوک کرتے ہیں کسی کے زن و بچے کو تکلیف نہیں دیتے کسی کی جائداد اور مال اسباب کو نہیں چھیڑتے کسی کی زمین نہیں چھینتے اور جو عہد کرلیتے ہیں اُسکے ہمیشہ پابند رہتے ہیں عبادتخانوں کو مسمار نہیں کرتے راہبوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتے اور اہل شہر کی مذہبی رسوم کی ادائیگی میں ہارج اور خلل انداز نہیں ہوتے - دمشق وغیرہ میں اُنہوں نے ایسا ہی کیا ہے اس لحاظ سے میں اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتا - کہ صلح کے لیئے اُن کے خلیفہ کو تکلیف دی جائے - جو کچھہ سپہ سالار اسلام کہدے گا اُس کے سب پابند ہو جائینگے قس اعظم نے کہا کہ [illegible] المقدس ہے - تمام دنیا میں یہ ممتاز اور اشرف ہے اس لیئے ضرور [illegible] کہ اہل عرب کا خلیفہ خود یہاں چل کر آئے تم سپہ سالار [illegible] اسلام کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر اُن کا خلیفہ خود آئے تو ہم کنجیاں [illegible] کے حوالہ کردینگے اُمید ہے کہ وہ مان جائے گا اور ضروری سمجھکر

نوٹ : - بعض یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ اہل بیت المقدس میں یہ روایت چلی آتی تھی کہ بیت المقدس کو وہ بادشاہ فتح کریگا جس کا نام سہ حرفی ہوگا - حضرت عمر کا نام سہ حرفی تھا اس لیئے قس اعظم حضرت کی موجودگی پہ اصرار کرتا تھا -

خلیفہ کو بلانے کے لئے خط لکھے گا*

اس پر بطریق چند ایک آدمی ہمراہ لیکر قلعہ سے نکلا - لشکر اسلام کے قریب جاکر کہنے لگا کہ میں صلح کے لئے آیا ہوں اپنے سپہ سالار کو میرے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے بھیجو ابو عبیدہؓ معہ خالد بن ولید اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے رومی بطریق کے پاس آئے رومی بطریق نے ابو عبیدہؓ کیساتھ مصافحہ کیا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ اے برادر عربی - تمکو علم نہیں کہ یہ بیت المقدس ہے اور تمام دنیا میں اشرف سمجھا جاتا ہے جو شخص بیت المقدس پر چڑھائی کرے گا اُسپر خدا کا غضب نازل ہو گا - کیونکہ یہ خدا کا مقدس گھر ہے ابو عبیدہ نے کہا کہ اے برادر رومی ہم بیت المقدس کی بزرگی اور شرافت کے قایل ہیں ہمارے برگزیدہ نبی صلعم نے معراج کی رات کو پہلے بیت المقدس کی زیارت کی تھی - لیکن اللہ تعالےٰ نے ہمکو بیت المقدس کا وارث بنایا ہے اور ہم اپنی وراثت لینے آئے ہیں اسلئے خدا کا غضب ہم پر نازل نہیں ہوگا بلکہ ہم اُس کی رحمت اور انعام کے مستحق ہونگے*

رومی بطریق یہ جواب سنکر دنگ رہ گیا - اور اس نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں بتایئے آپ کی صلح کی شرائط کیا ہیں - ابو عبیدہؓ نے کہا سب سے پہلے تو ہم آپ کو دعوت اسلام کرتے ہیں - اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہمارا سلوک تمہارے ساتھ برادرانہ ہو گا - اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو ہماری حفاظت میں آجاؤ ہم تمسے جزیہ لیں گے اور تمہاری حفاظت کے ذمہ وار ہونگے*

رومی نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں - لیکن ہم

دوسری شرط منظور کرتے ہیں بشرطیکہ خود تمہارا خلیفہ یہاں آجائے اور ہم اُس کے ہاتھ میں قلعہ کی کنجیاں دیدینگے اور تمہاری حفاظت میں آجائیں گے۔ ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولید اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی طرف دیکھا دونوں نے یکزبان ہوکر کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں آپ خلیفہ ثانی کو خط لکھکر بلالیں۔ وہ آجائیں گے اور ہم سب بھی اُن کی زیارت کا شرف حاصل کریں گے۔

ابو عبیدہؓ نے یہ بات منظور کرلی اور رومی بطریق کو رخصت کرکے اپنے خیمہ میں واپس آئے سب مسلمان یہ بات سنکر خوش ہوئے اور ابو عبیدہ کی خدمت میں عرض کی کہ جلدی خلیفہ ثانی کو خط لکھکر بلائیں۔ تاکہ بیت المقدس بھی فتح ہو جائے اور ہم بھی حضرت عمرؓ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھا۔

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ یہ خط ہے ابو عبیدہؓ عامر بن جراح کی طرف سے بخدمت امیرالمومنین عمرؓ بن خطاب اللہ تعالیٰ کی آپ پر سلامتی ہو۔ پس تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور تحقیق درود بھیجتا ہوں میں اُس کے نبیؐ پر۔ اور جانو آپ امیرالمومنین کہ ہم بیت المقدس کے مقابل اترے ہوئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ برابر لڑتے رہے ہیں۔ بہ تحقیق ملاقی ہوئے اہل اسلام بڑی مشقت سے بوجہ سردی کے مگر وہ صبر کرنے والے ہیں اور امید رکھتے ہیں۔ مہربانی کی اللہ غالب بندگ کے ہے پس جب ہوا آج کا دن کہ جس میں لکھتا ہوں میں آپکو

خط تو سامنے آیا میرے بطریق انکا جس کی وہ تعظیم کرتے ہیں اور درخواست کی اُس نے ہم سے بچانے خونریزی اور اس امر کی کہ آئیں آپ ہمارے پاس اور کمک کرو ہماری اپنی ذات سے پس فتح کرے گا۔ اللہ اس شہر کو آپ کے ہاتھ پر اور سلامتی اور رحمت ہو اللہ کی۔ آپ پر اور تمام مسلمین پر"

خط لکھکر ابو عبیدہؓ نے میسرہ بن مسروق کے حوالہ کیا اور کہا کہ جلدی خلیفہ ثانی کی خدمت میں لے جاؤ میسرہ فی الفور ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوا اور بہت جلد مدینہ پہونچ گیا اور خلیفہ ثانی کیخدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا۔ خلیفہ ثانی نے خط پڑہکر حاضرین کو سنایا اور پوچھا کہ اس بارہ میں تم مجھکو کیا مشورہ دیتے ہو حضرت عثمانؓ بن عفانؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنین اللہ تعالے نے رومیوں کو ذلیل کیا ملک شام سے اُن کو نکال دیا۔ اور اہل اسلام کو اُن پر غلبہ دیا۔ اب ہمارے ساتھیوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ہوا ہے اہل شہر کو تنگی میں ڈالا ہے ہر روز دشمنوں کی ذلت سستی اور وہشت بڑھتی جاتی ہے۔ اگر آپ وہاں نہ جائیں گے تو وہ سمجھ لیں گے کہ انکی درخواست کو ہمنے خفیف اور سبک جانا ہے اسپر وہ ہمت ہار دینگے اور ذلت کو گوارا کرکے ہمارے ساتھیوں سے امان مانگیں گے اور جزیہ ادا کرینگے حضرت عمرؓ نے یہ رائے سنکر حضرت علیؓ کی طرف نظر کی اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ اے امیرالمومنین میں اس رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا۔ میری رائے یہ ہے کہ اُن کی درخواست منظور کرنی چاہیئے اور آپ کو بیت المقدس میں جانا چاہیئے مجھے امید ہے کہ آپکے جانے پر وہ شہر آپ کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا۔ اور اہل اسلام

تکلیف اور مشقت سے بچ رہیں گے آپکو دیکھکر وہ بڑے خوش ہونگے اور آپ بھی ان کا حال چال دیکھ آئینگے اور انکو پند و نصیحت کر آئیں گے علاوہ ازیں آپ جتنے قدم اس کارِ خیر میں چلیں گے ہر قدم کا آپکو ثواب حاصل ہوگا اگر آپ نہیں جائیں گے تو مسلمان دل شکستہ ہوں گے اور ممکن ہے کہ دشمن ناراض ہو کر قلعہ بند رہیں اور لڑائی جاری رکھیں آئندہ آپ کا اختیار ہے حضرت عمرؓ یہ رائے سنکر خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالحسن آپ کی رائے نہائیت پسندیدہ ہے آپ کی رائے ہمیشہ صائب ہوتی ہے اور میں آپ کی رائے پر عمل کروں گا اس پر حضرت عمرؓ نے میسرہ بن مسروق کو حکم دیا کہ تم واپس جاکر ابو عبیدہؓ کو اطلاع دو کہ میں عنقریب آن کے پاس پہونچ جاؤں گا میسرہ بن مسروق یہ سنکر خوش ہوا اور بیت المقدس کو روانہ ہوا۔

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس جانے کی تیاری کی۔ مگر وہ تیاری کیا تھی۔ ایک تھیلی میں کھجوریں بھر لیں اور ایک تھیلی میں ستو ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک کاسہ لکڑی کا ہمراہ لیا اور اپنے مضبوط سرخ اونٹ پر سوار ہو کر صرف ایک غلام کیساتھ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اس عرب اور شام کے بادشاہ[1] نے جسکے نام سے طاقتور قیصر اور کسرا کانپتے تھے بلا کسی شان و شوکت اور بدوں کسی باڈی گارڈ کے معمولی مسافروں کا راستہ لیا صحابہؓ نے کہا کہ کچھ آدمی حفاظت کے لئے ہمراہ لے جائیں مگر حضرت عمرؓ نے

[1] حضرت عمر نے جس سادگی اور بے تکلفی کیساتھ یہ سفر طے کیا وہ متکبر اور مغرور بادشاہوں کے قیمتی سے بھرے ہوئے کروفر سے زیادہ پرشوکت اور پرجلال تھا یہ شام اور فارس کا فاتح صرف ایک اونٹ ہمراہ لیکر روانہ ہوا جسپر ایک تھیلی ستو کی ایک تھیلی کھجوروں کی ایک برتن لکڑی کا اور ایک مشکیزہ پانی کا تھا (تاریخ عالم جلد ۸ صفحہ ۱۵۷)

جواب میں یہ آیت پڑھی۔
"نہ پہونچے گا ہرگز ہمکو مگر وہی جو لکھدیا اللہ نے ہمارے لئے
وہی ہمارا مولا ہے۔ پس مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہئے" یہ آیت
سنکر سب خاموش ہو گئے۔ حضرت عمرؓ مدینہ میں حضرت علیؓ کو اپنا قائم
مقام مقرر کر کے اللہ کا نام لیکر مدینے سے رخصت ہوئے۔

ابو عبیدہ کو جب میسرہ بن مسروق نے حضرت عمرؓ کا پیغام دیا۔ تو
وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور چند سواروں کو کمپ سے ایک منزل پر
خلیفہ ثانی کی خبر لانے کے لئے متعین کر دیا۔

حضرت عمرؓ ہر منزل پر نصف راستہ اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ اور
نصف راستہ اپنے غلام کو سوار کر کے پاپیادہ چلتے تھے۔ جب کھانے کا وقت
آتا کاسہ نکال کر اس میں ستو بھرتے اور اوپر کھجوریں چن کر غلام کیساتھ
ملکر کھاتے۔ جب منزلیں طے کرتے ہوئے قریب شام آخری منزل پر پہونچے
تو عرب سوار جو ابو عبیدہ نے وہاں متعین کر رکھے تھے حضرت عمر کے پاس
آئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت عمرؓ نے لشکر اسلام کی خبر خیریت پوچھی
انہوں نے کہا کہ سب راضی خوشی ہیں۔ اور آپ کے منتظر ہیں اللہ تعالے
کا شکر ہے۔ کہ آپ تشریف لے آئے ہیں امید ہے کہ آپ کے ہاتھ پر قلعہ
فتح ہو جائے گا۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم امین الامتہ کو آپ کی تشریف
آوری کی اطلاع دیں۔

عرب سوار اسی وقت اسلامی کمپ کیطرف تیز رفتار کیساتھ
روانہ ہوئے۔ اور اہل اسلام بڑے خوش ہوئے۔ سب نے حضرت
عمرؓ کا استقبال کرنے کی خواہش کی۔ مگر ابو عبیدہؓ نے ان کو منع کیا

اور آپ چند ایک سردار ہمراہ لیکر آدھی رات کو خلیفہ ثانی کے استقبال کو چلے
صبح ہونے میں کچھ دیر تھی کہ ابو عبیدہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ
نے ابو عبیدہ اور اُن کے ہمراہی سرداروں پر بڑی شفقت کی اور اسکے
بعد انکو صبح کی نماز پڑھائی۔

جب کمپ کیطرف چلنے لگے۔ تو ابو عبیدہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین
آپ کا لباس پھٹا ہوا ہے اور پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اگر آپ لباس تبدیل
کرلیں اور بجائے اونٹ کے گھوڑے پر سوار ہو جائیں تو اس سے ہماری
شوکت بڑھے گی۔ اور دشمنوں پر ہیبت پڑے گی۔ فی الحقیقت اہل
اسلام کے غیور۔ مقتدر اور ذی شان بادشاہ کے پیراہن میں چودہ
پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ نے بہ نظر شفقت ابو عبیدہ کی عرض منظور
کرلی۔ لباس تبدیل کر کے ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہوئے۔
گھوڑا نہایت ہی خوش خرام اور چالاک تھا۔ حضرت عمرؓ اسکی سبک
رفتاری سے بڑے خوش ہوئے۔ مگر تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے
اتر پڑے اور کہنے لگے۔ لاؤ میرا بوسیدہ پیراہن اور میرا اونٹ۔ قریب تھا
کہ اس لباس اور گھوڑے کی وجہ سے میں ہلاک ہو جاتا۔ کیونکہ اس پر
سوار ہوتے ہی میرے دل میں کبر پیدا ہو گیا۔ اور مجھکو یاد آگیا کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس شخص کے دل میں رائی
کے برابر بھی کبر داخل ہو جائے۔ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا
اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان پیدا ہو جائے
وہ دوزخ میں نہیں پڑے گا۔ میں اس لباس اور گھوڑے سے
باز آیا۔ میرے لئے اپنا لباس اور اپنا اونٹ ہی کافی ہے۔ رہی ہیبت

سو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ ظاہری شان وشوکت پر منحصر
نہیں۔ آپ نے اسی وقت نیا لباس اُتار کر اپنا بوسیدہ لباس پہن لیا۔
اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور کہا کہ میرے
بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھکو
اس سے نجات دی؀

جب لشکر اسلام کے قریب پہونچے۔ تو لشکر اسلام میں اللہ اکبر کے
نعرے بلند ہوئے۔ جسکو سنکر اہل قلعہ تعجب کرنے لگے۔ رومی بطریق
نے کہا کہ لشکر عرب میں خوشی کے نعرے کیوں بلند ہوئے ہیں۔ جب
فی الفور پتا لگا کر خبر لائے۔ کہ اہل عرب کا بادشاہ کمپ میں آیا ہے۔ اور اسکو
دیکھکر اہل اسلام خوشی منا رہے ہیں۔

خلیفہ ثانی کے لئے ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اور آپنے بیت المقدس کی
طرف دیکھکر یہ آیت پڑھی۔ اے اللہ فتح کر تو ہمارے واسطے بڑی فتح اور
کر تو ہمارے واسطے نزدیک سے غلبہ مدد دہندہ؀ پھر آپ نے اپنے
خیمہ میں آرام فرمایا۔ صبح ہوئی تو آپنے نماز صبح پڑھائی اور اس کے
بعد مندرجہ ذیل تقریر کی۔ ؀

"سب تعریف ثابت ہے واسطے اُس اللہ کے جو ستودہ اور
صاحب قوت اور بزرگ ہے۔ اور کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ تحقیق اللہ نے
بزرگی دی ہمکو بسبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس دور کر دیا ہے
اُسنے ہمسے گمراہی کو۔ اور ایک جا کیا اُس نے ہمکو بعد جُدائی کے اور
دوست کر دیا اُس نے ہمارے دلوں کو بعد دشمنی کے۔ پس حمد اور
شکر کرو تم اُس کا اُسکی نعمتوں کے واسطے تاکہ ہم پر نعمتیں زیادہ کرے

کیونکہ فرمایا ہے اللہ غالب اور بزرگ نے اگر شکر کرو گے تم ہر آئنہ زیادہ کرونگا میں تمہارے لئے۔ جس کو راہ بتلایا اللہ نے پس وہ راہ راست پر ہے۔ اور جس کو گمراہ کیا اُس نے پس نہ پاویگا تو اُس کے لئے کوئی مالک راہ پر لانے والا۔ اور بعد حمد و صلوٰۃ کے پس تحقیق میں وصیت کرتا ہوں تمکو ساتھ پرہیزگاری اور خوف اُس خدائے غالب اور بزرگ کے جو باقی اور پائیدار ہے۔ اور سوائے اُسکے ہر چیز نیست ہونے والی ہے ایسا خدا ہے کہ اُسکی اطاعت اور بندگی میں فائدہ پاتے ہیں دوست اُسکے اور اُسکی نافرمانی سے بدبخت ہوتے ہیں دشمن اُسکے۔ اَے لوگو دو تم زکوٰۃ اپنے مالوں کی۔ تاکہ پاک ہو جاوے اِس سبب سے جان تمہاری۔ نہ خواہش کرو تم مخلوق سے اُسکے عوض اور شکر گذاری کی۔ سمجھو تم اس چیز کو جسکے واسطے تم نصیحت کئے جاتے ہو۔ اِس واسطے کہ دانا اور عاقل وہ شخص ہے جس نے رکھا اپنے دین کو اور نیک بخت وہ ہے جس نے نصیحت قبول کی۔ بہ سبب دوسرے کے آگاہ ہو کر بدتر کاموں سے وہ کام بدعت ہیں جو پہلے نہ تھے۔ اور لازم پکڑو تم اوپر اپنے طریقہ اپنے نبی کا۔ اسلئے کہ نبیؐ کے طریقہ پر چلنا بہتر ہے کوشش اور رائے زنی کرنے سے بدعت میں۔ اور لازم پکڑو تم قرآن پڑھنے کو کہ پاؤگے تم اسمیں تسکین۔ آرام اور فتحمندی کو ساتھ نیکی کے۔ اے لوگو تحقیق کھڑے ہوئے تھے ہم لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل میرے کھڑے ہونے کے تم میں اور فرمایا تھا کہ لازم پکڑو تم میرے اصحاب کو پھر بطریق ان لوگوں کو جو صحابہ سے زمانہ میں قریب ہوں۔ پھر بطریق اُن اُن کو جو اُن سے قریب ہوں۔ پھر ظاہر ہوگا دروغ تا اینکہ گواہی دیگا

وہ شخص جس سے گواہی طلب نہ کی جائیگی - اور قسم کھاوے گا وہ شخص جس سے قسم نہ طلب کیجاویگی پس جو شخص چاہے حاصل کرنا بہشت کا پس لازم پکڑے جماعت کو - اور جدائی شیطان کی طرف سے ہے اور لازم پکڑو نماز کو پھر نماز کو - تقریر سے فراغت پاکر حضرت عمرؓ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے - اور ابو عبیدہ مختلف لڑائیوں کے حالات انکو سُنانے لگے - حضرت عمرؓ خاموش سُنتے رہے - اسکے بعد ابو عبیدہ نے ایک ایلچی قلعہ والوں کے پاس بھیجا - اور اُن کو خلیفہ ثانی کی تشریف آوری کی اطلاع دی - یہ اطلاع پاتے ہی بیت المقدس کا قسل اعظم رومی فوج کا بطریق اور بیت المقدس کا حاکم معہ اپنے ماتحت سرداروں کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ دیکھکر حیران ہوئے کہ عرب کا شہنشاہ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ننگی زمین پر بے تکلف بیٹھا ہوا ہے - مگر چہرے پر نور آلٰہی ہویدا ہو رہا ہے - حضرت عمرؓ بڑی خندہ پیشانی اور مہربانی سے اُن کے ساتھ پیش آئے - وہ بادشاہ عرب کی سادگی بے نفسی اور خلق سے بہت ہی خوش ہوئے - اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی حفاظت میں آنا بخوشی خاطر منظور کرتے ہیں - شہر کے دروازے ہمنے کھول دیئے ہیں - آپ مہربانی کرکے ہمارے شہر میں رونق افروز ہوں حضرت عمرؓ معہ اپنے سرداروں کے شہر میں داخل ہوئے - اور اس فتح کے لیئے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا - قسّس اعظم حضرت عمرؓ کو خاص بڑے کلیسیا کے اندر لے گیا - اور اتنے میں نماز ظہر کا وقت قریب ہو گیا - حضرت عمرؓ معہ اپنے ہمراہیوں کے کلیسا سے باہر نکل آئے اور اسکی سیڑھیوں پر نماز ادا کی - جب نماز ادا کر چکے تو قسّس اعظم

نے کہا کہ آپنے کلیسیا میں کیوں نہ نماز پڑھ لی۔ وہ بھی تو خُدا کا گھر ہے
حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر میں کلیسیا کے اندر نماز پڑھتا تو اہل اسلام
میری پیروی کرنے کے لئے وہاں نماز پڑھنے جایا کرتے۔ اور تمہاری
عبادت میں خارج ہوتے۔ میں نہیں پسند کرتا کہ اہل اسلام تمہارے
عبادت خانوں میں خللؔ انداز ہوں۔ آپ اپنے عبادتخانوں میں کھُلے
بندوں اپنے دین کے طریق پر عبادت کیا کریں۔ اہل اسلام میں سے
کوئی تمہارا پرسان حال نہ ہوگا۔ اہل اسلام کے لئے ایک علیحدہ مسجد
تعمیر کیجائیگی۔ اور اسی وقت مسجد کا نشان دے دیا۔ جواب تک مسجد
عمرؓ کے نام سے مشہور ہے یہ پہلی مسجد ہے جو علاقہ شام و فلسطین میں تعمیر ہوئی

عـ۱ یہ ٹالریشن (رواداری) صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے ورنہ اس سے چند سال پیشتر
جب اہل ایران نے یروسلم کو فتح کیا تھا تو قس اعظم کو معہ صلیب اعظم کے گرفتار کرکے لے گئے
تھے۔ اور پھر جب ہرقل بادشاہ نے ایرانیوں پر غلبہ پایا تو ایرانیوں کے قدیمی آتشکدہ کو منہدم
کرکے خاک میں ملا دیا۔ جب پہلی صلیبی جنگ میں اہل یورپ نے چند سالوں کے لئے یروسلم
کو فتح کیا تو ستر ہزار بے ہتھیار مسلمان یروسلم میں قتل کئے یہاں تک کہ مسجد عمرؓ میں مسلمانوں کا
خون گھوڑوں کے گھٹنوں تک پہونچتا تھا۔ جسکو یورپین بڑے فخر کیساتھ بیان کرتے تھے
پھر پچاس سال کے بعد جب سلطان صلاح الدین نے یروسلم کا محاصرہ کیا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ میں عیسائیوں
کا اسی طرح خون بہاؤنگا۔ جس طرح اہل یورپ نے مسجد عمرؓ میں مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ مگر
جب یروسلم فتح ہوا نیک دل اور فیاض سلطان صلاح الدین نے اپنی قسم توڑ کر
دشمنوں کو امان دی۔ اور کسی کا خون نہ بہایا۔ بلکہ قیدیوں کو اپنے پاس سے
زاد راہ دیکر آزاد کردیا۔ ۵

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اور اسلامی صنعت اور کاریگری کا ایک اعلیٰ نمونہ سمجھی گئی؟

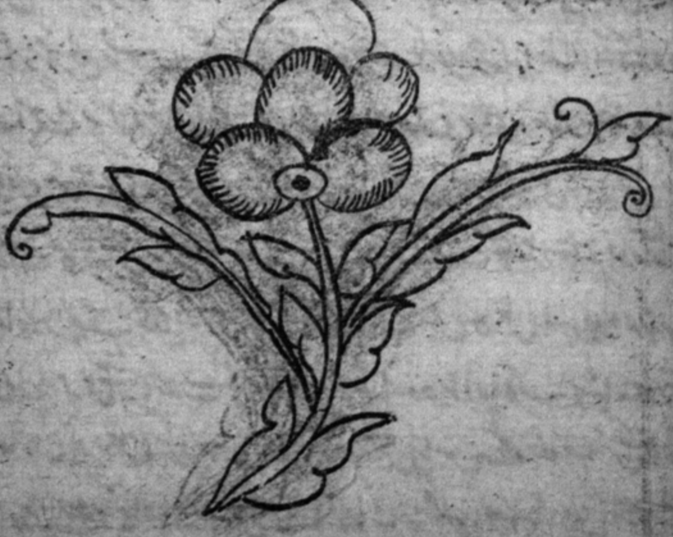
یہ مسجد اُسی زمین میں تعمیر کی گئی جسپر کسی وقت حضرت سلیمان کی ہیکل کھڑی تھی۔ اب وہ زمین خش و خاشاک کا ڈھیر بنی ہوئی تھی خود قُس اعظم نے یہ زمین مسجد کے لئے تجویز کی اور حضرت عمرؓ نے منظور کرلی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے اپنے ہاتھ سے خس و خاشاک دور کئے۔ پھر لشکریوں نے ایک دم تمام زمین کو ہموار کر دیا۔ اور حضرت عمرؓ کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر شروع ہوئی۔

قُس اعظم اور حاکم بیت المقدس نے حضرت عمرؓ کے فروکش ہونے کے لیئے قلعہ کے اندر ایک عالیشان محل تعمیر کر رکھا تھا۔ اور حضرت عمرؓ سے استدعا کی کہ اس محل میں رونق افروز ہوں۔ مگر حضرت عمرؓ نے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ میں جب تک یہاں ہوں اپنے خیمہ میں ہی رات بسر کیا کروں گا۔ اسپر سب کے سب عش عش کر اُٹھے اور حضرت عمرؓ کی فروتنی اور بےنفسی کی بے اختیار تعریف کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ نے قُس اعظم کو یہ تحریری سند لکھدی کہ مسلمان اُنکے کلیسیا میں ہرگز دخل نہ دینگے۔ بلکہ ان سیڑھیوں پر بھی جہاں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی تھی۔ کسی قسم کی مداخلت نہیں کرینگے۔

حضرت عمرؓ دس دن تک بیت المقدس میں رہے اپنے سرداروں اور سپاہیوں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور ان لوگوں کو جو ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ سخت ڈانٹ بتائی اور چلنے سے پیشتر عمرو بن عاص کو دس ہزار سپاہی دیکر ساحل سمندر کے شہر اور قلعے فتح کرنے پر مامور کیا۔ اور ابو عبیدہ کو باقی لشکر کے ہمراہ شام کا

شمالی حصّہ یعنے حلب انطاکیہ وغیرہ فتح کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور آپ اہل لشکر سے رخصت ہو کر مدینہ منوّرہ میں تشریف لے گئے ایک روایت ہے کہ جب حضرت عمر رض بیت المقدس میں تشریف لائے تو بعض صحابی جو شام کے شہروں میں سکن گزین تھے یہ خبر سُنکر حضرت عمر رض کو ملنے آئے۔ انمیں حضرت بلال رض بھی تھے۔ حضرت بلال رض کو دیکھکر اہل لشکر نے درخواست کی کہ آپ حضرت بلال رض کو کہیں کہ وہ آج جمعہ کی نماز کیوقت اذان دیں۔ حضرت عمر رض کے فرمان پر حضرت بلال رض نے اذان دی۔ جوہیں حضرت بلال کی آواز بلند ہوئی۔ تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلعم کا وقت مبارک یاد آگیا۔ وہ مبارک سماں سب کی آنکھوں میں پھر گیا۔ جدائی کے صدمہ سے سب کے دل بھر آئے۔ ان پر رقّت کا عالم طاری ہوا سب کے سب خوب دل کھول کر روئے اور آنسوؤں کی جھڑی سے اپنے سینے دھو کر اور بھی صاف شفاف اور منوّر کر لئے۔



نمبر ۳۳

جنگِ حلب

امین الامتہ ابو عبیدہ بن جراح سپہ سالار لشکر اسلام بموجب حکم خلیفہ عمر رض علاقہ فلسطین میں عمرو بن عاص اور یزید بن ابو سفیان کو چھوڑ کر قنسرین میں پہونچے۔ اہل قنسرین نے صلح کی تجدید کی اور اہل اسلام کی حفاظت میں آ گئے۔

قنسرین اور اُس کے گرد نواح میں بخوبی تسلط جما کر اور حمص حمہ لاذقیہ وغیرہ کو از سر نو مطیع و منقاد کر کے ابو عبیدہ نے حلب پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔

حلب کا حاکم اور رئیس اُسوقت یوقنّا تھا۔ یوقنّا کے باپ نے حلب پر اپنا قبضہ کر لیا تھا۔ اور قیصر روم نے بھی اُسکو حلب کا رئیس تسلیم کر لیا تھا۔ اُس نے اپنا علاقہ ایک طرف پہاڑ کی گھاٹیوں اور دوسری طرف دریائے فرات تک وسیع کر لیا تھا۔ اُسکے دو بیٹے تھے ایک کا نام یوقنّا اور دوسرے کا یوحنّا تھا۔ یوحنّا کی طبیعت کا میلان حصول علم کیطرف زیادہ تھا۔ مگر یوقنّا سپہگری اور فنِ جنگ سیکھنے کا زیادہ مشتاق تھا۔ یوحنّا اپنے وقت کا بڑا عالم اور فاضل ہوا اور راہب بنگیا۔ اور یوقنّا فنِ جنگ میں کامل ماہر ہوا۔ باپ کے مرنے پر یوقنّا ریاست کی گدّی پر بیٹھا۔ وہ بڑا چالاک۔ ہشیار اور شجاع تھا۔ رعایا پر اُسکا بڑا رُعب تھا۔ اور آس پاس کے حکام اُس سے خوف کھاتے تھے۔ یوقنّا نے اہل عرب کے ساتھ کسی لڑائی میں ابھی تک

حصہ نہیں لیا تھا اور وہ اپنی ریاست کے انتظام میں مشغول رہا لیکن وہ اہل عرب کیطرف سے غافل نہ تھا اس نے اپنی حفاظت کا خاطرخواہ انتظام رکھا تھا۔ اور اس امید میں تھا کہ اگر اہل عرب حلب کا رُخ کرینگے تو منہہ کی کھائیں گے۔

جنگ یرموک اور فتح بیت المقدس کی خبریں اُسکو پہونچ گئی تھیں۔ مگر وہ یہ خبریں سُنکر مطلق نہ گھبرایا۔ جب اُس نے سُنا کہ قنسرین پر اہل اسلام کا از سر نو قبضہ ہوگیا ہے۔ تو اُس نے لشکر اسلام میں اپنے جاسوس بھیج دیئے۔ تاکہ اُسکو اہل عرب کی نقل وحرکت کی اطلاع ملتی رہے۔ اور اگر وہ حلب کا رُخ کریں تو اُن کے مقابلہ کے لئے ہمہ تن تیار ہو جائے۔

حلب کا شہر قلعہ حلب سے الگ تھا۔ لیکن محاصرہ کے وقت اہل شہر قلعے میں چلے جایا کرتے تھے۔ اور مال اسباب بھی ہمراہ لیجا تے تھے۔ قلعہ بڑا وسیع تھا۔ اور ہزاروں آدمیوں کی اسمیں گنجائش تھی۔ یہ قلعہ بقول آرتھر گلمن تمام شام کے قلعوں سے زیادہ مضبوط تھا۔ ابوعبیدہ نے حلب پر چڑھائی کے ارادہ سے ایک ہزار سوار منتخب کئے۔ اور اُن پر کعب بن ضمیرہ کو جو بڑا دلاور جنگجو تھا سردار مقرر کر کے کہا۔ کہ تم بطور مقدمۃ الجیش کے حلب کیطرف بڑھو۔ اور ہم سب تمہارے پیچھے آجائیں گے۔ لیکن جب تک ہم پہونچ نہ جائیں لڑائی شروع نہ کرنا۔ ہاں اگر دشمن مقابل ہو جائے تو پھر میرے حکم کا انتظار نہ کرنا ہم بھی عنقریب پہونچ جائیں گے۔ ابوعبیدہ کو خیال تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دلوں میں اہل عرب کی دہشت ڈال دی ہے اور حاکم حلب

میدان میں نکلکر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ مگر اُن کو یوقنا کی چالاکی اور دلاوری کا علم نہ تھا۔

کعب بن ضمیرہؓ ابھی اپنے کمپ سے روانہ نہ ہوا تھا کہ یوقنا کے جاسوس اُسکے پاس دوڑے آئے۔ اور اُسکو اطلاع دی کہ اہل عرب کا ایک دستہ حلب کی طرف کوچ کیا چاہتا ہے۔ یوقنا نے پوچھا کہ اُنکی تعداد کس قدر ہے۔ جاسوس نے کہا کہ اِس دستہ میں ایک ہزار جوان ہوں گے۔ مگر باقی لشکر بھی جلد نہیں آملے گا۔ یوقنا نے اُسی وقت اپنے بھائی یوحنا کو بُلایا۔ اور اُس کو کہا کہ اہل عرب نے حلب کا قصد کیا ہے۔ بتاؤ تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ یوحنا نے جو بڑا نیک دل اور حلیم تھا۔ کہا کہ اے میرے بھائی تمکو اچھی طرح معلوم ہے کہ اہل عرب نے شام کے دیگر شہروں اور قلعوں کو کتنی جلدی فتح کر لیا۔ پھر یرموک میں بادشاہ ہرقل کی ٹڈی دل فوج کو قتل کر کے فاش شکست دی ماہان ارمنی اور جرجیر جیسے نامور بہادروں کو میدان میں قتل کیا پھر بیت المقدس جیسے مضبوط مقام کو آسانی کے ساتھ فتح کر لیا۔ اِن عربوں کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ جو اُن کے مقابل ہوتا ہے۔ وہ مُنہہ کی کھاتا ہے۔ تمام شہروں نے اُن سے امان طلب کی ہے۔ اور اُن کی حفاظت میں آگئے ہیں۔ میرے بھائی تیرے پاس ہرقل بادشاہ سے زیادہ فوج نہیں ہے نیز قلعہ بیت المقدس کے قلعہ سے زیادہ مضبوط نہیں۔ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ اہل عرب کے ساتھ مصالحہ کر لے۔ اور اُن کی حفاظت میں آجائے۔

یوقنا اپنے بھائی کا یہ کلام سُنکر خشمناک ہوا اور کہنے لگا کہ تو بچپن سے

بزدل ہے۔ اسی واسطے تو راہب بن گیا۔ ورنہ ایک جنگجو کا بیٹا ہو کر کیوں سپہ گری نہ سیکھتا۔ اور اس وقت میرا دست و بازو بنتا۔ تیرا دل کمزور ہے۔ اور راہبوں کے دل ہمیشہ کمزور ہوتے ہیں۔ مگر میرا دل کمزور نہیں اور میں عربوں سے خوف نہیں کھاتا یہ علاقہ میری ملکیت ہے۔ اور میں اس علاقہ کا رئیس ہوں۔ میں اپنی ریاست کے لئے عربوں کا جان توڑ مقابلہ کرونگا۔ اور اپنی چالاکیوں سے انکو مصیبت میں ڈالونگا۔ تو کس منہہ سے مجھکو یہ صلاح دیتا ہے۔ کہ میں اپنی ریاست اہل عرب کے حوالہ کردوں۔ تجھکو علم نہیں کہ میرے باپ نے کس ہمت اور شجاعت کیسا تھ یہ ریاست بنائی تھی۔ میں اپنے باپ کا نالائق خلف نہیں ہوں کہ اسکی محنت کی کمائی کو یوں ہی برباد کردوں۔ تو دیکھے گا کہ میں ان عربوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہوں +

یوحنا مسکرایا اور کہنے لگا کہ اے میرے بھائی تیری گفتگو سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ موت تیرے سر پر سوار ہے اور تو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔ میں نے تو تیری بہتری کے لحاظ سے یہ مشورہ دیا تھا۔ تاکہ تو بھی بچ رہے اور تیرے لوگ بھی قتل ہونے سے محفوظ رہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اہل عرب کا مقابلہ کرنے کی تجھ میں طاقت نہیں اور سوائے اس کے کہ تو ذلیل اور خوار ہو۔ اور کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ میری صلاح مانو۔ اور اہل عرب سے پرخاش نہ کرو۔ جو صلح میں فائدے ہیں وہ جنگ میں نہیں ہیں اہل عرب جنگ میں اشد ہیں مگر صلح میں حلیم ہیں اور تجھکو ان کے ہاتھ سے کوئی اذیت نہ

پہونچے گی۔

یوقناؔ نے کہا کہ اے بھائی اپنی صلاح اپنے پاس رکھو۔ مجھے اِس بات کی ضرورت نہیں مجھکو علم ہے کہ اہل عرب کی تعداد اِتنی نہیں جِس قدر یرموک میں تھی۔ اُن کے نامی سردار فلسطین میں رہ گئے ہیں۔ میں اِس لشکر کو شکست دیکر شام کی حد سے نکال دوں گا۔ اور جِس قدر شہر اُنہوں نے فتح کیئے ہیں ان سب پر قبضہ کرونگا۔ پھر میں شام کا بادشاہ بن جاؤنگا۔ اور اپنے باپ کا نام روشن کرونگا۔ ہرقل بادشاہ میرا مزاحم نہ ہوگا۔ بلکہ مجھسے خوف کھائے گا اور سمجھے گا۔ کہ جِس بلا کو وہ اپنا سارا زور لگا کر دو نہیں کر سکا۔ اسکو میں نے آسانی سے دفع کر دیا۔ تمام بادشاہوں میں میرا نام عزت کیساتھ لیا جائے گا۔ میری توقیر اور رُتبہ بہت بڑھ جائے گا۔

یوحنّا نے کہا کہ اگر تیری قضا آچکی ہے تو اِس کا کیا علاج ہو سکتا ہے اچھا میں رخصت ہوتا ہوں۔ تو بادشاہ بن لے۔ میں آئندہ تجھکو نیک صلاح نہ دونگا۔ جب تک کہ میری رائے پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ یوحنّا یہ کہکر اپنے مکان پر چلا گیا۔ اور یوقنّا نے اپنے ایک بطریق کو جسکا نام کراکلس تھا ایک ہزار جوان دیکر کہا کہ تم شہر حلب کی حفاظت کرو۔ اور جس قدر جوان شہر میں لڑنے کے قابل ہیں معہ اُن کے مال و اسباب کے اُن کو قلعہ میں بھیجدو۔ جو ضعیف اور کمزور ہیں اُن کو بدستور شہر میں رہنے دو۔ اور تم اُن کی حفاظت کرو۔ پھر دوسرے سردار کو قلعہ کی حفاظت پر متعیّن کر کے۔ دس ہزار سوار منتخب کر کے اپنے ہمراہ لئے۔ اور قلعہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر

جا کھڑا ہوا۔ پانچہزار سوار تو اُس نے کمین گاہ میں چھپا دیئے اور پانچہزار آراستہ کر کے اہل عرب کا انتظار کرنے لگا۔ تجویز اُسکی یہ تھی کہ اہل عرب کے پیشرو دستہ کو راستہ میں ہی گھیر لے اور پیشتر اس کے کہ باقیماندہ لشکر پہونچے اس دستہ کو قتل یا اسیر کرے۔ اس سے اہل عرب کے دل میں اُس کی ہیبت بیٹھ جائے گی۔

تھوڑی دیر میں لشکر اسلام کا علم دکھائی دیا۔ مخبر جو لشکر اسلام کے آگے آ رہے تھے۔ راستہ میں دشمن کا لشکر دیکھکر اُلٹے پاؤں واپس پھرے۔ اور کعب بن ضمیرہ کو اطلاع دی کہ دشمن اُنکا راستہ روکے کھڑے ہیں کعب اپنے قدموں پر ٹھہر گیا۔ اور اہل حلب کی جرأت پر حیران ہوا۔ پھر اُس نے مخبروں سے پوچھا کہ دشمن کی تعداد اندازاً کتنی ہو گی۔ مخبروں نے کہا کہ وہ قریباً پانچہزار ہوں گے اس پر کعب نے اپنے ہمراہیوں کو کہا۔ کہ معاملہ تو چنداں مشکل نہیں ہمارے ایک آدمی کے مقابل پانچ دشمن ہیں بات ہی کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ہم اُن پر غالب آئیں گے۔ کعب کے ہمراہی پورے مسلح تھے۔ اب اہل عرب کے پاس سامان حرب کی کوئی کمی نہیں رہی تھی۔ خود کعب نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں کعب کے ہمراہیوں نے کہا کہ پھر دیر کیا ہے۔ حملہ کا حکم دیجئے۔ کعب نے اُن کی صفیں آراستہ کر کے اُنکو بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں لشکر باہم ملے۔ اور تلوار چلنے لگی۔ یوقنا اور اُس کے ہمراہی بڑی جوانمردی سے لڑے۔ مگر مقابل اُن کے عرب کے شیر تھے۔ جو موت کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ کچھ دیر لڑائی بڑے زور شور سے ہوتی رہی

آخر یوقناؔ کے ہمراہی بے حوصلہ ہونے لگے۔ اہل اسلام کو فتح کی امید ہو گئی۔ اتنے میں یوقناؔ کے پانچہزار جوان اہل اسلام کے عقب پر ٹوٹ پڑے۔ اہل اسلام اس نئی بلا کو دیکھکر فی الفور دو حصے ہو گئے۔ نصف تو یوقناؔ کے مقابل ہو گئے۔ اور نصف نے نے حملہ آوروں کی طرف رُخ پھیر لیا۔ اور قلعہ کی صورت بنکر دونوں طرف مقابلہ کرنے لگے۔ اہل اسلام کے بازو تلوار چلاتے تھک گئے۔ مگر اُنہوں نے ہمت نہ ہاری۔ دشمن دونوں طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے تھے۔ کسی طرف نکل جانے کی راہ نہ تھی۔ اس لئے وہ اور بھی بیباک اور نڈر ہو کر لڑنے لگے۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ یوقناؔ نے ہر چند اُن کو مغلوب کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔ کعب بن ضمیرہ بڑا شیر مرد تھا۔ بڑی جوانمردی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اُسکو دیکھکر اُس کے ہمراہی بھی بڑی مردانگی سے مقابلہ کرتے رہے اِن کو یہ بھی امید تھی کہ عنقریب ابو عبیدہؓ لشکر اسلام اُن کی امداد کو پہونچ جائیں گے۔ مگر شام تک ان کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔ یوقناؔ نے جب دیکھا کہ اسکی اُمید بر نہیں آئی اور جس بات کو اُس نے آسان سمجھا تھا۔ وہ بڑی مشکل صورت میں تبدیل ہو گئی ہے اور لڑائی طول کھینچتی جاتی ہے۔ تو اُس کو اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں بقیہ لشکر اسلام اچانک پہونچ کر تاریکی میں اُسکو گھیر نہ لے اُس نے فی الفور واپسی کا حکم دیا۔ اُسکے ہمراہی جو موت کے پنجہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ حکم سنتے ہی پس پا ہو گئے۔ اور اہل اسلام کو بڑی مشکل سے نجات ملی ✚

اِس لڑائی میں کعب بن ضمیرہ کے ایکسو سترہ ۱۱۷ آدمی شہید ہوئے۔ جن میں چودہ سرکردہ تھے۔ کعب اُنکو مقتول دیکھکر بڑا ملول ہوا اُس کے ہمراہیوں نے کہا۔ کہ یہ خوش نصیب لوگ تھے جنکو اللہ تعالےٰ نے شہادت کا رُتبہ بخشا۔ اور ہم اِس فتح کے لئے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ تم ملول کیوں ہو رہے ہو؟ کعب نے کہا کہ امین الامۃ نے مجھکو اس گلہ کا پاسبان مقرر کرکے بھیجا تھا۔ اسمیں سے ایکسو سترہ آدمی گم ہوگئے ہیں۔ اب میں اُنکو کیا جواب دونگا۔ ہمراہیوں نے کہا۔ کہ تمنے آج بڑی جانبازی دکھائی ہے۔ اور تمکو لڑتے دیکھکر ہماری ہمت اور جرأت بڑھتی رہی ہے۔ ابو عبیدہ آج کی کارروائی دیکھکر بڑے خوش ہونگے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ وہ ابھی تک نہیں پہونچے ورنہ ہم دشمنوں میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑتے۔ ہمارے تو ایکسو سترہ آدمی شہید ہوئے۔ مگر میدان جنگ کی طرف دیکھو دشمن کتنے مرے پڑے ہیں۔ میدان اُن کے مردوں سے بھرا پڑا ہے۔ اِسپر کعب نے لشکر کو وہیں اُترنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ جب تک امین الامۃ نہ پہونچ جائیں اِس سے آگے بڑھنا مناسب نہیں مگر وہ تعجب کرتا تھا کہ لشکر اسلام کیوں ابھی تک نہیں پہونچا۔

وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت ابو عبیدہ نے کعب کو حلب کیطرف روانہ کیا تو معًا اسکے بعد چند آدمی ابو عبیدہ کے پاس حاضر ہوئے ابو عبیدہ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم حلب کے تاجر اور رئیس ہیں۔ اور آپ سے صلح کرنے آئے ہیں ابو عبیدہ نے کہا کہ ہم کس طرح تمہارے ساتھ مصالحہ کرسکتے ہیں جب کہ تمہارا

حاکم ہم سے لڑائی کا مصمم ارادہ رکھتا ہے۔ اور اپنے قلعہ کو اچھی طرح سے محفوظ کر رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ ہمارا حاکم یوقنا آپ کے ساتھ لڑائی کرنا چاہتا ہے۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ سے ذلیل اور خوار ہو گا۔ اِس لئے ہم اس سے خفیہ آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ کے ساتھ مصالحہ کر لیں۔ اور اپنے لئے امان طلب کریں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ جب تک تمہارا حاکم یوقنا لڑائی کا ارادہ فسخ نکرے تب تک ہم تمہارے ساتھ مصالحہ نہیں کرینگے یہ سُنکر اہل حلب گھبرائے۔ اور کہنے لگے کہ اے سردار اگر آپ ہمکو امان دینگے تو ہم آپ کو بڑی امداد دیں گے۔ ہمارا شہر قلعہ سے باہر ہے۔ یوقنا اور اُسکی فوج قلعہ میں ہے۔ ہم آپ کی حفاظت میں آجائیں گے۔ اور سامان رسد وغیرہ آپ کے لشکر کے لئے مہیا کرتے رہیں گے یوقنا کی طاقت اِس طرح کمزور ہو جائے گی اور آخرکار وہ نادم ہو کر آپ سے صلح کا خواہاں ہو گا۔ اگر آپ ہم سے صُلح نہ کرینگے اور ہمکو مایوس کرینگے تو ہم قلعہ میں چلے جائیں گے شہر کو اجاڑ کر دینگے۔ اور آپ کو رسد وغیرہ کی تکلیف ہو گی۔ ابو عبیدہ نے اپنے باقی سرداروں سے مشورہ کیا۔ ایک نے کہا کہ میری رائے میں صُلح نہیں کرنی چاہیئے۔ مجھکو تو اس میں کچھ فریب نظر آتا ہے۔ یہ لوگ اپنے سردار کے سکھلائے ہوئے آئے ہیں اُدھر مقابلہ پر تیار ہے۔ اِدھر یہ صُلح کرنے آگئے ہیں جب ہم اُن کے ساتھ عہد کرلیں گے تو یہ لوگ ہماری طرف سے بیخوف ہو جائیں گے۔ اور در پردہ اپنے حاکم کو ہمارے خلاف امداد دیتے رہیں گے۔ اور ہماری جاسوسی کر کے دشمن کو ہمارے حالات کی خبر دیتے رہیں گے۔ آپ ان کو صاف جواب دیدیویں۔ ورنہ ہمکو پشیمان ہونا پڑے گا۔

ابوعبیدہ نے کہا کہ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں اُن کو مایوس کروں جب وہ صُلح کی درخواست کرتے ہیں۔ تو ہم کو منظور کر لینی چاہیئے اللہ تعالٰی نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ ہم سے دغا اور فریب کرینگے تو اللہ اُن کو سزا دے گا۔ یہ سنکر سب سردار خاموش رہے۔ اور ابوعبیدہ نے اہل حلب سے پوچھا کہ کیا تم اتنا کر سکتے ہو۔ کہ ہمکو اپنے حاکم کے خلاف امداد دو اور ہمارے ساتھ شریک ہوکر اس سے لڑائی کرو اہل حلب نے کہا کہ اسبات کا ہم اقرار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم اپنے حاکم سے خوف کھاتے ہیں وہ بڑا جلاد ہے اگر اسکو علم ہو گیا کہ ہم نے آپکے ساتھ صُلح کر لی ہے تو معلوم نہیں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ ہم صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کو رسد وغیرہ کی امداد دیتے ہیں۔ ہم لڑائی میں مطلق دخل نہیں دینگے اور نہ ہی جاسوسی کرینگے۔ جب آپ قلعہ فتح کر لیں گے۔ تو پھر آپ جو کچھ حکم دینگے۔ ہم بلا تامل اسکی تعمیل کرینگے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ صُلح کر لیں گے لیکن تمنے صُلح کی کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو پھر ہم اپنے عہد کے پابند نہیں رہینگے۔ اور بعد فتح قلعہ جِس طرح چاہیں گے تم سے سلوک کرینگے۔ اہل حلب نے اسبات کو مان لیا۔ اور ابوعبیدہ نے اُن کو صُلح کی دستاویز لکھدی اور رخصت ہونے کو تھے کہ ابوعبیدہ نے کہا ٹھہرو میں تمہارے ساتھ کچھ سپاہی کر دوں۔ جو تمکو سلامتی کیساتھ شہر تک پہونچا دیں کیونکہ اب تم ہماری حفاظت میں آ گئے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمکو حفاظت کی ضرورت نہیں۔ ہم چھپکے آئے تھے۔ اور چپکے چلے جائیں گے ہم نہیں چاہتے کہ یوقنا یا اسکے سرداروں کو اسبات کا علم ہو۔ اِسپر ابوعبیدہ نے انکو اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔

اِسی گفتگو میں دن قریباً گذر گیا۔ لشکر اسلام نے کوچ کیا۔ اور رات کو وہیں آرام کیا۔ مگر ابو عبیدہ رات بھر بیقرار رہے کیونکہ اُن کو اپنے پیشرو دستہ کی بڑی فکر تھی۔

وہ دل میں کہتے تھے کہ اگر حاکم حلب نے اُن کو قلیل دیکھکر حملہ کر دیا تو اِن بیچاروں کا کیا حشر ہوگا۔ صبح ہوئی تو ابو عبیدہ نے اہل اسلام کو نماز صبح پڑھائی اسکے بعد خالد بن ولید کو کہا کہ اے ابا سلیمان میں آج رات بھر بے قرار رہا ہوں۔ مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں کعب اور اُسکے ہمراہی دشمن کے ہاتھ سے ہلاک نہو گئے ہوں۔ خالد بن ولید نے کہا کہ مجھکو بھی رات بھر ہی تشویش رہی ہے۔ میری رائے میں آپ لشکر کو جلدی کوچ کرنے کا حکم دیں۔ ابو عبیدہ نے اُسی وقت کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی عرصہ میں خالد بن ولید اپنا علم لئے ہوئے لشکر کے آگے روانہ ہوئے اور ابو عبیدہ لشکر کے پیچھے جب کعب اور اُس کے ہمراہیوں نے لشکر اسلام کا علم دیکھا تو وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور کعب نے آگے بڑھکر خالد بن ولید کا استقبال کیا۔ اور لڑائی کے حال سے آگاہ کیا۔ ابو عبیدہ بھی اتنے میں پہونچ گئے۔ اور لڑائی کا حال سنکر کعب کو مرحبا اور جزاک اللہ کہا۔ مگر مسلمان شہیدوں کے لئے افسوس کیا۔

خالد بن ولید نے کہا کہ بیشک ہمسے بڑی غلطی ہوئی۔ محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور کرم ہے کہ کعب اور اسکے ہمراہی دشمنوں کے ہاتھ سے بچ رہے۔ ورنہ اُن کی ہلاکت میں کیا شبہ رہ گیا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے۔ کہ میں نے اہل اِسلام کی نگہداشت نہیں کی۔ اور محض میری غفلت کی وجہ سے اتنے مسلمان دشمنوں کے

ہاتھ سے شہید ہوئے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا حکم ٹلتا نہیں۔ اُن لوگوں کا وقت پہونچ چکا تھا اللہ تعلےٰ اُن کو اس جان نثاری کا اجر عظیم دے گا۔

خالد بن ولید نے کہا کہ اب ہمیں یہاں ٹھہرنا نہ چاہئے۔ بلکہ جلد شہر میں پہونچ چکا ہے کیونکہ وہ لوگ ہماری حفاظت میں آچکے ہیں ایسا نہ ہو کہ یوقنا اُن کے ساتھ بد سلوکی کرے۔ اور ہماری غفلت کی وجہ سے وہ لوگ اس کے ہاتھ سے ایذا پائیں؟

جب معززین حلب شہر میں پہونچے تو ان کو معلوم ہوا کہ یوقنا شہر سے نوجوان آدمی قلعہ میں لے گیا ہے۔ کمزور اور ضعیفوں کو شہر میں چھوڑ گیا ہے۔ اور ایک ہزار سپاہی اُن کی حفاظت پر مقرر کر گیا ہے اور آپ اہل عرب کے پیشر دوستہ سے شکست کھاکر واپس قلعہ میں آگیا ہے۔ وہ دل میں خوش تھے کہ وہ وقت پر اہل عرب سے صلح کر آئے ہیں باقی شہر داروں کو بھی انہوں نے اس حال سے اطلاع دی وہ سب خوش ہوئے اور آن فان میں یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ اور کسی نے اکراکلس کے کانوں تک بھی پہونچا دی اکراکلس یہ سنکر گھبرایا اور دوڑا دوڑا یوقنا کے پاس پہونچا۔ یوقنا سخت غصہ میں آیا۔ اور اُس نے کہا کہ جن اشخاص نے اہل عرب کے ساتھ صلح کرلی ہے۔ ان سب کو تہ تیغ کرونگا۔ یہ کہتے ہی وہ لشکر لیکر قلعہ سے نکلا اور شہر حلب کو گھیر لیا۔ اہل شہر سہم گئے۔ اور معافی کے خواستگار ہوئے یوقنا نے کہا کہ میں تمکو اس شرط پر معاف کرتا ہوں کہ جتنے آدمی اہل عرب کے لشکر میں گئے تھے۔ وہ سب کے سب میرے حوالہ کر دو۔ تاکہ میں نہیں قتل کروں اور تم میرے ساتھ ہو کر اہل عرب کا مقابلہ کرو اور

صلح کا عہد ان کے ساتھ توڑ دو اہل حلب نے کہا کہ ہم کمزور آدمی ہیں اور لڑنا نہیں جانتے ہم جاتے ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے ہمیں ہلاک کر دو۔ مگر اتنا سمجھ لو کہ ہم اہل عرب کی حفاظت میں آچکے ہیں۔ اگر ہمکو قتل کروگے تو اہل عرب ہمارا بدلہ تم سے ضرور لینگے۔ یوقنا سخت غصے میں آیا اور اُس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو جو اہل عرب کے پاس گئے تھے تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ اگر نہ آئیں تو جہاں پاؤ قتل کرو۔ لشکری شہر میں گھس گئے۔ اور ناکردہ گناہ لوگوں کو شبہ میں پکڑ کر قتل کرنے لگے۔ تمام شہر میں ماتم کی آواز بلند ہوئی یوحنا یہ حال سُنکر یوقنا کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ اے بھائی اپنے شہریوں پر کیوں غصہ نکال رہے ہو۔ اور اپنی رعایا کو کیوں قتل کرتے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ اور نرمی اختیار کرو۔ تمنے کیوں ظلم پر کمر باندھی ہے۔ ظالم کا انجام اچھا نہیں ہوا کرتا۔ یوقنا نے کہا کہ ان لوگوں نے میرے ساتھ دغا کی ہے۔ اور مجھ سے خفیہ اہل عرب کے ساتھ مل گئے ہیں اور ان کے ساتھ صلح کر آئے ہیں یوحنا نے کہا کہ اپنی بہتری کے لئے جو کچھ اُنہوں نے کیا اچھا کیا اس میں تیرا کیا حرج ہے تجھکو شکست ہوگی تو یہ لوگ امن میں رہیں گے۔ یوقنا نے کہا بیشک یہ سب تیری شرارت ہے۔ اور تو ہی ان لوگوں کو میرے خلاف اُکساتا ہے پہلے میں تیرا کام تمام کر لوں تو پھر ان کے ساتھ سمجھ لونگا۔ اُس نے تلوار کھینچکر یوحنا کا سر کاٹ کر الگ کر دیا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ اہل شہر کو قتل کرنا شروع کریں۔ یہ حکم اُس کے مُنہ سے نکلا ہی تھا کہ لشکر اسلام شہر کے قریب پہونچ گیا۔ اور اہل حلب کی آہ و زاری کا شور سنکر خالد نے کہا

کہ بیشک ہماری حفاظت میں آئے ہوئے لوگوں پر ظلم کیا جا رہا ہے مسلمانو! دوڑو۔ اسی وقت خالد اور اسکے ہمراہیوں نے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے۔ اور بجلی کی طرح یوقنا کے لشکر پر ٹوٹ پڑے یوقنا تو اُن کو آتے دیکھکر پہلے ہی قلعہ کیطرف دوڑ گیا اور اُس کے ہمراہی بھی سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے۔ جنہوں نے قلعہ کا رُخ کیا وہ تو بچ نکلے اور جو جنگل کی طرف بھاگے قتل ہو گئے۔ اہل حلب میں سے تین سو آدمی قتل کئے گئے تھے۔ مگر اُن کے معاوضہ میں خالد بن ولید نے یوقنا کے دو ہزار سپاہی ہلاک کر دیئے۔ اہل حلب بڑے شکر گذار ہوئے اپنے نجات دہندوں کے اور بھی مخلص فرمانبردار بنگئے اور لشکر اسلام کو ہر طرح کی امداد دینے پر تیار ہو گئے۔ کیونکہ اب ان کو یوقنا کا کوئی خوف نہیں رہا تھا۔ لشکر اسلام ان کی حفاظت کے لئے موجود تھا یوقنا کے ساتھ ان کو سخت عداوت ہو گئی تھی۔ اگر کوئی اسکا ہمراہی ان کے قابو آتا تو فی الفور اسکو گرفتار کرکے لشکر اسلام میں پہونچا دیتے۔ اور اپنی وفاداری اور پابندی عہد کا ثبوت دیتے۔

ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو کہا کہ اے ابا سلیمان شہر حلب اور اسکا علاقہ تو ہمارے قبضہ میں آگیا ہے لیکن جب تک یوقنا کا کانٹا کھٹکتا ہے۔ اور اس کا قلعہ فتح نہیں ہوتا ہم مطمئن نہیں ہو سکتے اور نہ کسی اور طرف جا سکتے ہیں۔ پھر اب قلعہ فتح کرنے کی کیا تجویز کرنی چاہئے۔

خالد بن ولید نے شہر حلب کے چند ایک معزز اور سالخوردہ آدمیوں کو بُلایا۔ اور اُن سے پوچھا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی پوشیدہ راہ معلوم ہے۔ جس کے راستہ ہم قلعہ کے اندر پہونچ سکیں اُنہوں نے کہا کہ ہمکو

اس بات کا کوئی علم نہیں ہے خالد نے کہا کہ دیکھو ہمنے تمہارے ساتھ بڑا نیک سلوک کیا ہے اور تمکو موت کے پنجہ سے رہائی دی ہے یہ بات مجھ سے چھپا کر نہ رکھو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہماری بات پر یقین کریں۔ کہ ہمکو اس بات کا کوئی علم نہیں ہم آپ سے ہرگز کوئی بات چھپانی نہیں چاہتے۔ آپ ہم پر پورا بھروسہ اور اعتماد کریں۔ ہم آپ کے ساتھ کبھی بے وفائی نہ کرینگے۔ اس پر خالد نے اُن کو رخصت کر دیا۔ اور ابو عبیدہ کو کہا کہ میری رائے میں یہی مناسب ہوگا کہ ہم قلعہ اور شہر کے بیچ میں اپنا کمپ لگا دیں۔ اور قلعہ کے چار طرف فوج تعین کر کے اس کے تمام راستہ بند کر دیں اور اس کا بیرونی دنیا سے تعلق قطع کر دیں جب یوقنا اور اس کے ہمراہی تنگ آئیں گے تو خود بخود صلح کر لیں گے۔ سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ شاید اللہ تعالےٰ کوئی آسان سبیل نکالدے۔

ابو عبیدہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور قلعہ کے تمام دروازے روک لئے۔

نمبر ۳۴

محاصرہ حلب

دوسرے دن ابو عبیدہ نے لشکر کو حکم دیا کہ قلعہ حلب پر حملہ کریں چار طرف سے اسلامی لشکر قلعہ کی طرف بڑھا۔ پہلے تو قلعہ والے خاموش رہے۔ مگر جوہیں اہل اسلام اُن کی زد میں آگئے۔ تو تیروں کی ایکدم بوچھاڑ انپر پڑی۔ جس سے کسی کا سر پھوٹا۔ کسی کا بازو ٹوٹا اور کسی کی ٹانگ زخمی ہوئی۔ اہل اسلام نے اُس دن بڑی مصیبت اُٹھائی اور خستہ حالت میں پس پا ہوئے۔ ابو عبیدہ نے ان کو کہا کہ آج تم بڑی بے احتیاطی اور کوتہ اندیشی سے لڑے۔ اسی وجہ سے تم کو تکلیف پہونچی۔ دشمن سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے۔ اور اُسکے فریب میں نہیں آنا چاہئے۔ تم دشمن کو خاموش دیکھکر بے تحاشا آگے بڑھ گئے اور اُس نے موقعہ پاکر تمکو زخمی کیا۔ اب زخم باندھو۔ جو شہید ہوئے ہیں۔ انہیں دفن کرو۔ اور آئندہ کے لئے اس سبق کو یاد رکھو۔ واقعی حلب کا حاکم بڑا چالباز اور ہشیار ہے۔ اس سے ہر وقت ہشیار رہنا لازمی ہے۔

اُدھر یوقنا لشکر اسلام کو خستہ حالت میں پس پا ہوتا دیکھکر بڑا خوش ہوا اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا۔ کہ عربوں کی آج خوب ہی گت بنی ہے۔ یہ صرف کھلے میدان میں لڑنا جانتے ہیں اور بالمقابل بڑھکر تلوار مارتے ہیں مگر محاصرہ کے کچے ہیں۔ معلوم نہیں اسقدر قلعے کیونکر انہوں نے فتح کر لئے۔ ایسے بے تحاشا بڑھے چلے آرہے تھے کہ گویا ان کے زعم میں قلعہ کے اندر سب مردہ تھے اور قلعہ والوں کے

پاس کوئی سامان حرب نہ تھا۔ اب اُمید نہیں کہ وہ پھر قلعہ کا رُخ کریں۔ میں اُن کو فریب وچالبازی سے زِچ کرونگا۔ وہ جنگی فریبوں سے ناواقف ہیں۔ بالکل سیدھے سادے ہیں قلعہ بندی اور محاصرہ کے فن کو وہ کیا جانیں۔ میں آج رات ہی اُن کو اور سبق دونگا جسے وہ عمر بھر نہ بھولیں گے اُن کی موت خُدا نے میرے ہاتھ پر لکھی ہے۔ میرے جاسوس خوب کام کر رہے ہیں۔ اور صحیح اطلاع دیتے ہیں۔ آج تم سب خوشی مناؤ اور خوشی کے نعرے بلند کرو۔ تاکہ اہل عرب سمجھیں کہ ہم خوشی اور عیش میں مصروف ہیں۔ اور اُن کا ہمکو کوئی خیال نہیں۔ پھر دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔

یوقنا نے تین چالاک جاسوس جو عرب نسل کے تھے لشکر اسلام میں بھیجدیے ہوئے تھے۔ جو اہل عرب کیساتھ ملے جلے رہتے تھے اور اُن پر کسی کو شبہ نہیں پڑتا تھا۔ جب آدھی رات گذر گئی تو یوقنا کے ادو جاسوس قلعہ میں آئے۔ اور اطلاع دی کہ لشکر میں اکثر لوگ رات کو جاگتے رہتے ہیں۔ اور کچھ پڑھتے رہتے ہیں۔ خصوصاً جہاں سپہ سالار کا کمپ ہے ادھر رات بھر آگ روشن رہتی ہے اور پہرہ بھی سخت رہتا ہے مگر بائیں طرف کے لوگ خیموں میں سو رہے ہیں۔ اُن کی آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ اور وہ بالکل غافل ہیں۔ یہ سُنتے ہی یوقنا نے دو ہزار سوار چُن لئے اور اُن کو لیکر قلعہ سے نکلا۔ نہائت احتیاط سے چلتے ہوئے وہ اسلامی کیمپ کے بائیں طرف حملہ آور ہوئے۔ مسلمان گھبراہٹ میں اُٹھے۔ جو چیز جسکے ہاتھ میں آئی اُٹھا کر اپنا بچاؤ کرنے لگے۔ اور النفیر۔ النفیر (چلو چلو) پکارنے لگے۔ یہ آواز بجلی کیطرح لشکر اسلام میں پھیل گئی۔ فی الفور ابو عبیدہ خیمہ سے نکلے۔ اور اپنے سرداروں کو پکارا خالد بن ولید جھٹ پٹ مسلح ہو کر

معہ چند ہمراہیوں کے موقعہ جنگ پر پہونچا۔ اور شیر کی طرح گرج کر میدان میں گھس گیا۔ رومیوں نے اس عرصہ میں ساٹھ عرب سپاہی قتل کردیئے تھے۔ یوقنا نے سمجھا کہ لشکر اسلام خبردار ہو کر آپہونچا ہے۔ اُس نے فی الفور واپسی کا حکم دیا۔ رومی پچاس مسلمانوں کو قید کئے ہوئے قلعہ میں جا داخل ہوئے۔ مگر خالد بن ولید اور اُس کے ہمراہیوں کی تلوار سے ایک سو رومی وہیں کھیت رہے۔ اہل عرب جو اس رات شہید اور قتل ہوئے قوم حمیر میں سے تھے۔ صبح ہوئی تو یوقنا نے پچاس قیدیوں کو قلعہ کی فصیل پر مشکیں باندھکر کھڑا کردیا۔ اور اہل اسلام کو دکھا دکھا کر ایک ایک کا سر تن سے جُدا کردیا۔ مسلمان کلمہ شہادت پڑھتے اور شہید ہوتے جاتے تھے۔

جب ابو عبیدہ نے یہ نظارہ دیکھا تو اُن کو سخت قلق ہوا اور انہوں نے تمام لشکر میں منادی کرادی کہ کوئی شخص پہرہ والوں کی حفاظت کے بھروسے پر نہ رہے۔ بلکہ اپنی حفاظت آپ کرے۔ اس دن سے اہل اسلام محتاط ہوگئے۔ اور ہر ایک قوم اپنے اپنے خیموں کے گرد باری باری پہرہ دیتے تھے۔ گو باقاعدہ پہرہ دار بھی ہر رات برابر متعین کئے جاتے تھے۔

یوقنا کو چند دن اور کوئی اطلاع اہل عرب کی غفلت کی نہ ملی۔ جسکا وہ فائدہ اٹھاتا۔ لشکر عرب اب قلعہ کی زد میں نہیں آتا تھا۔ اور محاصرہ کئے بیٹھا تھا۔

ایک شام کو یوقنا کا جاسوس اسکے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے سردار ایک موقعہ اور ہاتھ آیا ہے۔ اگر آپ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اہل عرب کے دل میں دہشت ڈالیں۔ یوقنا نے پوچھا کہ وہ کیا موقعہ ہے؟

جاسوس نے کہا کہ آج صبح لشکر عرب میں سے ایکسو سوار یا ڈیڑھ دو سو سوار بہت سے اونٹ لیکر مشرق کیطرف گئے ہیں وہ شام تک واپس نہیں آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور فاصلہ پر گئے ہیں امید ہے کہ کل وہ ضرور واپس ہونگے۔ یوقناؔ نے کہا کہ کیا اُن کو رسد شہر سے نہیں ملتی ہے جاسوس نے کہا کہ شہر سے بھی رسد لیتے ہیں مگر گرد نواح سے بھی منگاتے رہتے ہیں کیونکہ یہ تمام علاقہ اُن کے قبضہ میں آچکا ہے۔ اور سب لوگ اُن کی حفاظت میں ہیں۔ سوائے آپ کے قلعے کے باقی تمام علاقہ کے اہل عرب اس وقت حاکم ہیں۔

یوقناؔ نے اسی وقت ایک سردار کو بلایا اور اُسکو کہا کہ ایک ہزار سوار لیکر مشرق کی طرف جاؤ اہل اسلام اُس طرف رسد لانے کے لیئے گئے ہیں جہاں وہ تمکو ملیں اُنکو گھیر کر قتل کر دو۔ اور اُن کی رسد وغیرہ چھین لو۔ مگر یہ احتیاط کرنا کہ دن کیوقت قلعہ میں نہ آنا۔ دن کو ادھر غائب رہنا اور رات کو جب تاریکی ہوجائے تو اِس پوشیدہ دروازے سے جہاں سے میں اب تمکو نکالوں گا۔ قلعہ میں آجانا۔ میں تمہارا منتظر رہوں گا۔ یہ حکم دیکر وہ پوشیدہ دروازے کیطرف آیا۔ پہلے جاسوسوں کو بھیجا کہ دیکھیں کوئی غیر آدمی سامنے تو نہیں ہے۔ جاسوس دیکھ بھال کر واپس آئے۔ اور کہا کہ کوئی متنفس دکھائی نہیں دیتا۔ اہل عرب کو ہرگز اس راستہ کا پتہ نہیں۔ بلکہ ہمکو بھی اس کا علم نہ تھا۔ یوقناؔ نے کہا کہ قلعوں میں جو راستے پوشیدہ ہوتے ہیں اُنکا علم خاص خاص آدمی کو ہوتا ہے عام کو نہیں بتایا جاتا۔ اڑے وقت پر یہ راستے بڑا کام دیتے ہیں۔ یوقناؔ نے اپنا بخوبی اطمینان کر کے اپنے سردار کو معہ ایک ہزار سوار کے پوشیدہ راستہ سے نکال دیا۔ ... سواروں نے

سڑک پر پہونچتے ہی سرپٹ گھوڑے چھوڑ دیئے راستہ میں انکو ایک چرواہا ملا جو ایک گلہ گائے بیل کا لئے شہر کیطرف چلا جارہا تھا رومی سردار نے اسکو پوچھا کہ تو کدہر جارہا ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں جنگل سے گلہ چرا کر شہر کو جارہا ہوں آج مجھے جنگل میں بہت دیر ہوگئی ہے۔ رومی سردار نے پوچھا کہ آج دن کے وقت مسلمان سوار اس طرف آئے تھے؟ چرواہے نے کہا ہاں ایکسو سوار معہ باربرداری کے اونٹوں کے ادھر جارہے تھے۔ رومی نے پوچھا کہ کیا اونہوں نے تیری گلہ کو نہیں چھیڑا چرواہے نے کہا کہ ہم اہل عرب کی حفاظت میں آئے ہوئے ہیں یہ تمام جنگل انکے ماتحت ہیں۔ مسلمان اپنے زیر حفاظت لوگوں کو دکھ نہیں دیتے اور نہ اُن سے کوئی چیز جبرًا لیتے ہیں۔ بلکہ جو سامان وہ خریدتے ہیں اُسکی پوری قیمت ادا کرتے ہیں۔ رومی سردار نے کہا کہ اچھا ان مسلمانوں کے ہمارے ہاتھ نبٹ لیں تو پھر اُن کی زیر حفاظت رعایا کی خبر لیں گے۔ یہ کہکر رومی سردار نے اپنے ہمراہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ کہیں وہ ٹھہر کر دم لیتے۔ اور کہیں پھر گھوڑے چھوڑ دیتے۔ صبح ہونے کے قریب تھی کہ انکو اہل عرب رسد لاتے ہوئے سامنے دکھائی دیئے۔ مسلمان سواروں کے افسر مناوش بن ضحاک نے جو راستہ میں رومی سواروں کو دیکھا تو اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ رومی ہمپر حملہ آور ہوئے ہیں ہم تھوڑے ہیں۔ مگر کوئی مضائقہ نہیں جان ہتھیلی پر رکھ لو۔ اور عرب کا نام روشن کرجاؤ۔ اتنے میں رومیوں نے اُنپر حملہ کردیا۔ اور اُن کو چار طرف سے گھیر لیا۔ مناوش اور اُس کے ہمراہی بڑی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ آخر مناوش شہید ہوا۔ تیس اور سوار بھی اسکے ساتھ شہید ہوئے باقی دشمنوں

کی صف چیر کر نکل گئے اور ابو عبیدہؓ کے پاس جاکر عرض کی کہ رومی سوار یکلخت ہم پہ ٹوٹ پڑے ہمنے مردانگی سے مقابلہ کیا ہمارا افسر مناوش بن ضحاک واد شجاعت دیتا ہوا معہ تیس سواروں کے شہید ہوا۔ ہم بہ مشکل دشمنوں کی صف چیر کر یہاں تک پہونچے ہیں۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ تمام علاقہ ہمارے قبضہ میں ہے۔ دشمن ہمارے قلعہ بند ہیں۔ قلعہ کے راستے ہمنے روکے ہوئے ہیں پھر رومی تم پر آسمان سے ٹوٹ پڑے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں سے آئے تھے۔ مگر وہ سب مسلح اور نوا حد دان تھے ہمنے اُن کا اندازہ بھی نہیں کیا۔ کہ وہ کتنے تھے۔ ابو عبیدہ نے اُسی وقت خالد بن ولید کو بلا کر کل ماجرا سنایا اور کہا کہ اے ابا سلیمان تمہیں سے یہ کام ہوگا۔ ایسے کاموں کے لئے تم ہی کو خدا نے پیدا کیا ہے اور تمہارے ہاتھ سے ہی ایسی خطرناک مہمات سرانجام پاتی ہیں تم اپنے ہمراہ جسقدر چاہو آدمی لیلو۔ اور اُن کی تلاش میں جاؤ۔ جب لڑائی کے موقعہ پر پہونچو تو وہاں سے ان کا کھوج نکالو۔ اور جس جگہ اُن کو پاؤ انکا مقابلہ کرو۔ مگر اس بات کو یاد رکھنا کہ اس تمام علاقہ کے لوگوں کے ساتھ ہمارا اصالحہ ہوچکا ہے۔ اور ہم اپنی طرف سے اپنے عہد کے پابند ہیں اگر کسی قوم نے عہد کو توڑا ہے۔ اور ہمارے ساتھ دغا کی ہے تو اسکو میں قرار واقعی سزا دونگا۔ لیکن جب تک یہ امر کما حقہ ثابت نہو جائے۔ تب تک اس علاقہ کے کسی آدمی کو دکھ نہ دینا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ جنہوں نے اچانک ہمارے رسد لانے والوں کو گھیر لیا۔ اس معاملہ کی اچھی طرح چھان بین

کرنا۔ جاؤ اللہ تعالےٰ تم پر اپنی رحمت کرے۔ خالدبن ولید اسیوقت اپنے خیمہ میں گیا اور مسلح ہوکر ابو عبیدہ کے پاس آگیا۔ ابوعبیدہ نے کہاکہ اے ابا سلیمان کیا تم تنہا اس مہم پر جاؤ گے۔ خالد نے کہاکہ میرا ایسا ہی ارادہ ہے۔ اگر دشمن ایک ہزار ہوں گے تو میں ان کے لئے بتائید ایزدی کافی ہوں گا۔ ابوعبیدہ نے کہاکہ بیشک تم کافی ہوگے۔ مگر شائد دشمنوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس لئے میری رائے ہے کہ بہ نظر احتیاط کچھ سوار ہمراہ لئے جاؤ اسمیں کوئی حرج نہیں۔ اتنے میں قوم زبید اور قوم طے کے ۶۰ سوار جنمیں ضرار بن ازور اور ربیعہ بن عامر تھے۔ ابوعبیدہ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہمارے آدمی جو رسد لانے کے لئے گئے تھے۔ وہ راستہ میں رومیوں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے ہیں ان کے ہمراہیوں نے ہمکو ابھی یہ اطلاع دی ہے، آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم رومیوں کے مقابلہ پر جائیں۔ ابوعبیدہ نے کہاکہ خالدبن ولید کو میں نے رومیوں کی طرف جانے کے لئے تیار کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا تو ہمکو اجازت دیں کہ ہم خالدبن ولید کے ہمراہ جائیں۔ ابوعبیدہ نے کہاکہ اے ابا سلیمان ان لوگوں کو ہمراہ لیجاؤ۔ تاکہ ان کا دل خوش ہوجائے۔ خالدبن ولید انکو ہمراہ لیکر روانہ ہوا۔

رومی بطریق نے جب مسلمان سواروں پر غلبہ پالیا تو اس نے کہا۔ کہ مجھکو امید تھی۔ کہ ہم ان سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور کسی کو کمپ تک زندہ جانے نہ دینگے۔ مگر یہ بلا کی قوم ہے۔ کس زور کے ساتھ انکے بعض آدمی ہم کو چیر کر نکل گئے ہیں اچھا یہ سامان رسد اور جانور سب پکڑ لو اور پہاڑی کی طرف چلو۔ دن بھر وہاں آرام کریں گے

اور جب تاریکی ہو جاوے گی تو مال غنیمت لیکر قلعہ کو روانہ ہونگے یہ کہکر رومی سردار معہ ہمراہیوں اور مال غنیمت کے ایک پہاڑی پر چلا گیا - پہاڑی کے اوٹ میں اُتر کر پہرہ دار متعیّن کر دیئے - خالد بن ولید معہ ضرار بن ازور - ربیعہ بن عامر اور دیگر شہسواران عرب کے بڑی تیزرفتار کیساتھ موقعہ واردات پر پہونچا - وہاں انکو اس علاقہ کے آدمی ملے جو بڑے خوف زدہ ہو رہے تھے - خالد بن ولید کو دیکھتے ہی وہ اس کے قدموں میں گر پڑے اور کہنے لگے - کہ آپ کے ہمراہیوں کے خون سے ہم بری الذمہ ہیں - خالد نے کہا کہ پھر یہ کہاں کے لوگ تھے جنہوں نے ہمارے آدمیوں پر حملہ کیا انہوں نے کہا کہ وہ یوقنّا کے ہمراہی ہیں - اور اسی لئے انکو تمہارے آدمیوں کے پیچھے روانہ کیا تھا تمہارے کمپ میں یوقنّا کے جاسوس ہیں جو اسکو تمہارے حالات کی خبر دیتے رہتے ہیں - خالد نے کہا کہ تمکو معلوم ہے کہ وہ رومی سوار کدھر گئے - اُنہوں نے کہا کہ یہہ بتانا تو آسان ہے کیونکہ اُن کے گھوڑوں کے کھوج خود پتہ دیتے جائیں گے - کہ وہ کدھر گئے ہیں - خالد نے کہا اچھّا ایک آدمی ان کا کھوج دیکھتا ہوا ہمارے آگے چلے کھوجی خالد بن ولید کو ایک پہاڑی کے قریب لے گیا - خالد نے کہا کہ اس سے آگے نہ بڑھو - ورنہ دشمن ہوشیار ہو جائیں گے - اور ہمارے ہاتھ سے بچ جائیں گے - پھر کھوجی کو پوچھا کہ حلب کو اس پہاڑی سے جانے کا کوئی اور راستہ بھی ہے اس نے کہا کہ نہیں - اسپر خالد نے کہا کہ بہتر ہے اس راستہ کے ایک طرف ہو کر ہم چھپ رہیں جب رومی اس طرف سے گذریں تو اچانک اُن پر حملہ کریں - تاکہ اُن میں سے کوئی ہمارے

ہاتھ سے بچ کر بھاگ نہ سکے۔ میرا خیال ہے کہ وہ دن بھر چھپے رہیں گے اور رات کو یہاں سے کوچ کریں گے۔ اِس پر خالد اور اس کے ہمراہی گھات میں بیٹھکر اُن کا انتظار کرنے لگے۔

جب شام ہو گئی اور رات کی تاریکی چھا گئی تو رومی سردار نہایت اطمینان کے ساتھ معہ ہمراہیوں اور مال غنیمت کے پہاڑی سے اُترا اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا خالد نے اپنے ہمراہیوں کے دو حصّے کر دئے تھے۔ ایک حِصّہ ضرار بن ازور و ربیعہ بن عامر کو دیکر کہدیا تھا کہ تمنے رومیوں پر عقب سے حملہ کرنا اور آپ ایک حِصّہ کے ساتھ ان پر سامنے سے حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب رومی سردار خالد بن ولید کے قریب پہونچا۔ تو خالد کمین گاہ سے نکل کر شیر کی طرح گرجتا ہوا اُن پر ٹوٹ پڑا۔ رومی گھبرا کر پیچھے ہٹنے کو تھے۔ کہ ضرار اور ربیعہ نے عقب پر حملہ کر دیا اور رومیوں کو دونوں طرف سے گھیر لیا۔ اب رومیوں کا کہاں ٹھکانا تھا رومی سردار کو تو خالد بن ولید نے ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا۔ ادھر ضرار اور ربیعہ نے رومی کشتوں کے ڈھیر کر دیئے۔ سات سو رومی قتل ہو گئے۔ اور تین سو ہتھیار پھینک کر اسیر ہو گئے خالد بن ولید معہ اپنے سامان رسد اور دشمن کے مال غنیمت کے مظفر و منصور ابو عبیدہ کے پاس پہونچ گیا۔ ابو عبیدہ اور تمام لشکر اسلام خالد بن ولید کی کارروائی سے از حد خوش ہوئے اور اُن کے اللّٰہ اکبر کے نعرے دن سے حلب کا میدان گونج اٹھا۔

یوقنا کے جاسوسوں نے اسکو فی الفور اصل حال سے اطلاع دی وہ بڑا ہی نادم اور پشیمان ہوا اور اس نے سمجھ لیا کہ گو وہ بڑا چالباز اور تعشی ہے

مگر اہل عرب کی سادگی اور صفائی اُسپر غالب آرہی ہے اور اُسکی ساری چالاکی اور حکمت عملی اہل اسلام کی صفائی باطن کے آگے گرد ہو رہی ہے
ابو عبیدہ کو خالد بن ولید نے کہا کہ ہمارے لشکر میں یوقنا کے جاسوس رہتے ہیں۔ جو اُس کو ہماری حالت کی دم بدم خبریں پہونچاتے رہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ ہماری ذرا ذرا سی غفلت کا فائدہ اٹھاتا ہے مجھے اجازت دو تو میں اسلامی لشکر میں گشت لگاؤں۔ اور سب آدمیوں کی پڑتال کروں۔ جب تک یہ جاسوس ہم میں موجود ہیں۔ تب تک یوقنا ہمکو کوئی نہ کوئی تکلیف دیتا رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اِس قلعہ میں کوئی پوشیدہ راستہ ضرور ہے۔ جس کا ہم کو علم نہیں اسکا علاج یہ کرنا چاہیئے۔ کہ علاوہ ہر ایک دروازہ کا محاصرہ کرنے کے کچھ آدمی اس کام کے لئے متعین کئے جائیں کہ وہ قلعہ کے گرد چکر لگاتے رہیں۔ اس طرح پوشیدہ راستہ کا یوقنا فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔
ابو عبیدہ نے یہ تجویز پسند کی اور اُسی وقت ضرار بن ازور عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ قیس بن ہبیرہ اور سعید بن عمر کو کچھ سوار دیکر یہ تاکید کی کہ تم باری باری قلعہ کے گرد چکر لگاتے رہو۔ اور جب کسی کو قلعہ کے گرد آتے جاتے دیکھو۔ تو فی الفور گرفتار کر لو۔

اِس کے بعد خالد بن ولید کو کہا کہ جاسوسوں کی پڑتال تم خود کر لو۔ کیونکہ تم سے بہتر کوئی شخص اس کام کو نہیں کر سکے گا۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر معہ ضرار بن ازور اور دیگر ہمراہیوں کے اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔ اور قلعہ کے گرد ایسا سخت پہرہ لگایا گیا

چڑیا بھی قلعہ کے اندر آ جا نہیں سکتی تھی۔ اِدھر خالد بن ولید نے گشت کرنا شروع کیا۔ اور پھرتے پھرتے ایک آدمی کو دیکھا جو اس وقت ایک کمبل کو تہ بتہ کر رہا تھا۔ خالد کو وہ اجنبی معلوم ہوا اُس نے اُس کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ تو کون ہے اجنبی نے کہا کہ میں قوم غسان سے ہوں مگر مسلمان ہو چکا ہوں۔ خالد اُسکو ابو عبیدہ کے پاس لے گیا۔ اور کہا کہ یہ شخص بنی غسان میں سے ہے اور مسلمان ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اسکی آزمائش کرو۔ خالد نے کہا کس طرح؟ ابو عبیدہ نے کہا کہ اسکو نماز پڑھاؤ اگر نماز بلا تکلّف ادا کرے تو سمجھو کہ یہ مسلمان ہے ورنہ نہیں۔ خالد نے اُس کو کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ اور قرآن بلند آواز سے سُنا۔ مگر وہ نہ پڑھ سکا۔ اِسپر خالد نے کہا کہ تو جاسوس ہے اور تیری سزا موت ہے وہ سخت گھبرایا۔ اور اُس نے اپنے قصور کا اقبال کیا۔ خالد نے پوچھا تیرا اور کوئی ہمراہی ہمارے لشکر میں ہے اُس نے کہا کہ ہم تین جاسوس ہیں۔ دو اس وقت قلعہ میں گئے ہوئے ہیں اور ابھی واپس نہیں آئے۔ میں آپ کے حالات دریافت کرنے کے لئے ٹھہر گیا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اس کو حراست میں رکھو اُس نے کہا کہ مجھپر رحم کرو۔ میں آئندہ آپکی مخبری نہ کروں گا۔ اور صدق دل سے مسلمان ہوں۔ ابو عبیدہ کو اسپر رحم آگیا۔ اور اُسکو چھوڑ دیا۔ وہ اُسی وقت کلمہ شہادت پڑھکر مسلمان ہو گیا۔ اور ابو عبیدہ نے اُسکو ایک عالم کے سپرد کیا۔ کہ اس نومسلم کو اسلام کے ارکان سے آگاہ کرے

اور قرآن پڑھائے۔

ابوعبیدہ کامل چار ماہ تک قلعہ یوقنا کا محاصرہ کئے رہے مگر یوقنا نے دم نہ ہارا۔ وہ بدستور کوئی نہ کوئی چال چلتا رہا۔ اہل اسلام بڑے محتاط ہوگئے تھے۔ اور اس کے داؤمیں نہ آتے تھے۔ ابوعبیدہ کو مدینہ خط لکھے ہوئے عرصہ گذر گیا اس پر حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

یہ خط ہے عبداللہ عمرؓ کی طرف سے بنام ان کے عامل ابوعبیدہؓ کے سلامتی ہو تیرے۔ پس بہ تحقیق تعریف کرتا ہوں میں اس اللہ کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اور درود بھیجتا ہوں اس کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر۔

اے ابوعبیدہ کاش کہ تم جانتے کہ تمہارا خط نہ پہنچنے سے میری کیا حالت ہوتی ہے۔ اور میری طبیعت کبھی بیقرار ہوتی ہے۔ مجھے دن اور رات تمہارا اور تمہارے ہمراہیوں کا خیال رہتا ہے جب تمہارے خط کو دیر ہوتی ہے تو مجھکو بڑی بے چینی ہوتی ہے۔ تم اس وقت مجھکو خط لکھتے ہو جب کہ اللہ تعالےٰ تمکو کوئی فتح عطا کرتا ہے۔ اس کے سوائے تم مجھے کوئی اطلاع نہیں دیتے خواہ کتنا عرصہ گذر جائے۔ میں اگرچہ تم سے دور ہوں مگر دل سے نزدیک ہوں اور ہر وقت تمہاری صحت و سلامتی کے لئے دست بدعا رہتا ہوں اہل اسلام کی نگہبانی اور حفاظت دل و جان سے کرتے رہو۔ کیونکہ یہ ایک بڑی امانت ہے جو میں نے تمہاری سپرد کی ہے اور اس کے لئے مجھ سے ضرور باز پرس ہوگی مجھے اپنے حالات سے برابر اطلاع دیتے رہو۔ سلامتی اور رحمت ہو تیر اور سب مسلمین پر۔

نمبر ۳۵

فتح حلب

ابو عبیدہ نے خلیفہ ثانی کا خط لشکر اسلام کو جمع کر کے سُنایا۔ سب سُنکر خوش ہوئے اور حضرت عمر کی ہمدردی اور دلسوزی کا شکریہ ادا کہنے لگے اسکے بعد ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یہ خط ہے عبد اللہ عمرؓ بن خطاب امیر المومنین کی خدمت میں۔ ان کے عامل ابو عبیدہ کی طرف سے۔ سلامتی ہو آپ پر۔ پس بہ تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اُس اللہ کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور درود بھیجتا ہوں اُس کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ اور جانو تم یا امیر المومنین اس امر کو کہ تحقیق اللہ تعالےٰ غالب اور بزرگ ہے اور اس کے واسطے سب تعریف ہے۔ تحقیق فتح کیا ہمارے ہاتھوں پر قنسرین کو اور فتح کیا شہر حلب اور اُس کے علاقہ کو از روئے صُلح کے اور بہ تحقیق نافرمانی کی ان لوگوں نے جو حلب کے قلعہ میں ہیں۔ وہ بہت لوگ ہیں اپنے بطریق یوقنا کے۔ فریب کیا اس نے ہمارے ساتھ کئی بار اور مار ڈالا ہم سے کئی ایک مسلمانوں کو جنکے واسطے اللہ تعالےٰ نے شہادت لکھ دی تھی۔ ہم برابر قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ لیکن یوقنا نے ہمکو دق کیا ہوا ہے اور فریب نہ چالیں چلتا ہے اگر آپ اجازت دیں

تو میں اس قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر انطاکیہ کی طرف بڑھوں۔ میں آپ کے حکم کا انتظار کرونگا۔ سلامتی ہو آپ پر اور تمام مسلمین پر۔

یہ خط لکھکر عبداللہ بن قرط اور جعد بن جیران کے حوالہ کیا اور اسکو کہا کہ جلدی اس خط کو مدینہ پہونچا دو۔ تاکہ حضرت عمرؓ کی فکرمندی دور ہو۔ اور اہل اسلام خط سنکر خوش ہوں۔ عبداللہ بن قرط اور جعد بن جیران خط لیکر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ وہ ابھی شام کی سرحد سے پار نہ ہوئے تھے۔ کہ انہیں ایک مُسلح سوار آتا ہوا دکھائی دیا عبداللہ نے جعد کو کہا کہ یہ کون سوار ہماری طرف آرہا ہے کوئی دشمن ہوگا۔ ہتھیار سنبھال لو۔ جعد نے کہا اس علاقہ میں ہمارا دشمن کوئی نہیں ہے یہ سب لوگ ہماری حفاظت میں ہیں ہتھیار سنبھالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اتنے میں سوار نے ان کے نزدیک پہونچکر السلام علیکم کہا۔ عبداللہ اور جعد نے جواب میں وعلیکم السّلام کہا سوار نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ عبداللہ نے کہا کہ ہم لشکر اسلام کیطرف سے مدینہ منوّرہ کو جارہے ہیں تم کون ہو؟ اور کہاں کا قصد ہے۔ سوار نے کہا کہ میرا نام بلال بن زید الطائی ہے اور میں اپنے گروہ سمیت لشکر اسلام میں شامل ہونے جاتا ہوں میرے ہمراہی میرے پیچھے آرہے ہیں میں نے دور سے تمکو دیکھا تھا اسلئے تمہارا حال دریافت کرنے کے لئے آگے نکل آیا۔ اور ان سے لشکر اسلام کی کیفیت پوچھی عبداللہ نے کہا کہ لشکر اسلام قلعہ حلب کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں تم وہاں اُن سے جاملو۔

عبد اللہ اور جعد اُن سے رخصت ہو کر مدینہ میں پہونچے اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ابو عبیدہ کا خط پیش کیا حضرت عمر رضؓ نے خط پڑھا۔ اور خوش ہوئے۔ پھر نماز کے بعد تمام مسلمانوں کو سُنایا۔ اور وہ بھی خط سنکر بہت خوش ہوئے۔ اتنے میں حضرموت اور یمن کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ اور خلیفہ ثانی کے روبرو عرض کی کہ ہم لوگ بقصد شام آئے ہیں۔ اور آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ خلیفہ ثانی نے کہا کہ تمپر اللہ کی رحمت ہو تم کتنے آدمی ہو۔ اونہوں نے کہا کہ ہم چار سو سوار ہیں۔ مگر ہمارے ساتھ کچھ اور آدمی ہیں جنکے پاس سواری نہیں۔ اگر آپ سواری کا انتظام کر دیں تو ہم بآرام سفر طے کر کے لشکر اسلام میں جائیں۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ وہ کتنے آدمی ہیں جنکے پاس سواری نہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ وہ ایکسو چالیس ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے پھر پوچھا کہ وہ سب کے سب عرب ہیں۔؟ اُنہوں نے کہا کہ ان میں تھوڑے عرب ہیں باقی غلام ہیں اُن کے مالکوں نے اُن کو اجازت دیدی ہے۔ اور وہ لڑائی میں بڑے بہادر اور جفاکش ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت حکم دیا کہ بیت المال سے ستر اونٹ ان کو دیدو۔ دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار ہو جائیں گے۔ پھر اُن کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور اُن کو رخصت کیا اور عبد اللہ بن قرط کو کہا کہ تم میرا خط لیکر اس گروہ کے ہمراہ ابو عبیدہ کے پاس جاؤ۔ حضرت عمر رضؓ نے مندرجہ ذیل خط لکھا۔

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمان اور رحیم ہے یہ خط

ہے منجانب عبداللہ عمرؓ امیر المومنین بجانب ان کے عامل ابو عبیدہ
عامر بن جراح کے۔ پس تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اس اللہ کی جس
کے سوائے کوئی معبود نہیں اور درود بھیجتا ہوں اُن کے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر تحقیق پہونچا میرے پاس خط تمہارا بدست قاصدوں کے۔
پس خوش کیا مجھکو اس خبر نے کہ تمکو دشمنوں پر اللہ تعالے نے فتح دی
لیکن تم نے جو ارادہ کیا ہے جانے کا ان شہروں کی طرف جو حلب اور
انطاکیہ کے درمیان ہیں اور چھوڑ دینے کا حلب کے لوگوں کو ان کے
حال پر پس یہ تو میری رائے نہیں ہے۔ کہ چھوڑ دو اس شخص کو جسکا
شہر اور علاقہ تمنے لے لیا ہے۔ اگر تم بغیر قلعہ فتح کرنے کے اور طرف چلے
جاؤ گے۔ تو یہ بُری مثال قائم ہو گی۔ یہ خبر تمام ملک میں پھیل جائیگی
کہ تم قلعہ حلب پر قادر نہ ہو سکے۔ اس میں تمہاری سبکی ہو گی۔ اور
حاکم حلب کی بڑی عزت اور ناموری ہو گی۔ جا بجا اسکی تعریف ہو گی
اور دوسرے شہر بھی اس کی پیروی کرنے کی خوشی کرینگے اور تمکو
ہر جگہ مشکل کا سامنا ہو گا۔ رومیوں کو تم پر جرأت پیدا ہو جائے گی
اور وہاں کے حاکم آپس میں تمہارے متعلق مشورہ بھی کرینگے اور لشکر
اکٹھا کرکے تمہارا مقابلہ کرینگے۔ اس لئے تم قلعہ حلب کا محاصرہ چھوڑنے
سے پرہیز کرو۔ اور برابر اسکو گھیرے رہو جب تک کہ اللہ تعالےٰ حکم
کرے۔ اور وہ بہترین ہے حکم کرنے والا۔ تم اپنے لشکر کو ارد گرد پھیلاؤ
اور آس پاس کے علاقوں میں تھوڑا تھوڑا لشکر بھیجتے رہو جو شخص
تم سے مصالحہ کریں۔ اُن کے ساتھ صلح کر دو اور جو تمہارے ساتھ سلامتی

اختیار کریں۔ تم بھی اُن کے ساتھ سلامت روی کرو۔ اور اللہ تعالے سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ روانہ کئے ہیں تمہاری طرف سوار ان یمن اور حضرموت جنمیں کچھ غلام بھی ہیں مگر لڑائی میں بڑے بہادر ہیں۔ اُنہوں نے اللہ کی راہ میں جان خرچ کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا ہے اسی طرح انشاء اللہ تمکو برابر کمک پہونچتی رہے گی۔ سلامتی اور رحمت ہو اللہ کی تم پر اور تمام مسلمانوں پر۔

عبداللہ بن قرط اور جعد بن جیران مع اہل یمن و حضرموت کے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں اہل یمن عبداللہ بن قرط کیساتھ باتیں کرتے جاتے تھے۔ اور اس سے اہل عرب کی فتوحات کا حال پوچھتے جاتے تھے آخر اُنہوں نے پوچھا کہ اسوقت لشکر اسلام کس جگہ ہے۔ کیا کر رہا ہے۔ عبداللہ بن قرط نے جواب دیا کہ آجکل اہل اسلام قلعہ حلب کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ اس محاصرہ کو چار ماہ سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ مگر قلعہ فتح ہونے میں نہیں آتا قلعہ کا حاکم جسکا نام یوقنّا ہے۔ بڑا چالاک اور ہشیار ہے اُس نے ہمکو ازحد دِق کر رکھا ہے۔ کبھی وہ رات کو ہم پر اترآتا ہے۔ اور بے خبری میں ہمارے آدمی قتل کر دیتا ہے۔ کبھی ہمارے رسد لانے والوں پر چُپکے سے حملہ کر دیتا ہے۔ اور ہمارا مال اسباب لوٹ لیتا ہے کبھی قلعہ سے پتھر اور تیر برساتا ہے۔ کبھی ہم کو غافل پاکر ہمارے آدمی گرفتار کر لیجاتا ہے۔ اور ان کو قلعہ کی فصیل پر کھڑا کر کے ہمارے سامنے قتل کر دیتا ہے۔ ہمنے بھتیرا اُسکو تنگ کیا ہے اس کے سپاہی قتل

کئے ہیں مگر وہ ایسا دلیر اور چالاک ہے کہ ہماری کچھ پروا نہیں کرتا جنگ یرموک کے بعد ہمنے ایسا منچلا رومی کوئی نہیں دیکھا۔ پس ہم آجکل ایسے مخمصے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

عبد اللہ بن قرط جب یہ ذکر کر رہا تھا۔ تو سُننے والوں میں ایک شخص بنی طریف ملوک کندہ کا غلام تھا جس کا نام دامس تھا اور کنیت اوسکی ابو الہول تھی۔ یہ شخص بڑا قد آور اور تنومند تھا۔ اُسکی گردن موٹی اور چھوٹی تھی۔ رنگ سیاہ تھا اور بالکل ایک ہاتھی کی مانند دکھائی دیتا تھا۔ گھوڑے پر چڑھتا تو پاؤں زمین پر پہونچتے تھے وہ نامی شہسوار اور مشہور جنگجو تھا۔ اور علاقہ یمن اور حضرموت میں تمام لوگ اُسکی شجاعت کی تعریف کرتے تھے۔ اور اُسکو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ اپنی مجلسوں میں تعجب کیساتھ اُس کا ذکر کرتے تھے۔ اور اُس کے کارنامے سُنکر حیران ہوا کرتے تھے قد و قامت میں تو وہ بلا تھا ہی مگر دلیری اور بہادری میں بھی اپنے تمام علاقہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔

جب دامس نے راہ چلتے یوقنا کا حال سنا تو وہ سخت جوش میں آیا۔ اور عبد اللہ بن قرط کو کہنے لگا۔ کہ اے برادر عزیز خوش ہو کہ میں لشکر اسلام میں شامل ہونے جاتا ہوں اللہ نے چاہا تو میں اس یوقنا کو جس کی تم اتنی تعریف کرتے ہو ایسا خوار اور ذلیل کرونگا کہ عمر بھر یاد رکھے گا۔ عبد اللہ بن قرط نے اُسکی طرف دیکھکر کہا کہ اے حبشن کے بیٹے تو نے بڑی ڈھینگ چلائی ہے۔ اور تکبر کا کلمہ

کہا ہے۔ جس رومی سوار نے ہمکو تنگ کیا ہے۔ وہ تم سے ذلیل نہ ہوگا یوں موہوم اُمید نہ باندھ جب تو حلب میں پہونچکر اس کے حالات سُنے گا۔ تو پھر تجھکو میری بات کی قدر معلوم ہوگی۔ جری سے جری عرب اور امیر سے امیر مسلمان وہاں موجود ہیں مگر اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ وہ جوں کا توں خم ٹھوک کر مقابل کھڑا ہے وہ ایسی باپ کا بیٹا ہے۔ جس نے زبردستی حلب کا تمام علاقہ قیصر روم کے ہاتھ سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور قیصر روم نے بجائے اسپر فوج کشی کرنے کے اسکو حلب کے علاقہ کا رئیس تسلیم کر لیا اسکا بیٹا یوقنا ہو بہو اپنے باپ کی مانند ہے۔ تم ایک غلام ہو کر اس سے کیونکر عہدہ برا ہو سکو گے۔

دامس ابوالہول یہ تقریر سُنکر جوش میں آگیا۔ اور کہنے لگا کہ اے بلادہ تمنے مجھکو حقیر سمجھا اور میری قدر نہیں جانی۔ میرے ہمراہیوں سے پوچھو کہ میں کتنی قیمت کا ہوں مسلمان ہونے سے پہلے میں نے تمام علاقہ میں ہل چل مچا دی تھی۔ میرے نام سے لوگ کانپتے تھے۔ میں نے جماعتوں کی جماعتیں بھگا دی ہیں۔ لشکر منتشر کر دیئے۔ دائیں بائیں تاخت و تاراج کی۔ سینکڑوں جوان میں نے قتل کر ڈالے کئی گاؤں اُجاڑ کر دیئے۔ کسی نے مارے ڈر کے میرا پیچھا نہیں کیا۔ کسی کو مجھ سے باز پرس کرنے کی جرأت نہیں پڑی۔ کوئی میرا دامنگیر نہیں ہوا سب مجھ سے ڈرتے تھے۔ اگر میں اسوقت مسلمان نہ ہوتا اور مجھکو اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسی وقت تمہیں اس حقارت کا مزہ چکھا دیتا۔

عبداللہ بن قرط یہ دلیرانہ گفتگو سُنکر چپ ہوگیا۔ اور وامس کے ہمراہیوں نے عبداللہ کو کہا کہ وامس جو کچھ کہتا ہے بالکل سچ ہے۔ بلاشبہ وہ بڑا زورآور اور دلیر ہے۔ اور اُسکے حیرت انگیز کارنامے لوگوں کی زبان پر حفظ ہیں میدان جنگ میں کبھی اپنے حریف کو اُسنے زندہ نہیں چھوڑا اور کبھی کسی بھاگتے ہوئے کو زندہ جانے نہیں دیا۔ ہمکو اُمید ہے کہ وامس کے پہونچتے ہی لشکر اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوگی *

اسپر گفتگو ختم ہوئی۔ اور اہل یمن جلد جلد منزلیں طے کرتے ہوئے لشکر اسلام کے قریب پہونچے لشکر اسلام کو دیکھتے ہی انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ لشکر اسلام نے بھی چار طرف سے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ ابو عبیدہ اُن کے استقبال کو نکلے اور اُنکا خیر مقدم کیا اہل یمن وحضرموت اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں میں جو ان کے قرابتی تھے جا ملے اور ان کے پاس فروکش ہوئے۔ وامس ابوالہول قبیلہ بنی ظریف کنندہ کے پاس ٹھہرا۔ جنکا وہ غلام مشہور تھا۔

دن بھر تو لشکر میں امن امان رہا۔ جب رات ہوئی تو بعد نماز ہر گروہ کے کچھ آدمی سو گئے۔ اور کچھ آدمی اپنے اپنے گروہ کے گرد پہرہ دینے لگے۔ وامس نے جو بنی ظریف کو اُس گھبراہٹ میں دیکھا تو اس نے ایک آدمی سے پوچھا کہ تمہارا لشکر قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ لشکر کے گرد پہرہ مقرر ہے۔ کوئی مخالف تمہارے سامنے نہیں تمکو خوف کس بات کا ہے۔ اور یہ گھبراہٹ اور بے آرامی کیسی ہے

اس نے جواب دیا کہ اے وامس تجھکو معلوم نہیں اس قلعہ کا حاکم بڑا مستغنی ہے۔ وہ دن کو ہمارے مقابلہ پر نہیں آتا۔ مگر رات کو ہمیں غافل پاکر ہمپر حملہ کردیتا ہے اس لئے ہم اپنی حفاظت آپ کررہے ہیں؟ وہ ایسا باخبر ہے کہ ہم میں سے جو گروہ غافل ہوتا ہے اسپر شیر کی طرح گھات سے نکل کر آپڑتا ہے۔ وامس نے کہا کہ جب قلعہ کے دروازے اور راستے رُکے ہوئے ہیں تو وہ پھر آسمان سے آپڑتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اس قلعہ میں کوئی پوشیدہ راستہ ہے جسکی کسی کو خبر نہیں وہ اس راستے نکل آتا ہے۔ اور ہمکو بے چینی میں ڈال دیتا ہے۔ یہ باتیں ہورہی تھیں۔ کہ ایک کنارہ سے شوروغل کی آواز آئی پہرہ دار نے کہا کہ اے ابوالہول اب اپنے کانوں سے سُن لے۔ دشمن ہمارے کسی گروہ پر آپڑے ہیں وامس نے اسی وقت اپنی تلوار کھینچ لی۔ اور ڈھال کاندھے پر ڈال کر اس طرف جہاں سے شوروغل کی آواز سنائی دیتی تھی دوڑا گیا اُسکے ہمراہی بھی اسکے پیچھے ہوئے۔ وامس جاتے ہی شیر کی طرح گرجا۔ اور پکارا میں ہوں وامس ابوالہول تمہاری جان کھانے آیا ہوں۔ رومی اسکا نعرہ سُنکر دہشت کھاگئے۔ اور قلعہ کی طرف بھاگے مگر وامس اور اُن کے ہمراہیوں نے اُن کا پیچھا کیا اور انکو مارتے مارتے قلعہ کے دروازہ تک چھوڑ آئے رومیوں میں سے دوسو کو وامس نے مار ڈالا۔ وامس شائد قلعہ کے اندر گھس جاتا۔ مگر ابوعبیدہ کا ایک سوار اس کے پاس پہونچا اور اُس نے وامس کو کہا کہ سردار کا حکم ہے کہ تم سب واپس آجاؤ۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو وامس اور

اُن کے ہمراہی واپس آگئے۔

جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابو عبیدہؓ نے رات کے حملہ کا ذکر کیا۔ اور پوچھا کہ وہ کون گروہ تھا جس نے تاریکی میں رومیوں کا تعاقب کیا۔ سراقہ بن مکرب نے جو قوم کندہ کا رئیس تھا کہا کہ کل رات رومیوں کو قتل کرنے والے ہماری بھائی ظریف تھے۔ جو کل یہاں وارد ہوئے ہیں اُن کے ہمراہ وامس ابوالہول تھا جس نے یہ کار نمایاں کیا۔ ابو عبیدہ نے پوچھا کہ وامس کون ہے سراقہ نے کہا کہ وہ بنی ظریف کا غلام ہے مگر بڑا شہ زور اور بہادر ہے ابو عبیدہؓ نے کہا کہ ایک غلام سے ایسا حیرت ناک کام واقعی تعجب خیز ہے خالد بن ولید نے کہا کہ بلاشبہ وامس ابوالہول حیرت ناک کام کرتا ہے مجھکو ایک شخص نے اُسکے حیرت ناک کارنامے سنائے تھے بلاشبہ وہ بڑا جری اور شجاع ہے۔ اور اہل یمن اسکی از حد قدر کرتے ہیں وہ اکیلا ایک لشکر کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہ رومی سپاہی اس کے آگے کیا تھے۔ اگر آپ اسکو واپس نہ بلا لیتے تو عجب نہیں وہ رومیوں کے پیچھے قلعہ میں گھُس جاتا۔

ابو عبیدہؓ نے کہا کہ اسکو میرے سامنے بلا بھیجو تاکہ میں اُسکو دیکھوں اور اس کے ساتھ بات چیت کروں۔ وامس فی الفور ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابو عبیدہ نے اسکو شاباش دی اور کہا کہ اے ابوالہول میں نے تمہاری شجاعت کی بڑی تعریف سنی ہے اور تم بڑے معرکوں میں رہے ہو۔ اس قلعہ کے فتح کرنے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن

میں آئے تو مجھے بتاؤ۔ واس نے کہا کہ قلعہ فتح کرنے کی کوئی اور تجویز نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص ہم میں سے قلعہ کے اندر چلا جائے اور قلعہ کا دروازہ کھول دے ابو عبیدہ نے کہا کہ قلعہ تک پہونچنا مشکل ہے۔ اسی مشکل نے ہمکو یہاں ٹھہرا رکھا ہے۔ جب ہم قلعہ کے نزدیک جاتے ہیں تو قلعہ والے ہمپر پتھر برساتے ہیں۔ ہمکو مجبوراً واپس آنا پڑتا ہے۔ دشمن نکلتے نہیں کہ ہم انکا مقابلہ کرکے اُن پر غالب آئیں۔ واس نے کہا کہ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کریں اور تیس جانباز جوان میرے ہمراہ کردیں تو میں کسی طرح قلعہ کے اندر پہونچنے کی کوشش کرونگا۔ ابو عبیدہ اور اُن کے ہمراہی یہ سُنکر متعجب ہوئے اور ابو عبیدہ نے کہا کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ تم کس طرح تیس آدمیوں کیساتھ قلعہ میں داخل ہو سکوگے جب کہ ہم اتنے بڑے لشکر کیساتھ کچھ نہ کرسکے۔ واس نے کہا کہ آپ روز روشن میں یہ کوشش کرتے ہیں اور میں رات کی تاریکی میں یہ کوشش کرونگا۔ آپ مجھ سے اور کچھ نہ پوچھیں صرف تیس آدمی میرے ہمراہ کردیں ابو عبیدہ نے کہا کہ مجھے تمپر پورا اعتماد ہے کیونکہ جو شخص اہل اسلام کا خیر خواہ ہو اسپر میں پورا اعتبار کرتا ہوں۔ تم تیس آدمی لیلو اور جس طرح چاہو کرو۔

ابو عبیدہ نے اسی وقت تیس جانباز آدمی ابوالہول کے ہمراہ کردیئے اور اُن کو کہا کہ واس کو میں نے تمپر سردار مقرر کیا ہے اس کے احکام کی تعمیل بلا چون وچرا کرنا اور اس بات سے بُرا نہ ماننا کہ میں نے شرفاء

عرب پر ایک غلام کو سردار مقرر کیا ہے اوّل تو اسلام میں اسبابت کی کوئی تمیز نہیں۔ لیکن تمہاری تسلّی کے لئے میں تمکو یاد دلاتا ہوں کہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو بنی غسان نے سرحد شام پر قتل کر دیا تھا تو آنحضرت نے تین ہزار جوان سرحد شام پر لڑائی کے لئے روانہ کئے تھے جنہیں بڑے بڑے نامی اور خاندانی شرفائے عرب تھے حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچیرا بھائی جعفرؓ طیار بن ابی طالب بھی ان میں موجود تھا۔ مگر ان سب پر اپنے غلام زید بن حارثؓ کو سردار مقرر کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ اگر زید بن حارثؓ شہید ہو جائے تو اسکی جگہ جعفر طیار سردار مقرر ہو۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو پھر عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر تسلیم کیا جائے۔ اگر وہ شہید ہو جائے۔ تو پھر لشکر اسلام اپنی مرضی سے کسی کو سردار منتخب کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ مقام مؤتہ میں اہل اسلام کا مقابلہ بنی غسان اور لشکر روم کیساتھ جو تعداد میں کثیر تھے ہوا۔ زید بن حارث شہید ہوا پھر جعفر تیار شہید ہوا۔ پھر عبداللہ روحہ شہید ہوا آخر لشکریوں نے خالد بن ولید کو سردار منتخب کیا۔ خالد نے بڑی جانفشانی سے لشکر اسلام کو دشمنوں سے بچایا۔ اور بڑی تعریف کیساتھ مدینہ واپس آیا اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔

پھر آنحضرتؐ نے زید بن حارث کے بیٹے اسامہ کو لشکر کا سردار مقرر کر کے سرحد شام پر جانے کا حکم دیا۔ اسامہ ابھی روانہ نہیں ہوا تھا

کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی - صحابہ نے خلیفہ اوّل کو کہا کہ اسامہ اور اسکے لشکر کو روک لیا جائے اور مدینہ کی حفاظت کے لئے رکھ لیا جائے - مگر خلیفہ اوّل نے کہا کہ جس لشکر کو پیغمبر خدا نے سرحد شام پر جانے کا حکم دیا ہے اوسکو میں روکنا نہیں چاہتا - حالانکہ حالت خطرناک تھی مگر خلیفہ اول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پوری تعمیل کی اس لشکر میں خود حضرت عمرؓ بھی اسامہ کے ماتحت موجود تھے - آخر حضرت عمرؓ نے خلیفہ اول کو کہا کہ اگر اس لشکر کو ضرور ہی سرحد پر بھیجنا چاہتے ہو تو کم از کم اس کا سردار تبدیل کر دو اور کسی اور قابل رئیس عرب کو اسپر مامور کرو - خلیفہ اوّل یہ سنکر حضرت عمرؓ پر سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ اے بیٹے خطاب کے کیا تو مجھے اس شخص کو معزول کرنے کی تحریک کرتا ہے جسکو خود حضرت رسول خدا صلعم نے اس لشکر پر سردار مقرر کیا ہے حضرت عمرؓ دم بخود رہ گئے - پھر خلیفہ اوّل نے اسامہ کو بلایا اور اسکو کہا کہ تم کو خود رسول خدا نے اس لشکر کا سردار مقرر کیا تھا اس لئے میں بھی تمہاری عزت کرتا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اہل لشکر میں سے حضرت عمرؓ کو اجازت دو کہ وہ بجائے تمہارے ہمراہ سرحد پر جانے کے میرے پاس رہیں اور ہمکو اپنے مشورہ سے خلافت کے کاروبار میں امداد دیتے رہیں اسامہ نے بخوشی اجازت دیدی اور آپ معہ لشکر سرحد کی طرف روانہ ہوا - یہ تمام باتیں میں نے اس لئے تمکو یاد دلائی ہیں کہ تم اس بات سے ملول نہ ہو کہ میں نے واسس ابوالہول کو تیرا سردار

مقرر کیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر لشکر اسلام کی امارت کا بوجھ میرے کندھوں پر نہ ہوتا تو میں خود وامس ابوالہول کی ماتحتی میں اسکے ہمراہ جاتا۔

یہ سنکر اُن کے دل خوشی سے بھر گئے۔ کہ اور کہنے لگے کہ اے سردار اگر آپ کسی غیر مسلم کو بھی ہمارے اوپر سردار مقرر کر دیں تو بھی ہم بلاچون وچرا آپ کے حکم کی تعمیل کرینگے۔ اور اس سردار کی دل وجان سے اطاعت کرینگے۔ ہم وامس ابوالہول کو اپنا سردار مقرر کرتے ہیں اور اسُ کے حکم پر اپنی جان دینے پر تیار ہیں۔

وامس نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ابو عبیدہ کو کہا کہ لشکر کا کمپ یہاں سے اٹھا کر تین فرسنگ پر پہنچائیں اور ایک ہزار سوار کو ایک سردار کی ماتحت ہر وقت تیار رکھیں جب میں اطلاع دوں اُسی وقت وہ ہزار سوار قلعہ کی طرف آئے۔ اور جس دروازے پر اللہ اکبر کی آواز سنے اُس طرف رُخ کرے اور جلد قلعہ میں داخل ہو کر ہمسے ملجائے۔ ہم اُس وقت خطرناک حالت میں ہونگے مگر اللہ نے چاہا تو میں اسوقت تک زندہ ہوں گا۔ جب تک کہ عرب سوار قلعہ میں داخل ہو جائیں۔ اس سے آگے معاملہ صاف ہے اور اس ہزار سوار کی ہمّت اور جرأت پر فتح و شکست منحصر ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کی توفیق سے قلعہ میں انہیں داخل کر دونگا۔

وامس ابوالہول کی یہ جان نثاری اور جانبازی دیکھکر ابو عبیدہؓ کے دل میں رقت پیدا ہو گئی۔ اور چشم پُر آب ہو کر کہنے لگے کہ بیشک ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی ہے۔ اور اسکی نعمتوں کا اپنے آپ کو مستحق بنا لیا ہے۔

پھر خالد بن ولید کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابا سلیمان اس ہزار سوار پر تم سردار رہنو۔ اُن کو ہمراہ لیکر قلعہ میں جائیں اللہ تعالے نے چاہا تو صرف تمہارے نام سے دشمن کانپ جائیں گے مگر اس بات کا ضرور خیال رکھنا کہ جب دشمن امان مانگیں تو فی الفور اُن کو امان دینا اور ان کو اپنے قیام میں کر لینا۔

ابو عبیدہ نے اُس وقت لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی۔ کہ اہل عرب نے تنگ آ کر قلعہ کا محاصرہ چھوڑ دیا ہے اور کسی اور طرف کا عزم کر لیا ہے۔ قلعہ والوں نے جو لشکر اسلام کو جاتے دیکھا۔ تو انہوں نے یوقنا کو کہا کہ اے سردار ہم کو اجازت دے کہ ہم اہل عرب پر حملہ کریں اور اُن کا مال اسباب لوٹ لائیں یوقنا نے کہا کہ تم بیوقوف ہو اور اہل عرب کو نہیں جانتے اہل عرب کا کھلے میدان میں مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ ہمنے اتنا مقابلہ صرف قلعہ کی بدولت کیا ہے۔ ورنہ وہ کب کا ہمکو نیست و نابود کر دیتے قلعہ کے دروازے بدستور بند رکھو اور اتنا بھی غنیمت سمجھو کہ اس بلا سے ہمکو نجات ملی۔ آج تم سب خوشی مناؤ۔ اور خوب کھاؤ مگر قلعہ کے باہر کوئی نہ جائے۔ اور دروازے بدستور بند رکھو۔ جب تک کہ میں حکم نہ دوں۔

واثس ابو الہول اپنے ہمراہیوں کو لیکر ایک گھاٹی کیطرف چلا گیا اور اُن کو کہا کہ دن یہاں بسر کرو جب تمام تاریکی ہو جائیگی تو قلعہ کی طرف چلیں گے جب رات ہو گئی تو واثس انکو ہمراہ لیکر قلعہ کیطرف چلا اور قلعہ سے کچھ فاصلہ پر اُن کو ٹھہرا کر آپ تنہا دبے پاؤں قلعہ کے قریب پہنچا اور تمام قلعہ کا چکر لگا کر اپنے ہمراہیوں کے پاس واپس آ کر کہنے لگا

تمام برجوں کے نیچے گیا ہوں۔ سب برجوں سے مجھکو آوازیں سنائی دیں مگر ایک چھوٹا سا برج بالکل سنسان ہے یا تو وہاں چوکیدار نہیں ہیں اور یا چوکیدار نیند کے مزے لے رہے ہیں مجھکو یقین ہے کہ آج قلعہ والے خوب عیش کرتے ہوں گے اِس غرض سے میں نے لشکر اسلام کو محاصرہ اٹھانے کی ترغیب دی ہے۔ قلعہ والے ہماری طرف سے اب بالکل مطمئن ہیں۔ اب تم میرے ساتھ چلو۔ لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ معاملہ بڑا خطرناک ہے۔ اور جان پر کھیلنے والی بات ہے۔ اگر کسی کو جان پیاری ہو تو میرے ہمراہ نہ جائے۔ کیونکہ ایک آدمی کی بزدلی سے بعض وقت تمام کام بگڑ جاتا ہے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم میں کوئی بزدل نہیں ہم جان دینے پر تیار ہیں۔ جو کچھ حکم کروگے ہم اُس کی دل و جان سے تعمیل کرینگے واثق نے دو آدمیوں کو تو اسی وقت ابو عبیدہ کی طرف یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ایک ہزار سوار کا دستہ صبح ہونے سے پہلے قلعہ تک پہونچ جائے اور باقی لشکر اُن کے بعد آجائے پھر اٹھائیس جوانوں کو لیکر واثق چھوٹے برج کے نیچے پہونچا۔ اور فصیل کا اندازہ کرکے کہنے لگا۔ کہ یہ فصیل سات آدمیوں کی لمبائی کے قریب اونچی ہے۔ اسپر اُس نے سات جوان چُنے جو جسم کے ہلکے تھے اور اُن کو کہا کہ میں نیچے کھڑا ہوتا ہوں دوسرا آدمی میرے دوش پر پاؤں رکھکر کھڑا ہو جائے۔ اور فصیل کو ہاتھ سے پکڑے اُسکے اوپر تیسرا اور اُسکے اوپر چوتھا علیٰ ہذا القیاس ساتواں آدمی ہاتھ میں رسہ ہمراہ لے جائے جب وہ فصیل کے کنگروں تک پہونچے تو

کنگرے پکڑ کر اوپر چڑھ جائے اور رسے نیچے لٹکا دے پھر ہم باری باری اوپر آجائیں گے۔ اگر برج میں چوکیدار سوتے ہوں تو انکو قتل کر دے۔

وامس نیچے کھڑا ہوا دوسرا آدمی اس کے اوپر کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح ساتواں آدمی فصیل کے کنگروں تک پہونچ گیا۔ اور کنگروں کا سہارا لیکر اوپر چڑھ گیا۔ وہاں دو چوکیدار بدمست اور بیہوش لیٹے ہوئے تھے۔ اُن کا کام اُس نے تمام کیا۔ اور رسہ لٹکا دیا دوسرے آدمی نے رسہ پکڑ لیا۔ اور پہلے نے اُس کو اوپر کھینچ لیا۔ اسی طرح سب آدمی اوپر چڑھ گئے۔ وامس نے اُن کو کہا کہ تم سب برج میں بیٹھے رہو۔ تاریکی میں تمکو کوئی نہ دیکھے گا اور میں دبے پاؤں ذرا قلعہ کی خبر لاتا ہوں۔ وامس قلعہ میں گیا۔ نظر بچا کر پھرتا رہا۔ ایک عالیشان مکان سے بڑی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وامس نے اوپر جا کر دیکھا تو رومی ضیافت کے مزے اڑا کر بدمست ہو رہے تھے۔ اسی طرح پھرتا ہوا وہ دروازہ کے قریب گیا۔ وہاں بھی پہرہ والے بیہوش پڑے تھے۔ مگر دروازہ زنجیروں سے بند تھا۔ وامس یہ حال دیکھکر واپس آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا۔ کہ مطلع تو صاف ہے اور اللہ تعالےٰ نے کام تو آسان کر دیا ہے۔ صرف بات یہ ہے کہ ہمارے ہزار سوار وقت پر پہونچ جائیں۔ خواہ ہم ہلاک ہو جائیں قلعہ تو فتح ہو جائیگا۔ ہماری جانوں کی کیا حقیقت ہے جبکہ اسلام کی فتح ہوتی ہے۔ اتنے میں روز یوقنا کے شبخون میں مرتے ہی تھے۔ وقت اب آدھی رات کا ہے۔ اگر ہم صبح تک انتظار کریں تو ممکن ہے دروازہ کے چوکیدار

بیدار ہو جائیں۔ اور اگر ہم اسی وقت قلعہ پر قبضہ کرلیں تو لڑائی شروع ہو جائے گی۔ معلوم نہیں ہم سواروں کے پہونچنے تک زندہ رہیں گے یا نہیں اچھا جو خدا کو منظور ہو۔ کم از کم ہم اپنا فرض تو ادا کر دینگے۔ کوئی یہ تو نہ کہے گا۔ کہ وامس ابوالہول نے اپنے کام میں سستی کی۔ چلو میرے ہمراہ چلو۔ جاتے ہی چوکیداروں کو نہ تیغ کرنا شروع کر دو۔

وامس معہ اپنے ہمراہیوں کے دروازے پر جا پہونچا۔ پیشتر چوکیداروں پر ہاتھ صاف کرنے کے اس نے چند آدمیوں کو کہا کہ تم دروازہ کھول دو۔ اور ہم ان چوکیداروں کو قتل کرنا شروع کرتے ہیں۔ جب وامس ابوالہول نے چوکیداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تو کئی اُن میں سے بیدار ہو گئے۔ اور چیخنے چلانے لگے۔ اُن کی چیخیں سنکر رومی بہادر لڑنے آئے اتنے میں ابوالہول نے اپنے ہمراہیوں کو دیوار کے ساتھ دروازے کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑا کر دیا تھا۔ اور اُنکو تاکید کی کہ دیوار کا سہارا ہرگز نہ چھوڑنا اور جو سامنے آئے اُسکو قتل کرتے جانا۔ دروازہ پر قبضہ برابر رہے گا۔ اور دشمن ہمارے عقب میں نہ آسکیں گے +

قلعہ میں ایک شور مچ گیا۔ یوقنا معہ سپاہیوں کے موقعہ پر پہونچ گیا۔ وامس اور اُسکے ہمراہی تھوڑے تھے۔ اسلئے اُن کے مقابل میں تھوڑے سپاہی ہوسکتے تھے۔ کیونکہ جگہ تنگ تھی۔ جو آدمی آگے بڑھتا اس کو قتل کر دیتے لڑائی بڑے زور شور سے ہوتی رہی۔ وامس اور اُس کے ہمراہی

زور شور سے اللہ اکبر کے نعرہ بلند کرتے رہے۔ اور برابر دشمنوں سے لڑتے رہے واسس کے ہمراہی اب قتل ہونے لگے۔ صبح ہونے کے قریب تھی۔ کہ واسس کے آٹھ ہمراہی شہید ہو گئے مگر واسس برابر تلوار چلائے جاتا تھا۔ گو زخمی ہو رہا تھا۔ اتنے میں اُن کی تکبیر کے جواب میں باہر سے تکبیر کا نعرہ سنائی دیا۔ واسس اور اُس کے باقی ہمراہی بڑے خوش ہوئے۔ اور شدّت کیساتھ لڑنے لگے۔ کیونکہ اُنھوں نے سمجھ لیا کہ عرب سوار آپہونچے ہیں۔ اب اگر وہ سارے قتل ہو جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ خالد بن ولید واسس کی آواز کے اوپر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اور رومیوں کو پیچھے ہٹا کر اُن کو قتل کرنا شروع کیا تمام عرب گھوڑوں سے اُتر کر اندر آگھسے اور رومیوں کو تلواروں پر لے لیا۔ یوقنّا تو فی الفور کھسک کر اپنے محلّ میں جا پہونچا۔ اور اُس کے ہمراہی بھی خالد کی تلوار کی تاب نہ لاکر الامان الامان پکار اُٹھے۔ خالد نے فی الفور تلوار نیام میں کر لی۔ اور اہل قلعہ کو امان دیدی۔ واسس ابو الہول اور اُس کے باقی ہمراہی بچ گئے۔ مگر سب زخمی تھے۔ خود واسس کے جسم پر ستّر زخم آئے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے ایک زخم بھی مہلک نہ تھا۔ واسس ابوالہول کی قدر و منزلت لشکر اسلام میں بہت بڑھ گئی۔ اور اُسکی شجاعت جانبازی اور جانثاری کے سب قائل ہو گئے۔

خالد بن ولید نے ابو عبیدہ کو اطلاع دی کہ قلعہ فتح ہو گیا ہے مگر یوقنّا کہیں چھپ گیا ہے۔ اہل قلعہ سب امان مانگتے ہیں۔

اور آپ کی حفاظت میں آنے پر راضی ہیں۔ ابو عبیدہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ اور خالد کو کہا کہ قلعہ میں منادی کردو کہ جو شخص برضا و رغبت اسلام قبول کرے گا۔ اس کے حقوق اہل عرب کے برابر سمجھے جائیں گے۔ اور جو شخص اسلام قبول نہ کرے گا مگر ہماری حفاظت میں خوشی سے آجائے اسکو ہم کوئی دُکھ اور ایذا نہ دیں گے۔ گو اہل قلعہ اس لائق ہیں۔ کہ اُن کے ساتھ آئین جنگ کے مطابق سلوک کیا جائے اور انکو اسیری میں لیا جائے۔ مگر اُن کو معافی دی جاتی ہے۔ یہ منادی سنتے ہی جوق در جوق لوگ قلعہ سے نکل کر ابو عبیدہ کے پاس آئے۔ اور معافی کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ بہتوں نے اپنی رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا۔ خود یوقنا بھی منادی سنکر ہاتھ باندھے ابو عبیدہ کے سامنے آیا۔ اور معافی مانگ کر عرض کی کہ میں صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے اجازت دو کہ میں لشکر اسلام کے ہمراہ رہوں۔ اور جتنی تکلیف میں نے لشکر اسلام کو دی ہے۔ اس سے زیادہ اُن کی حمایت اور تائید کروں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلعم سے سرفرازی حاصل کروں۔ مجھکو سخت قلق ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے بھائی یوحنا کو ناحق قتل کیا۔ وہ سچا تھا۔ اور آپ کے ساتھ مصالحہ کرنے کی مجھے ترغیب دیتا تھا۔ اور آپ کے حسن سلوک کی تعریف کرتا تھا۔ جب میں نے آپکی منادی سُنی کہ آپ آئین جنگ کے مطابق ہمسے سلوک نہ کریں گے بلکہ ہمکو معافی دیں گے تو میں اسی وقت اسلام کا قائل ہو گیا۔ اور میرے سینہ میں

نور چمکا - ورنہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا - اور ہم اس طرح آپ کا کوئی قلعہ فتح کرتے - تو اول تو تمام قلعہ والوں کو خواہ وہ چیختے چلاتے قتل کرتے - ورنہ اُن کو قید کر کے اُنکا مال اسباب لوٹ لیتے مگر آپ کے ہمراہیوں نے جونہیں امان کی آواز سُنی اسی وقت تلوار نیام میں کر لی - اور ایک پیسہ کی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور کسی عورت یا مرد کو ذرا اذیت نہیں دی - بیشک ایسی صفات سچے اور برحق نبی صلعم کے پیروؤں میں ہی ہو سکتی ہیں اب میں اسلام کا ہوں اور میرا جو کچھ ہے اسلام کا ہے - میں نے جو تکلیفیں آپ کو اور سب اہل اسلام کو دی ہیں وہ مجھے معاف کیجئے ابو عبیدہ رضؓ نے کہا کہ اسلام کا خاصہ یہی ہے - کہ جب کوئی دشمن معافی کا خواستگار ہو تو اس کو معافی دیجائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے معافی دینے والوں کا رتبہ بڑا بلند کیا ہے - ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت کو معاف کر دیا تھا - جس نے حضرتِ حمزہ رضؓ کو قتل کرایا تھا - اور اس حبشی کو بھی معاف کر دیا تھا جس نے حمزہ رضؓ کو اس عورت کی تحریک سے شہید کیا تھا پھر اپنے ان تمام اہل مکہ کو جنہوں نے آپ کو سخت سے سخت ایذائیں دی تھیں - فتح مکہ کے دن بالکل معاف کر دیا ہے - معافی - رحم - حلم - بُردباری - خلق - سخاوت - اور انسانی ہمدردی اسلام کی خصوصتیں ہیں آئندہ تمکو بھی ایسا ہی ہونا پڑیگا - اے عبداللہ دلیوقنا میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں - کہ اگر تم اسلام کی اعانت کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارا معین ہوگا - سنو مومن صادق کی غذا وہ ہے جو اسکو میسر آئے - اور لباس اس کا

اس قدر ہے جو اُس کے جسم کو ڈھانک رکھتے اور گھر اُس کا وہ ہے جہاں وہ موجود ہو۔ تم اس بات سے دلگیر نہ ہونا کہ تم نے اپنا مُلک۔ زینت۔ سرداری اور حکومت کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں نیست ہونیوالی ہیں۔ بلکہ تم خوش ہو کہ تم اس چیز کو طلب کرتے ہو جو باقی اور پائدار ہے۔ دنیا کی نعمت جاتی رہتی ہے۔ اور عاقبت کا ثمرہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ تم یقین کر لو کہ آج کے دن تم اُن گناہوں سے ایسے پاک اور مبرا ہو جیسے کہ تم پیدائش کے وقت تھے۔ اس بات کو کبھی فراموش نہ کرنا کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور قبر اُس کی خوابگاہ ہے۔ تنہائی اُسکی نشست کی جگہ ہے۔ نصیحت اور پند قبول کرنا اسکا شغل ہے۔ اور قرآن اُسکی بات چیت ہی اللہ تعالیٰ اُس کو آرام دیتا ہے۔ اور خدا اُس کا رفیق ہوتا ہی حکمت اسکا کلام ہے۔ مٹی اسکا سونا ہے۔ پرہیزگاری اُسکا توشہ ہے۔ صبر اور قناعت اسکا شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اسکا ایمان ہے۔ عبادت اُسکا پیشہ ہے اور بہشت اُسکا گھر ہے یوقنا یہ پاکیزہ کلام سنکر از حد متاثر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت مانگی اسکا نام عبداللہ رکھا گیا اور وہ اللہ کے سچے بندوں میں شامل ہو گیا۔

ابو عبیدہؓ نے اسی وقت حضرت عمرؓ کو قلعہ حلب کے فتح ہونے اور یوقنا کے مسلمان ہونے کی اطلاع بھیجدی۔ اور واسس ابوالہول کی تدبیر۔ جوانمردی۔ جان بازی۔ جان نثاری اور زخمی ہونے کا بھی مفصل حال لکھدیا اور اس وقت تک

حلب میں قیام فرمایا کہ جب تک واسس ابوالہول اور اس کے ہمراہیوں کے زخم اچھے ہو گئے۔ پھر سب سرداروں اور واسس ابوالہول کو بلا کر کہا کہ اللہ تعالےٰ نے قلعہ حلب کو ہمارے لئے فتح کیا۔ اب تم مجھے کس طرف بڑھنے کا مشورہ دیتے ہو۔ سب نے بالاتفاق یہ عرض کی کہ اب انطاکیہ کیطرف چلنا چاہیئے کیونکہ وہ قیصر روم کے ایشیائی علاقہ کا پایہ تخت ہے۔ اور بڑا ضروری مقام ہے۔ اگر انطاکیہ پر ہمارا قبضہ ہو گیا تو رومیوں کا زور بالکل ٹوٹ جائے گا۔ اور تمام علاقہ شام اہل عرب کے زیر نگین ہو جائے گا۔

ابو عبیدہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور کہا۔ کہ لشکر کوچ کی تیاری کرے راستہ میں جو قلعہ اور شہر آتے جائیں گے ان پر قبضہ کرتے ہوئے ہم انطاکیہ پر حملہ کرینگے اور اللہ تعالےٰ نے چاہا تو اس کو فتح کرینگے۔

نمبر ۳۶

فتح انطاکیہ

ابو عبیدہ حلب سے روانہ ہو کر اور راستہ میں تمام چھوٹے قلعوں اور شہروں کو فتح کرتے ہوئے انطاکیہ کے قریب گئے وہاں اُنہوں نے لشکر کو تقسیم کر کے تین ہزار سوار پر سعید بن زید کو افسر مقرر کیا اور اسکو انطاکیہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد رافع بن عمیرہ کو تین ہزار سوار دیکر روانہ کیا۔ اس کے بعد میسرہ بن مسروق کو تین ہزار سواروں پر سردار مقرر کر کے بھیجا۔ اس کے بعد تین ہزار سوار بسرکردگی مالک اشتر روانہ کئے اُن کے بعد خالد بن ولید کو لشکر زحف کیسا تھ روانگی کا حکم دیا۔ اور آپ باقیماندہ لشکر اور اسباب وغیرہ لیکر سب سے پیچھے روانہ ہوئے۔

ہرقل بادشاہ کو جو ابھی تک انطاکیہ میں بیٹھا ہوا غم کھا رہا تھا اور جنگ یرموک کے بعد کوئی اور لشکر اہل عرب کے مقابل بھیجنے پر قادر نہ ہوا تہا۔ برابر اطلاعیں پہونچ رہی تھیں کہ آج فلاں شہر پر اہل عرب کا قبضہ ہو گیا۔ آج فلاں قلعہ اہل اسلام نے فتح کیا۔ خصوصاً بیت المقدس پر اہل اسلام کا قبضہ ہو جانے سے اسکو سخت صدمہ پہونچا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اہل عرب کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے

اُس نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی تھی مگر وہ سمندر کا سیلاب اُس سے رُک نہ سکا - اب وہ انطاکیہ میں ایک کثیر لشکر لئے خاموش پڑا تھا - کہ اسکو اہل عرب کے انطاکیہ پر حملہ کرنے کی اطلاع پہونچی - وہ بہت گھبرا گیا - اور اپنے سرداران کو جمع کر کے کہا - کہ انطاکیہ شام کا آخری شہر ہے جو اہل عرب کے ہاتھ سے اب تک محفوظ ہے - اگر اہل عرب کا انطاکیہ پر بھی قبضہ ہو گیا - تو بس پھر تمام مُلک شام اہل عرب کے زیر نگین ہو جائے گا - اور رومی اقتدار خاک میں ملجائے گا - میری یہ خواہش رہی ہے کہ ایک دفعہ اہل اسلام کو شکست ملے مگر عجیب بات ہے کہ انہوں نے ایک شکست بھی نہیں کھائی اُن کی ترقی کی رَو اس زور سے چڑھتی جاتی ہے کہ اُترنے کا نام ہی نہیں لیتی ہیں اس معاملہ میں سخت حیران ہوں میرے بڑے بڑے نامی سردار اور بہادر ملوک اہل عرب کے ہاتھ سے قتل ہوئے میرے لاکھوں کھا سپاہی اُن کی تلوار کے لقمہ ہو گئے ہیں - ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ ان عربوں میں یہ طاقت اور ہمت کہاں سے آگئی - اُن کو ہم ایک ضعیف قوم سمجھتے تھے - بلکہ دنیا کی بڑی قوموں میں وہ کسی شمار میں نہ تھے ہر سال اُن کے قبیلے ننگے اور بھوکے ہمارے علاقہ میں آتے تھے - اور ہم انہیں اپنے ہاں پناہ دیتے تھے اُن آباد کاروں سے بھی اپنے ریگستانی بھائیوں کے مقابل کچھ نہیں ہو سکا - اُن کو بھی ان جنگلی آدمیوں نے رومیوں کے ساتھ چیر پھاڑ ڈالا - مجھے اِس قوم سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہو گیا ہے نہ وہ

کسی لالچ میں آتے ہیں نہ کسی رُعب میں آتے ہیں نہ کسی
کا دباؤ مانتے ہیں بڑھتے بڑھتے انطاکیہ تک آپہونچے ہیں
بتاؤ ان کو مغلوب کرنے کی کیا تدبیر کرنی چاہئے۔
جبلہ بن رہیم غسانی جو یرموک سے زندہ بچ کر معہ اپنے
چند ہزار ہمراہیوں کے انطاکیہ میں پہونچ گیا تھا۔ اور راس وقت
بادشاہ کے مقربوں میں تھا۔ اٹھا اور اس نے کہا کہ اے
بادشاہ میرے خیال میں ان عربوں کے غلبہ کی وجہ صرف
یہ ہے۔ کہ ان کا خلیفہ عمرؓ بڑا زبردست آدمی ہے اگر
ان کے خلیفہ کو کسی طرح قتل کیا جائے۔ تو پھر یہ عرب یہاں
سے بھاگ جاویں گے۔ وہ بڑا مدبّر اور جرّی ہے اسی کے
سہارے پر یہ مسلمان لڑ رہے ہیں۔ اگر ان کا وہ سہارا
ٹوٹ جائے تو پھر یہ ہمارے سامنے خس و خاشاک کی طرح
اڑ جائیں گے ان کی اس قوّت کو توڑنا چاہئے۔ ہرقل نے
کہا کہ جو عرب ہمارے علاقہ میں ہمارے روبرو آگئے ہیں
ان کو تو ہم دفع نہیں کر سکتے۔ ان کے خلیفہ پر جو مدینہ میں
ہے کیونکر قادر ہو سکیں گے۔ جبلہ نے کہا اگر آپ اجازت
دیں۔ تو میں اپنی قوم میں سے ایک جانباز آدمی کو مدینہ
میں بھیجتا ہوں۔ جو موقعہ پاکر اہل عرب کے خلیفہ کو قتل کر
ڈالے گا۔ ہرقل نے کہا کہ جب تک وہ مدینہ میں پہونچکر خلیفہ
عرب کو قتل کرنے کا موقعہ پائے گا۔ تب تک اہل عرب
ہماری جانوں کے مالک ہو جاویں گے۔ پھر خلیفہ کے قتل
سے ہمکو کیا فائدہ پہونچے گا۔ اس کی جگہ دوسرا مقرر ہو جائیگا

جبلہ نے کہا دوسرا آدمی ان میں عمرؓ کے برابر کا کوئی نہیں اور ہم عربوں کا پیچ پیچ کر مقابلہ کرینگے۔ اُن کے گلے نہیں پڑینگے۔ اور لڑائی کو طول دینگے۔ جب تک کہ ہمکو خلیفہ کے قتل کی خبر پہونچ جائے ہرقل نے کہا اچھا یہ تدبیر بھی کرکے دیکھ لو۔ اسپر جبلہ نے اپنی قوم میں سے ایک شخص کو جسکا نام واثق تھا۔ یہ ہدایت دیکر مدینہ میں بھیجا کہ جس طرح بن پڑے اہل عرب کے خلیفہ کو قتل کردے۔ واثق اس نیت سے مدینہ کو روانہ ہوا۔ اور مدینہ پہونچ کر حضرت عمر کی عادات سے واقفیت پیدا کی۔ اُس نے دیکھا کہ حضرت عمر رضؓ دوپہر کے وقت ایک کھجور کے درخت کے نیچے چٹائی پر سویا کرتے ہیں ایک دن موقعہ پاکر وہ اس درخت کے اوپر چڑھکر چھپ رہا۔ جب حضرت عمر رضؓ درخت کے نیچے آکر چٹائی پر سوگئے۔ تو واثق نے درخت سے اُترنے کا ارادہ کیا اسلامی مؤرخ بالاتفاق لکھتے ہیں۔ کہ معاً اسی وقت ایک شیر نمودار ہوا اور حضرت عمر کے گرد چکر لگانے لگا واثق کے تن میں یہ دیکھکر لرزہ پڑ گیا۔ اور حضرت عمر رضؓ کی آنکھ کھل گئی۔ شیر تو اسی وقت غائب ہوگیا۔ اور واثق دہشت زدہ ہوکر حضرت عمرؓ کے پاؤں میں گر پڑا اور معافی مانگ کر مسلمان ہوگیا۔ حضرت عمر رضؓ نے جب اُس سے کیفیت پوچھی تو اُس نے کل حال اپنا اور شیر کی موجودگی کا عرض کیا۔ حضرت عمر رضؓ نے سنکر کہا کہ ہر ایک انسان کی موت کا ایک وقت معین ہے جب تک وہ وقت نہ آجائے کوئی چیز اسکو قتل نہیں کرسکتی۔

ادھر جبلہ کا آدمی جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے مدینہ کو روانہ ہوا اور

ادھر شاہ ہرقل نے لشکر کو میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔ اور انطاکیہ کے باہر لشکر عرب کے انتظار میں کمپ لگا دیا۔ بڑے نامی سرداروں کو دائیں بائیں پر مقرر کیا۔ اور جبلہ اور اوس کے ہمراہیوں کو اپنے آگے رکھا۔ اتنے میں ایک سوار نے ہرقل کو اطلاع دی کہ اہل عرب نے آہنی پل پر قبضہ کر لیا ہے ہرقل نے متعجب ہو کر کہا کہ کیا لشکر عرب آہنی پل تک پہونچ گیا ہے؟ سوار نے کہا کہ سارا لشکر تو نہیں آیا۔ مگر انکا پیشرو دستہ جس میں تین ہزار جوان ہیں پل تک پہونچ گیا ہے۔ محافظوں نے مزاحمت کی۔ مگر اہل عرب نے اُن کو مغلوب کر لیا۔ ہرقل نے کہا کہ اس صورت میں ہمکو اس سے آگے بڑھنا نہ چاہیئے کیونکہ اہل عرب ہم سے بہت نزدیک ہو گئے ہیں جب اُدھر لشکر اسلام آہنی پل پر پہونچا تو خالد بن ولید نے کہا کہ ہم کو اسی جگہ کمپ لگانا چاہیئے۔ اور اپنے آگے کھلا میدان چھوڑ دینا چاہیئے۔ تاکہ ہم دشمن کا کھلے بندوں مقابلہ کر سکیں ابو عبیدہ نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا اور لشکر اسلام کو اسی جگہ اُترنے کا حکم دیا۔

دوسرے دن دونوں لشکر آراستہ ہو کر ایک دوسرے کے مقابل میدان میں پہونچے رومی لشکر میں سے سب سے پہلے ایک بطریق نسطورس نامی جو ایک لوہے کے بُرج کی طرح دکھائی دیتا تھا مقابلہ کے لئے نکلا اس کے ڈیل ڈول کو دیکھکر اہل عرب میں سے دامس ابوالہول گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ کچھ دیر تک

برابر کے وار پڑتے رہے۔ مگر کوئی غالب نہ آیا۔ اتنے میں واسس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور واسس کو لئے ہوئے گر پڑا۔ اسطورس فی الفور جست کر کے گھوڑے سے کود پڑا اور واسس کو گرفتار کر کے اپنے خیمہ میں باندھ کر چھوڑ آیا۔ رومی بڑے خوش ہوئے۔ اور اہل اسلام ملول ہوئے۔ اسطورس پھر میدان میں شیر کی طرح گرجنے لگا۔ اہل اسلام میں سے ضحاک نکلا۔ ضحاک قد و قامت میں خالد بن ولید کے مشابہ تھا۔ رومی سپاہ میں اکثر جوان ایسے تھے جنہوں نے خالد بن ولید کو یرموک کی لڑائی میں لڑتے دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے ضحاک کو خالد سمجھکر شور مچایا کہ اہل عرب کا نامی سردار میدان میں نکلا ہے۔ جس نے روم کے مشہور سرداروں کو قتل کیا ہے۔ اور شاہی لشکر کو بارہا شکست دی ہے۔ یہ سُنکر سب رومی سپاہی لڑائی دیکھنے کے لئے آگے بڑھے اسی کشمکش میں بسطورس کے خیمہ کی ایک چوب ہل گئی۔ اس کے فراشوں نے چوب سیدھی کرنے کی کوشش کی مگر اُن سے سیدھی نہ ہو سکی۔ تمام سپاہی اشتیاق کے ساتھ میدان جنگ میں بسطورس کی لڑائی دیکھ رہے تھے کسی نے فراشوں کی امداد نہ کی۔ آخر ایک فراش نے دوسرے کو کہا کہ یہ عرب قیدی مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ آؤ اس سے امداد لیں اسپر انہوں نے واسس کے بند کھولے اور اوسکو کہا کہ چوب سیدھی کردو۔ پھر ہم تجھکو باندھ دینگے۔ واسس نے ہمّت کر کے چوب سیدھی کردی۔ اب دونوں فراش رسّی لیکر اسکو باندھنے

آئے۔ وامس نے دونوں کو گردن سے پکڑ لیا اور دونوں کے سر ٹکرا لئے اور مار ڈالا۔ بسطورس کے خیمہ سے ایک آبدار تلوار اٹھائی اور اپنی زرہ کے اوپر اسکی ایک پوشاک پہن لی۔ پھر خیمہ سے نکلکر وہ اس کے اصطبل میں گیا اور ایک تیز گھوڑے پر سوار ہو کر رومی فوج کے اس دستہ میں جو جبلہ بن رہیم کے ماتحت تھا جا کر مل گیا۔ رومیوں کی توجہ میدان جنگ کی طرف اس قدر مائل تھی کہ کسی نے وامس کی طرف دھیان نہ کیا۔

ضحاک اور بسطورس برابر کی لڑائی لڑ رہے تھے دونوں نے ایسے کرتب دکھائے کہ ہر دو لشکر سے تحسین اور آفرین کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ رومیوں کو تو یہ خوشی تھی کہ بسطورس خالد بن ولید کا خوب مقابلہ کر رہا ہے۔ اور اہل اسلام کو اس بات کی خوشی تھی۔ کہ ضحاک رومی سپہ سالار کا خوب جواب دے رہا ہے۔ لڑائی نے طول کھینچا۔ گھوڑے پسینہ پسینہ ہو گئے اور دونوں پہلوانوں کے بازو تھک گئے۔ مگر کوئی غالب نہ آیا اور نہ کوئی زخمی ہوا۔ آخر دونوں جدا ہو کر اپنے فریق کے تحسین کے نعروں میں اپنے اپنے لشکر کی طرف پھر گئے۔ جب بسطورس خیمہ میں پہونچا۔ تو فراشوں کو مردہ اور وامس کو گم پایا۔ وہ گھبرا کر بادشاہ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میرا قیدی میرے فراشوں کو مار کر بھاگ گیا ہے۔ واقعی یہ عرب بڑی بلا ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ کوئی سوار سوائے تمہارے ہماری صف کی طرف سے میدان میں نہیں گیا۔ اگر وہ قیدی بھاگا ہے

توضرور ابھی تک رومی لشکر میں جما ہوگا۔ اسکی تلاش کرو رومی لشکر میں بجلی کیطرح یہ خبر پھیل گئی۔ واسس نے جو لشکر میں ہل چل دیکھی تو سمجھا کہ معاملہ طشت از بام ہوگیا ہے اس نے ہمت کر کے جبلہ کے بھتیجے حازم پر ایسی سبکدستی سے تلوار کا وار کیا کہ اس کا سر کاٹ کر لانگ پھینک دیا۔ قوم غسان یہ دیکھکر حیرت زدہ ہوگئی۔ واسس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور بجلی کی طرح غسانی فوج میں سے نکل کر لشکر اسلام میں جاملا۔ رومی فوج یہ واقعہ دیکھکر حیران اور ششدرہ گئی۔ اور جبلہ کو سخت صدمہ ہوا۔ جب اُس نے سُنا کہ اس کا بھتیجا حازم قتل کیا گیا ہے۔ واسس کو صحیح وسالم دیکھکر لشکر اسلام میں خوشی کا نعرہ بلند ہوا۔ واسس نے اپنی سرگذشت ابوعبیدہ کو سُنائی وہ سُنکر کہنے لگے کہ یہ سب تائید ایزدی ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے بیشک اللہ تعالے اپنے وعدہ کے مطابق مومنوں کی حمایت کر کے دشمنوں کو مبہوت کر رہا ہے۔

اس دن اس سے زیادہ لڑائی نہ ہوئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے کمپ کی طرف چلے گئے ہرقل بادشاہ پر اہل عرب کا خوف اسقدر غالب ہوگیا کہ اوسکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اس نے اپنے معتمد غلام کو جو شکل شباہت میں اس سے ملتا جلتا تھا کہا کہ میں تجھکو اپنی جگہ پر چھوڑتا ہوں تو میرا لباس پہن لے۔ اور میری جگہ دشمن کا مقابلہ کرتا کہ میں جان بہ سلامت نکل جاؤں۔ اور دشمنوں کے ہاتھ اسیر نہ ہوجاؤں۔ یہ انتظام کر کے ہرقل بادشاہ اپنا

زر و جواہر لیکر راتوں رات خفیہ انطاکیہ سے نکل گیا۔ اور ایک جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ
چلا گیا۔ ابو عبیدہ کو کسی نے اطلاع دی کہ شہر انطاکیہ ساحل سمندر کے قریب
ہے اور سمندر کے راستہ رومی فوج کے لئے غلہ اور رسد وغیرہ آتی ہے اگر ایک دستہ
فوج کو ساحل کیطرف بھیجدیں تو رومیوں کی رسد وغیرہ سب مسلمانوں کے ہاتھ
آجائیگی۔ اسپر ابو عبیدہ نے معاذ بن جبل کو تین ہزار سوار دیکر ساحل سمندر پر بھیجا
اور تاکید کی کہ دشمن کا جو سامان پاؤ لوٹ لاؤ۔ معاذ نے ساحل پر ایک آفت
مچا دی اور جو سامان ہرقل کی فوج کیلئے سمندر کے راستے آتا سب تاخت و تاراج کر کے
لشکر اسلام میں بھیجدیتا اور جو شخص اسکا مزاحم ہوتا اسکو تہ تیغ کرتا۔ دوسرے دن
پھر لشکر آراستہ ہو کر میدان میں آئے اہل اسلام نے آج رومیوں کو موقعہ نہ دیا۔ کہ پہلوان
باری باری سے میدان میں نکلکر لڑائی کو طول دیں سب سے پہلے خالد بن ولید معہ اپنے غلام کے دشمن
پر حملہ کیا پھر سعید بن زید نے پھر رافع بن عمیرہ نے پھر میسرہ بن مسروق نے پھر مالک اشتر نے
پھر عمرو بن معدیکرب ذوالکلاع حمیری فضل بن عباس و ابن ابی الہول کعب بن ضمرہ اور دیگر
شرفائے عرب نے اپنی اپنی قوم کیساتھ رومیوں پر حملہ کیا رومی بھی آگے بڑھے اور دونوں لشکر باہم پیوست
ہو گئے رومی بھی آج مرنے مارنے کی قسم کھا کر آئے تھے خوب جی توڑ کے لڑنے لگے دونوں طرف سے بڑی شجاعت اور بہادری
کے کارنامے ظہور میں آئے ضرار بن ازور دشمن کی صفوں میں گھس گئے انکی بہن خولہ بھی زرہ پہنے ہوئے رومی فوج کا
مقابلہ کر رہی تھی۔ اسقدر سخت لڑائی ہوئی کہ تلوار کے ٹکڑے اڑتے تھے میدان جنگ گونج رہا تھا
عرب کے شیر اور دلیر رومی لشکر میں قتل عام کر رہے تھے مگر رومی کٹتے جاتے تھے اور ان کی جگہ اور
آتے جاتے تھے ہرقل کے غلام نے جسکا نام بالبیس تھا ایسا ڈھنگ بنائے رکھا کہ رومی
سرداروں کو بادشاہ کے بھاگ جانیکی مطلق اطلاع نہ ہوئی۔ اور رومی سپاہی بادشاہ کو
موجود سمجھکر اسقدر جانبازی دکھا رہے تھے مگر تابکے آخر رومی تاب نہ لا کر پسپا ہو گئے لشکر
اسلام نے ان کا تعاقب کیا ستر ہزار رومی اس دن قتل ہوئے اور بیس
ہزار گرفتار ہوئے۔ بالبیس بھی گرفتار ہو گیا۔ اور

باندھا ہوا ابو عبیدہ کے سامنے لایا گیا۔ اہل عرب کو خیال تھا کہ وہ ہرقل بادشاہ ہے۔ مگر جب بالبیس سے پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ ہرقل بادشاہ تو قسطنطنیہ میں ہے۔ اور میں اسکا ادنیٰ غلام بالبیس ہوں۔ جبلہ پھر جان بچا کر معہ پانسو ہمراہیوں کے بھاگ گیا۔ اور جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کو چلا گیا۔ باقی رومی قیساریہ کو بھاگ گئے۔ اور کچھ پہاڑی علاقوں میں چلے گئے۔ بیشمار مال غنیمت اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ اور سب کے سب اس فتح عظیم کے لئے اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائے۔ کیونکہ اب وہ تمام شام یعنی جنوبی اور شمالی حصہ دونوں کے مالک ہو گئے۔ اور عرب کی سلطنت میں کل شام کا علاقہ شامل ہو گیا۔ انطاکیہ کی فتح کے متعلق یورپین مورّخ بیان کرتے ہیں۔ کہ اہل عرب کا انطاکیہ کو فتح کرنا گویا عیسویت کے جگر میں نیزہ مارنا تھا کیونکہ ایشیا میں یروسلم کے بعد انطاکیہ ہی ایک شہر تھا جو بوجہ عیسائی یادگاروں کے عیسائیوں کا نہایت متبرک اور مقدس مقام سمجھا جاتا تھا۔ انطاکیہ میں ہی مسیح کے شاگردوں نے عیسویت کی پہلی بنا رکھی۔ انطاکیہ میں ہی پولوس رسول نے عیسویت کی منادی شروع کی انطاکیہ سے ہی پولوس رسول نے پہلا دوسرا اور تیسرا سفر عیسویت پھیلانے کے لئے اختیار کیا۔ انطاکیہ میں ہی رومی شہنشاہ ٹریجن نے اگناٹیس کو جو انطاکیہ کا بشپ تھا سنہ ۱۰۹ء میں قتل کا فتویٰ دیکر روما میں بھیجا جہاں اسکو جنگلی خونخوار درندوں کے آگے ڈالکر برباد کیا گیا اور انطاکیہ میں ہی سینٹ جان کرائی سسٹم نے جسکو

زرین وہاں کہتے تھے۔ ۳۸۱ء میں عیسویت کی منادی شروع کی تھی۔ جب اہل اسلام انطاکیہ میں داخل ہوگئے تو وہ شہر کی خوبصورتی اسکی عالیشان عمارات وسیع بازار پُرفضا میدان سرسبز باغات اور مفرح آب ہوا دیکھکر دنگ رہ گئے اور بہت ہی خوش ہوئے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ وہاں کم از کم ایک مہینہ انکو ٹھہرنے اور آرام کرنے کی اجازت ملے۔ مگر ابوعبیدہ نے انطاکیہ کا سب انتظام کرکے تین دن کے بعد لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اور حضرت عمرؓ کو مندرجہ ذیل خط لکھا شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے یہ خط ہے ابوعبیدہ عامر بن جراح عامل شام کی طرف سے۔ سلامتی ہو آپ پر۔ پس بہ تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اُس اللہ کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اور درود بھیجتا ہوں میں اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو یا امیر المؤمنین کہ اللہ تعالےٰ نے فتح کیا مسلمانوں پر تخت نصرانیہ کو اور شہر عظیم یعنے انطاکیہ کو شکست ہوئی اونہوں کے لشکر کو اور مدد کی اللہ تعالےٰ نے ہمکو ان پر اور بھاگ گیا۔ ہرقل سمندر میں اپنی کشتیوں پر اور میں نے نہیں اقامت کی انطاکیہ میں بہ سبب اسکی خوش کن اور فرحت بخش آب وہوا کے۔ کیونکہ مجھکو خوف ہوا کہ اس آب وہوا کا مسلمانوں پر بُرا ہوگا۔ اور دنیا کی محبت ان پر غالب ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں وہ سُست ہو جاویں گے اور میں قصد کرنے والا ہوں روانگی کا بجانب حلب کے

اور میں منتظر ہوں آپ کے حکم کا۔ اگر آپ حکم دیں گے کہ میں شام کے صدوں اور گھاٹیوں کی طرف بڑھوں تو میں بخوشی یہ کام کروں گا۔ اور اگر حکم دو گے مجھکو ٹھہرنے کا تو میں ٹھہرا رہوں گا۔ اور جانو تم یا امیر المومنین اس امر کو کہ اہل عرب میں سے بعض نے رومی عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھکر اُن کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میں نے اُن کو باز رکھا ہے۔ اس امر سے تاکہ وہ ازمائش سے بچ جائیں اور اللہ تعالےٰ اُن کے سینے کشادہ کر دے۔ بس جلدی حکم بھیجو اس بارہ میں۔ سلام اور رحمت ہو اللہ کی آپ پر اور تمام مسلمین پر۔"

یہ خط لکھکر معہ مال خمس کے ابو عبیدہ نے زید بن وہب کے حوالہ کیا اور اس کے ہمراہ حفاظت مال کے لئے ایک گارد کر دی۔ زید بن وہب بڑی تیز رفتاری کیسا تھ مدینہ منورہ میں پہونچا اس وقت مدینہ میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔ اور لوگ اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے۔ زید نے سمجھا کہ مدینہ میں کوئی معاملہ درپیش ہے جسکی وجہ سے یہ دوڑ دھوپ ہو رہی ہے۔ وہ اونٹنی سے اُترا اور ایک شخص سے پوچھا کہ یہ شور و غُل کیسا ہے۔ اور مدینہ میں کیا حادثہ درپیش ہے۔ جواب ملا کہ حضرت عمر حج بیت اللہ شریف کو جاتے ہیں۔ اور لوگ اُن کے ہمراہ حج کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سُنکر زید حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر اس وقت پا پیادہ چل رہے تھے۔ اور اُن کا اونٹ اُن کے پیچھے جا رہا تھا۔ حضرت عمر رض کے دائیں جانب حضرت علی رض تھے۔ اور بائیں جانب حضرت عباس رض تھے

اور پیچھے اُن کے ایک بڑی جماعت تھی۔ زید نے بڑھکر سلام عرض کیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دیکر پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ زید نے کہا کہ میں ابن الامۃ کا خط لیکر آیا ہوں۔ اور آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو انطاکیہ پر شاندار فتح عطا کی۔ حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گئے۔ جب سر اٹھایا۔ آپ کا چہرہ اور داڑھی خاک آلودہ تھے۔ اور یہ پڑھ رہے تھے۔

"اے میرے اللہ تیرے ہی واسطے تعریف اور شکر ہے تیری پوری نعمت پر" پھر خط کھول کر پڑھا۔ خط پڑھکر آپ کے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ اے امیر المومنین خوشی کے موقع پر رونے کا کیا محل ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ابو عبیدہؓ نے مسلمانوں کے نفسوں پر سختی کی۔ پھر حضرت علیؓ کو خط دیدیا حضرت علیؓ نے خط پڑھکر کہا۔ کہ واقعی ابو عبیدہؓ نے اچھا نہیں کیا۔ مگر ابو عبیدہ بڑا متقی اور پارسا ہے اور اس نے مسلمانوں کی خیر خواہی اور مآل اندیشی کے خیال سے ایسا کیا اسپر حضرت عمرؓ خوش ہوگئے اور اس زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر قلم دوات منگا کر ابو عبیدہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ یہ خط ہے عبد اللہ عمر کیطرف سے بنام اُن کے عامل ابو عبیدہ عامر بن جراح۔ سلامتی ہو تمپر۔ پس بہ تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اور درود

بھیجتا ہوں میں اُس کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اور شکر
کرتا ہوں میں اس کا اس چیز پر جو دی ہے اُس نے مدد سے واسطے
مسلمانوں کے اور مقرر کیا ہے۔ نکوئی عاقبت کو واسطے پرہیز
گاروں کے۔ اور ہمیشہ وہ اعانت کرنیوالا اور مہربانی کرنے والا
ہے۔ ولیکن قول تمہارا یہ کہ تم نہیں ٹھہرے انطاکیہ میں بہ
سبب اس کی خوش کنی اور فرحت بخش آب وہوا کے پس
تحقیق اللہ غالب اور بزرگ نے نہیں حرام کیا پاک چیزوں
کو ان پرہیز گاروں پر جو کام نیک کرتے ہیں پس کہا اللہ
تعالےٰ نے اپنی کتاب میں کہ اے پیغمبر کھاؤ تم پاک اور ستھری
چیزوں کو اور عمل کرو تم نیک۔ تحقیق میں جاننے والا ہوں
اس چیز کو جو تم کرتے ہو۔ پس واجب تھا تمپر یہ امر کہ آرام
دیتے تم مسلمانوں کو انکی ماندگی اور شفقت سے اور چھوڑتے
تم ان کو در آنحالیکہ محظوظ ہوتے وہ اپنے کھانے کی چیزوں
میں اور آرام دیتے وہ اپنے جسموں کو کیونکہ اُن کے جسم
دشمنوں کی لڑائی میں تکلیف اور دکھ پاتے ہیں۔ اور یہ
جو تم نے لکھا ہے کہ میں تمکو حکم دوں دشمن کے پیچھے دوڑ
اور گھاٹیوں میں جانے کا سو اُس بات کو تم زیادہ بہتر جانتے
ہو۔ کیونکہ وہاں کے حالات تمکو اچھی طرح معلوم ہوتے
رہتے ہیں۔ جنکی مجھکو کوئی خبر نہیں۔ تم وہاں موجود ہو
اور ہر چیز کو دیکھتے ہو۔ اور میں دور اور پوشیدہ ہوں۔
اور تحقیق دیکھتا ہے۔ شخص حاضر اُس چیز کو جسکو نہیں
دیکھتا ہے۔ شخص دور اور پوشیدہ۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ درون

اور گھاٹیوں میں تمہارا داخل ہونا اہل اسلام کے لئے مفید اور بہتر ہے۔ تو بیشک کوچ کرو اور جاؤ۔ اس طرف۔ لیکن واقف کار آدمی راہ دکھلانے والے ضرور ہمراہ لے جانا تاکہ دروں اور گھاٹیوں میں بوجہ ناواقفیت کے لشکر اسلام حیران اور سرگردان نہ ہو۔ اگر کوئی تم سے صلح کرے تو اُس کے ساتھ صلح کرو۔ اور جو کچھ عہد ہو جاوے اسکے پورے پابند رہو کسی پر زیادتی مت کرو۔ اور یہ جو تمہارا قول ہے کہ اہل حرم میں سے بعض آدمی رومی لڑکیوں اور عورتوں سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص ایسا کرنا چاہے اُسے جائز طور پر کرنے دو۔ صرف اتنا ہی خیال رکھو کہ کسی سے کوئی امر شریعت اسلام کے خلاف ظہور میں نہ آئے۔ سلامتی ہو تم پر اور تمام مسلمین پر۔"

یہ خط لکھکر حضرت عمرؓ نے زید کے حوالہ کیا کہ جس طرح یہاں خط لائے ہو اسی طرح اسکو بھی پہونچاؤ اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے امیدوار بنو۔ زید خط لیکر چلنے کو تھا کہ حضرت عمرؓ نے کہا اے زید ذرا ٹھہر جا اور اسی وقت اپنے غلام کو حکم دیا۔ کہ اونٹ پر سے توشہ اُتار لاؤ غلام نے دو تھیلیاں لاکر سامنے رکھدیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک تھیلی میں سے چار سیر ستّو پیمانہ میں بھرے اور پھر دوسری تھیلی میں سے چار سیر کھجوریں نکال کر زید کے حوالہ کیں اور کہا کہ یہ عمرؓ کیطرف سے تمہاری دعوت ہے۔ اور مجھے مجبور سمجھو کہ میرے مقدور اور امکان میں

اِتنا ہی کچھ ہے۔ پھر اُٹھکر ازراہ شفقت زید کے سر کا بوسہ لیا اور کہا کہ اب میں تم کو رخصت کرتا ہوں۔ زید اس شہنشاہ عرب و شام کے توشہ میں سے حصہ پاکر اور انکی اس علیٰ شفقت اپنے حال پر دیکھکر دلی جوش سے بھر گیا اور اُسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ کچھ کلام نہ کرسکا اور اس جوش بھرے دل کے ساتھ بدوں قسم اٹھائے شام کو واپس روانہ ہوا۔ وہ ستو اور کھجور اُسکے لئے نعمت عظمیٰ کھتے۔ اور وہ سر کا بوسہ اُسکی تمام زندگی کو فرحت بخش بنانے کے لئے کافی تھا۔

نمبر ۳۷

پہاڑی اضلاع پر چڑہائی

جب خلیفہ کا خط ابو عبیدہ کے پاس پہونچا۔ آپ نے تمام سرداروں کو جمع کر کے خط سنایا۔ اور کہا کہ امیر المومنین نے دروں اور پہاڑی اضلاع پر چڑہائی کا فیصلہ مجھ پر چھوڑا ہے۔ لیکن میں تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ اس لئے تم مجھے مشورہ دو۔ کہ آیا پہاڑوں اور دروں میں لشکر کشی کیجائے یا نہ؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہاں جنگ کشی کرنا مشکل کام ہے۔ اور خروج کو بڑے خطرہ کا سامنا کرنا ہوگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے لئے پہاڑی علاقوں پر تصرف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ادھر آیا ہم

بدوں اِن علاقوں پر قبضہ کرنے کے شام میں محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ ابو عبیدہ یہ کہکر خاموش ہو گئے۔ مگر کسی نے اُن کے سوال کا جواب نہ دیا۔ ابو عبیدہؓ نے دوبارہ سوال کیا۔ پھر بھی کوئی نہ بولا۔ اور ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے آخر ابو عبیدہ نے نہایت جوش سے کہا کہ اے بھائیو تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ کیا تمہارا جوش سرد ہو گیا ہے؟ اور تمہارا شوق ٹھنڈا پڑ گیا ہے؟ کیا شجاعت کے بعد تم پر بزدلی غالب آگئی ہے؟ یا فتوحات کے بعد تمکو سُستی اور کاہلی نے پکڑ لیا ہے؟ کیا تم اپنے فرائض سے سبکدوش ہو چکے ہو؟ کیا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تھک گئے ہو؟ کیا تم میدان جنگ میں تکالیف سے مُنہ پھیر کر نرم بستروں پر لیٹنا پسند کرتے ہو؟ کیا شام کی آب و ہوا نے تمہاری طاقتیں زائل کر دی ہیں؟ بیشک تم شام کی شاداب زمین کے مالک بن گئے ہو۔ مگر یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جس طرح تم نے اپنا خون بہا کر یہ وراثت حاصل کی ہے۔ اسی طرح تمکو یہ سرزمین اپنے قبضہ میں رکھنی پڑے گی۔ ورنہ دشمن جو ہر وقت تمہاری گھات میں بیٹھا ہے۔ تمکو کاہل اور سُست پا کر فی الفور اس سر زمین سے نکال دے گا۔ تمہارا دشمن بہت زبردست اور طاقتور ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کی تائید سے اس وقت تم اس پر غالب آئے ہو۔ لیکن اگر اسی طرح سینہ سپر ہو کر دشمن کے مقابل کھڑے نہ رہو گے تو دشمن تم پر

غالب آجائے گا - اور تم کو حسرت اور یاس کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا - تم اللہ کی برگزیدہ قوم ہو - اللہ تعالےٰ نے تمکو اپنے لئے چن لیا ہے - تم اللہ کے ہو اور اللہ تمہارا ہی پھر کیا سبب ہے - کہ تم خاموش ہوگئے ہو - اور میرے سوال کا جواب نہیں دیتے؟ اسپر میسرہ بن مسروق نے عرض کیا - کہ اے امین الامتہ ہمارا جوش ٹھنڈا نہیں ہوا نہ ہمارا شوق سرد ہوا ہے - نہ ہم کو کاہلی اور سستی نے پکڑا ہے نہ ہم میں بزدلی آئی ہے - خدا وہ دن نہ دکھائے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تھک جائیں - ہمارا گوشت پوست ہماری جان ہماری روح سب کچھ اللہ کی راہ پر نثار ہے - ہم یہاں کوئی سوداگری کرنے نہیں آئے - ہم یہاں شاداب زمینوں میں عیش کرنے کے لئے گھر سے نہیں نکلے - ہم تو محض اللہ اور اس کے رسول صلعم کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں اور شوق شہادت ہمیں اس جگہ تک لے آیا ہے - ہم خاموش نہیں تھے بلکہ اس انتظار میں تھے - کہ کون ہم میں سے پہلے بولتا ہے - آپ مہربانی کرکے ہمکو حکم دیں ہم اپنی جانیں فدا کرنے پر تیار ہیں کیسی کٹھن منزل کیوں نہ ہو - کیسے دشوار گذار پہاڑ ہمارے راہ میں کیوں نہ ہوں - کیسی مصیبت اور دکھ کا سامنا کیوں نہ ہو - ہم اپنا سینہ سپر کرنے پر تیار ہیں ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں - آپ جس طرف جانے کا ہمکو حکم دیں گے - ہم بسر وچشم اسکی تعمیل کریں گے -

میسرہ بن مسروق کے ساتھ دیگر سرداروں نے بھی اتفاق کیا۔
اسپر ابو عبیدہ بڑے خوش ہوئے۔ اور کہا کہ اے مومنو اللہ تعالےٰ
تمپر اپنا فضل اور کرم کرے۔ بیشک مجھکو تمپر ایسی ہی امید تھی۔
اور مجھکو کیا اللہ اور اسکے رسول صلعم کو تمپر ایسی ہی اُمید ہے۔
پھر خالد بن ولید کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ اے ابا سلیمان تمہاری
اس بارہ میں کیا رائے ہی خالد نے کہا کہ میری رائے میں
مشرق کیطرف دریائے فرات کے کنارے تک لشکر کشی کرنی
چاہیئے۔ اور شمال کی جانب پہاڑی اضلاع کو مسخر کرنا چاہیئے
اس طرح شام کا علاقہ محفوظ ہو جائیگا۔ اور دشمن کی کوئی فوج
ناگہاں ہمپر حملہ آور نہ ہوسکے گی۔ اسپر ابو عبیدہ نے کہا کہ اے
ابا سلیمان مشرقی علاقہ کو دریائے فرات تک تو تم مسخر کرو۔ اور
پہاڑی اضلاع کی طرف میں میسرہ بن مسروق کو بھیجتا ہوں اللہ
تعالیٰ تمہارا ناصر و حافظ ہو! جب ابو عبیدہ خالد بن ولید کو مختصر سا
لشکر دیکر شرقی علاقہ کی طرف روانہ کرچکے تو آپ نے میسرہ بن
مسروق عبسی کو پہاڑی اضلاع کیطرف بھیجنے کی طیاری
کی۔ آپ نے تین ہزار یمنی جوان مختلف اقوام یعنے کندہ۔ طے۔
لخم اور مذحج وغیرہ سے منتخب کئے۔ پھر ایک ہزار غلام جو پورے
تنومند و آزمائے ہوئے تھے اور ان غلاموں پر وامس ابوالہول کو سردار مقرر
کرکے فرمایا کہ اے وامس تمکو میسرہ کے لشکر کا ہراول مقرر
کیا جاتا ہے۔ تم اس لشکر کے آگے آگے رہیو۔ اور میسرہ کے حکم
کی پوری تعمیل کیجیو۔ وامس نے کہا کہ میں بخوشی خاطر اپنے سردار
کے احکام کی تعمیل کرونگا۔ اور اسلام کی خدمت میں جان

پر کھپانے سے دریغ نہ کرونگا۔ ابو عبیدہ یہ کلمات سنکر خوش ہوئے۔ اور اپنے میسرہ بن مسروق کو فرمایا۔ کہ اے میسرہ میں تمکو دروں اور پہاڑوں میں بھیجتا ہوں۔ جہاں کی مجھے کچھ خبر نہیں اسی وجہ سے میں نے مختصر سا لشکر تمہارے ساتھ کیا ہے۔ تاکہ تم بآسانی دروں اور پہاڑوں سے گذر سکو۔ معلوم نہیں دشمن کہاں کہاں گھات میں بیٹھے ہوں اس سے تم نے بڑی احتیاط رکھنا۔ اور لشکر کے آگے جاسوس بھیجتے رہنا۔ تاکہ وہ راستہ کے حالات سے تمکو آگاہ کرتے رہیں۔ اپنے لشکر کو جان بوجھکر ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ اگر کہیں کثیر لشکر کے ساتھ مقابلہ پیش آجائے۔ اور تم اس کے مقابلہ کی طاقت نہ پاؤ۔ تو مجھے اطلاع کردینا۔ تاکہ میں تمکو ہر وقت کمک روانہ کردوں۔ اپنے ہمراہیوں کیساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کو راضی رکھنا۔ اور اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہنا۔ تو یہ تمہارا علم ہے۔ اللہ تعالٰے تمہارا نگہبان ہو۔ جب تیاری ہو چکی تو قوم طے کے جوانوں نے باہم شکایت کی کہ امین اللہ نے یمنیوں پر نو عبس کے ایک آدمی کو سردار کیا ہے۔ اور علم اسکے ہاتھ میں دیا ہے۔ حالانکہ ہماری اقوام شاہی نسل سے ہیں۔ اور ہم میں شہزادے اور رئیس موجود ہیں پھر کیوں ہم سے کسی کو اس فوج کا سردار نہیں بنایا گیا۔ اور بجائے رئیس اور شاہزادے کے میسرہ بن مسروق عبسی کو علم دیا گیا ہے۔ ہم کسی سے شجاعت میں کم نہیں تمام معرکوں میں ہم نے شدید قتال کیا ہے۔ اور فتوحات شام میں نمایاں

حصہ لیا ہے جب اس شکایت کی اطلاع ابو عبیدہ کو پہونچی تو اس نے بنی طے کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ آل طے بیشک تم ایک شجاع قوم ہو۔ اور تمنے شام کے معرکوں میں نہایت جانفشانی کی ہے۔ اور دشمنوں کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ مگر تمکو اس بات پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ تمہارے عمل ضائع نہ ہو جایئں۔ کیونکہ تمکو خوب یاد ہے کہ ہمکو جس قدر غلبہ دشمنوں پر حاصل ہوا ہے۔ وہ ہماری شجاعت اور مردانگی کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی تائید سے ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے۔ کہ "اگر اللہ تمہاری مدد کریگا تو کوئی تمپر غالب نہ ہوگا"۔ اسلئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی ہمت اور جرات پر نہ اترایئں۔ بلکہ نصرت اور غلبہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھیں رہی یہ بات کہ میں نے قوم عبسی کے ایک آدمی کو تمپر سردار مقرر کیا ہے۔ حالانکہ تمہاری قوم شاہی خاندان سے ہے اور تمہارے ہمراہ دیگر شاہی قومیں بھی اسی عبسی سردار کے ماتحت رکھی گئی ہیں سو اس کے متعلق تم اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لو۔ کہ اسلام میں سرداری کا معیار شاہی یا خاندانی ریاست پر نہیں ہے۔ بلکہ ان میں ان لوگوں کو سبقت دیجاتی ہے جو پہلے اسلام لائے۔ جنکے ایمان مضبوط ہیں اور جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں اسلام کا کامل نمونہ ہیں۔ اس لحاظ سے میسرہ بن مسروق کو تم پر فوقیت حاصل ہے اور اسی وجہ سے میں نے اسکو تم پر سردار مقرر کیا ہے۔

جب آل طے نے ابوعبیدہ کی یہ تقریر سنی تو انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ اور کہا کہ آپ ہمیں معاف کریں۔ واقعی ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ بیشک جو لوگ پہلے اسلام لائے اسلام کی خاطر انہوں نے سخت صعوبتیں اٹھائیں اور آنحضرت صلعم کی پاک صحبت میں زندگی بسر کی۔ وہ ہر طرح ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اب ہمارا اطمینان ہو گیا ہے۔ آپ ہمیں کسی سردار کی ماتحت روانہ کریں ہم بخوشی خاطر اس کے حکم کی تعمیل کرینگے۔ اور اسلام کی خدمت میں اپنی جان دینے سے دریغ نہ کرینگے۔ ابو عبیدہؓ...... یہ سنکر خوش ہوئے اور اُن کے حق میں دعائے خیر کر کے میسرہ بن مسروق کو روانگی کا حکم دیا۔ اسپر میسرہ نے عرض کی کہ اے امین الامتہ ہم ایسے علاقہ میں جاتے ہیں جسکے حالات سے ہم مطلق ناواقف ہیں۔ اور ضرور ہے کہ بوجہ ناواقفیت کے ہم راہ گم کردیں۔ یا کسی نااندیشیدہ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں آپ کوئی واقف کار آدمی ہمارے ہمراہ کریں جو اس علاقہ کے راستوں سے واقف ہو۔ اور ہمیں سیدھے راستے پر لے چلے ابوعبیدہ نے کہا کہ بیشک تمنے مجھ کو ایسی بات یاد دلائی ہے جو میں کہ بھول گیا تھا۔ اسپر ابوعبیدہ نے چار امیر جو اس علاقہ سے اچھی طرح واقف تھے میسرہ کے ساتھ کر دیئے اور اُن کو کہا کہ اگر تمنے اس کام کو بخوبی انجام تک پہونچایا تو تمکو خاطر خواہ انعام دیا جائے گا۔ اور علاوہ اس کے اس خدمت کے لئے تمکو ہمیشہ کے لئے جزیہ معاف کیا جائے گا۔

میسرہ بن مسروق ابوعبیدہؓ سے مصافحہ کرکے اللہ کا نام لیکر رخصت ہوا۔ راہبر اُن کے آگے روانہ ہوئے۔ راستہ بڑا دشوار گذار تھا پانچ دن سفر کی سخت صعوبت اٹھانے کے بعد لشکر اسلام ایک وسیع وادی میں پہونچا جسکو مرج القبائل کہتے تھے۔ اور اس کے آگے ایک بڑا شہر قورص نامی آباد تھا۔ میسرہ بن مسروق نے وادی کشادہ دیکھکر لشکر کو قیام کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ ہم اپنے ہیڈ کوارٹر سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ اسلئے مناسب ہے کہ خود یہاں قیام کرکے دشمن کے حالات کا پتہ لگائیں۔ یہ کہکر چند سوار چار طرف خبر لانے کے لئے دوڑائے۔ شام کے قریب دو سوار ایک کوہستانی آدمی کو پکڑ لائے۔ اور میسرہ کے روبرو پیش کیا۔ میسرہ نے راہبروں کو بلا کر کہا کہ اس شخص سے بات چیت کرکے دشمن کے حالات دریافت کرو۔ راہبر نے کوہستانی سے گفتگو شروع کی اور اس کے بعد میسرہ کو کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ شاہ ہرقل نے انطاکیہ سے رخصت ہونے کے وقت ایک معتمد سردار کو اس طرف روانہ کیا تھا۔ کہ پہاڑی علاقہ کی جنگجو قوموں کو جمع کرکے درّوں کی حفاظت کرے۔ تاکہ اہل عرب دروں پر قابض نہ ہوجائیں۔ چنانچہ اُس نے علاقہ کے تمام سرداروں سے فوج جمع کی ہے۔ اور اس علاقہ کے باہر حفاظت کے لئے ڈیرا لگایا ہوا ہے۔ اور دوُر دوُر تک جاسوس مقرر کر رکھے ہیں۔ چنانچہ ہمارے لشکر کی آمد کی اسکو اطلاع مل گئی ہے۔ اور وہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ میسرہ نے پوچھا

کہ دشمن کا لشکر اس جگہ سے کتنے فاصلہ پر ہے کوہستانی نے کہا کہ قریبًا دو فرسنگ ہوگا۔ میسرہ نے پوچھا کہ اُن کی تعداد کس قدر ہے کوہستانی نے کہا کہ اندازًا تیس ہزار ہوگی۔ اسپر میسرہ نے پوچھا کہ کیا لڑائی کے لئے وہاں میدان وسیع ہے۔ کوہستانی نے کہا نہیں اس سے بڑا میدان اس تمام علاقہ میں نہیں ہے۔ اسپر میسرہ بن مسروق نے کہا کہ بہتر ہے کہ ہم اسی جگہ دشمن کا انتظار کریں۔ کیونکہ ہماری قلت کا حال معلوم کر کے ضرور ہے کہ دشمن خود ہمپر حملہ آور ہو۔ واسس اور دیگر سرداراں لنے بھی اس رائے کیساتھ اتفاق کیا۔ اسپر میسرہ نے اپنے کمپ کے اردگرد پہرہ لگادیا اور چند سوار لشکر سے کچھ فاصلہ پر آگے بھیجدیئے تاکہ دشمن کی آمد کی اطلاع دیتے رہیں۔

دوسرے دن میسرہ کے سوار خبر لائے کہ دشمن کی فوج انکی طرف آرہی ہے۔ میسرہ نے اپنی فوج کو ہشیار کر کے آراستہ کر لیا۔ مگر رومی فوج نے اس دن حملہ نہ کیا۔ بلکہ اسلامی لشکر کے مقابل ڈیرا لگادیا۔ صبح ہوئی تو دونوں لشکر جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ میسرہ نے میدان جنگ میں جانے سے پیشتر اپنی فوج کو یوں خطاب کیا۔

"اے میرے بھائیو! یہ پہلا اسلامی لشکر ہے جو ان دروں میں داخل ہوا ہے۔ اور تم پہلے مسلمان ہو جنہوں نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ اور توحید الٰہی کی صدا بلند کی ہے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ دنیا عارضی ہے۔ مگر آخرت کا گھر

پائدار ہے۔ اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو دھیان میں رکھو کہ بہشت تلوار کے سایہ میں ہے۔ اس لئے تم اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا خیال نہ رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ تھوڑی سی جماعت کثیر جماعت پر غالب آتی ہے۔ اور اللہ ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اے میرے بھائیو میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ ہر وقت اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہو۔ اپنے آپ کو اس قوم کی مانند سمجھو جسکی اجل قریب آگئی ہے۔ اور اس کے لئے موت سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں رہی۔ مگر بہشت کا دروازہ اسکے لئے کھلا ہے۔ اور بہشت کا سرور سامان اسکو دکھائی دے رہا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں کے لئے اسمیں مہیا کر رکھا ہے۔ پس تم جلدی کرو اور اسمیں داخل ہو جاؤ۔ اور ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مزے چکھکر خوش و خرم ہوتے رہو"

اس تقریر کے بعد لشکر اسلام میدان میں نکلا میسرہ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ اور عامس کو معہ ایک ہزار غلام کے لشکر کے آگے رکھا۔ وائیں بازو پر عبداللہ بن حذافہ کو مقرر کیا۔ اور آپ عقب لشکر میں کھڑے ہو کر دشمن کے حملہ کا انتظار کرنے لگا۔

رومی افسر نے بھی اپنے لشکر کو میدان میں نکال کر آراستہ کیا۔ اور دس ہزار اسوار کے تین دستے تجویز کر کے وائیں

بائیں اور عقب میں کھڑے کئے۔

سب سے پہلے رومی فوج سے ایک پہلوان نکلا اور میدان میں آکر حریف طلب کیا۔ لشکر اسلام میں سے وامس ابوالہول اُس کے مقابل ہوا اور چشم زدن میں اپنا نیزہ رومی پہلوان کے سینہ کے پار کر دیا۔ اسکو گرتے دیکھکر رومی لشکر سے دوسرا پہلوان نکلا۔ مگر اسکو بھی وامس نے سبھلنے نہ دیا۔ اور ایک ہی وار میں اسکا کام تمام کر دیا۔ رومی یہ سبکدستی دیکھکر گھبرا گئے۔ اور پھر کسی نے وامس کے مقابلہ پر نکلنے کی جرأت نہ کی۔ وامس برابر میدان میں للکارتا رہا۔ آخر رومیوں کی ایک صف نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ اسلامی لشکر بھی آگے بڑھا۔ اور دونوں باہم مل گئے۔ وامس اور اُس کے ہمراہی غلاموں نے رومیوں میں ایک طوفان قیامت برپا کر دیا۔ مگر رومی برابر جمکر لڑتے رہے۔ حتّٰی کہ شام ہوگئی۔ آخر دونوں لشکر جُدا ہوئے۔ اور اپنے اپنے کمپ میں آرام کرنے کے لئے چلے گئے۔ اس دن اہل اسلام کے پچاس آدمی شہید ہوئے مگر رومی لشکر میں سے گیارہ سو میدان میں کام آئے۔

دوسرے دن پھر دونوں لشکر آراستہ ہوکر میدان میں نکلے اور میسرہ نے اپنے ہمراہیوں کو یوں خطاب کیا

اے لوگو میں تمکو عالم آخرت یاد دلاتا ہوں تم اچھّی طرح سے جان لو کہ عالم آخرت میں جانا اس سے بدرجہا اچھا ہے۔ کہ تم میدان سے پیٹھ پھیر کر اپنے اہل عیال کیطرف جاؤ۔ تم کو آخرت کی طرف اس شوق اور اشتیاق کے

ساتھ قدم مارنا چاہیئے۔ جس طرح کہ ایک بچہ اپنی ماں کیطرف دوڑ کر جاتا ہے۔ تم دشمنوں سے ہرگز خوف نہ کھاؤ۔ اور اس طرح میدان سے مُنہ نہ موڑو۔ جیسے کہ بکری شیر سے مُنہ پھیرتی ہے۔ ورنہ دشمن تم پر غالب آجائیگا۔ اور تم ہمیشہ کے لئے ذلیل اور خوار ہوجاؤگے اور دین دنیا میں خسارہ اُٹھاؤگے"۔

اس تقریر کا حاضرین پر اس قدر اثر ہوا کہ تمام لشکریوں نے تلواریں نیام سے کھینچ کر نیام توڑ ڈالے اور کہا کہ ہم عہد کرتے ہیں کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے لڑائی سے مُنہ نہ موڑینگے اور دشمنوں کے ساتھ برابر لڑتے رہیں گے۔ تا اینکہ میدان جنگ میں ہم کو شہادت نصیب ہو۔

میسرہ بن مسروق نے کہا کہ میرے بھائیو مومنوں کو ایسا ہی کرنا چاہئے جیسا کہ تم نے کیا ہے۔ میری عین آرزو ہے کہ ہم کو اس میدان میں شہادت نصیب ہو۔ اور ہم اللہ اور اس کے رسول سے سرخروئی حاصل کریں۔ مگر میری یہ بھی تجویز ہے کہ ہم امین الامۃ کو اس حال کی اطلاع دیدیں۔ تاکہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو کمک ارسال کردیں ورنہ ہم نے جو کچھ ارادہ کیا ہے وہ تو ہم کرہی گذرینگے سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں۔ اسپر میسرہ نے ایک ماہر کو بلا کر کہا کہ تم جلد لشکر اسلام میں جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس سے سپہ سالار لشکر اسلام کو اطلاع دو۔

رومی بھی جوش خروش کے ساتھ میدان میں نکلے۔ اگرچہ ان کے بہت سے آدمی قتل ہوگئے تھے۔ مگر انکی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور وہ امید کرتے تھے کہ آخر کار وہ اہل عرب کو نیست ونابود کردیں گے

لڑائی شروع ہوئی۔ اور سخت خونخوار ہوئی۔ مگر کسی فریق نے پیٹھ نہ پھیری۔ اور شام کو دونوں لشکر اپنے اپنے آرامگاہ میں چلے گئے۔ اسی طرح کئی ایک دن تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ رومی ہر روز بکثرت مارے جاتے تھے۔ مگر ابھی تک وہ برابر خم ٹھونک کر میدان میں آجاتے تھے۔

جب راہبر ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ میسرہ بن مسروق اور اسکے ہمراہیوں کا کیا حال ہے۔ راہبر نے کہا کہ مرج القبائل کے میدان میں تیس ہزار رومی لشکر کے ساتھ اہل عرب جنگ کر رہے ہیں۔ اہل عرب نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے ہیں۔ اور یہ عزم کر لیا ہے کہ جب تک اُنکے دم میں دم ہے۔ برابر دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہینگے۔ میرے سامنے صرف ایک لڑائی ہوئی تھی۔ اور رومیوں کے بکثرت آدمی کام آئے تھے مگر رومیوں کی تعداد کثیر ہے۔ اور سپاہی بھی کوہستانی ہیں۔ اور بڑی سخت لڑائی لڑتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کے سپاہی ابھی تک زندہ ہیں یا سب کے سب قتل ہو گئے۔ اگر آپ نے انکی امداد کرنی ہو تو جلدی کرو۔

ابو عبیدہ رح یہ سنکر غمگین ہوئے اور جناب باری میں دعا کی کہ اے پروردگار عالمیاں ہم صرف تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ تو ہی ہمارا والی اور مولا ہے۔ اپنے جان نثار بندوں پر رحم اور فضل کیجیو اور اُنکے دشمنوں کے گزند سے محفوظ رکھیو۔

پھر جلدی اُٹھکر آپ خالد بن ولیدؓ کے خیمے میں گئے جو دریائے فرات کی مہم سر کر کے ابھی واپس آیا تھا۔ ابو عبیدہ رح نے خالد رح کو کل حال سنایا۔ اور کہا کہ اے ابا سلیمان گو تم ابھی ایک مہم سر کر کے آئے ہو

مگر میں چاہتا ہوں کہ تم جلدی اپنے بھائیوں کی امداد کو پہونچو۔ کیونکہ دشمن بکثرت ہیں۔ اور انہوں نے مٹھی بھر اسلامی فوج کو گھیر رکھا ہے۔ گو انہوں نے مرنے مارنے کی ٹھانکر نیام توڑ دئے ہیں۔ اور میرا یقین ہے کہ اللہ تعالے انکی تائید کریگا۔ مگر پھر بھی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم تین ہزار چیدہ جوان لیکر فی الفور انکی امداد کو پہنچو۔

خالد بن ولید رح نے کہا کہ اے امین الامتہ بیشک اللہ تعالے پاک اور بزرگ نے ہماری تائید کی ہے اور ہم کو دشمنوں کے مقابل ذلیل اور ضعیف نہیں کیا۔ پس اسکی ستائیش ہو کہ اس نے ہم کو مصیبت کے وقت صبر کرنیکا حکم دیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ وعدہ دیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں صبر کرینگے۔ اللہ اُن کے ساتھ ہوگا۔ اے امین الامتہ آپ گھبرائیں نہیں۔ اللہ تعالے ضرور ہمارے لشکر کی تائید کریگا۔ میں بھی اُنکی امداد کے لئے تیار ہوں۔ مجھے آرام کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کرے کہ مجھے میدان جنگ میں شہادت کا رتبہ ملے۔ اور اس طرح دائمی آرام اور راحت میرے نصیب ہو۔ آپ لشکر کو تیاری کا حکم دیں اور میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔

ابو عبیدہ رح نے فی الفور تین ہزار جوان تیار کرکے خالد بن ولید رح کے ہمراہ روانہ کر دئیے۔ ادہر سے کمک روانہ ہوئی۔ اُدہر میسرہ کے ہمراہی ہر روز میدان میں نکلتے اور شام تک مقابلہ کرکے کیمپ میں واپس آجاتے۔ رومی بھی اُنکی ثابت قدمی دیکھکر عش عش کر اُٹھے۔ مگر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ آخر کب تک اہل عرب لڑتے رہینگے۔ انجام کار وہ ضرور مغلوب ہو جائینگے۔

ایک دن رومی سپہ سالار نے اپنے سرداروں کے ساتھ مشورہ کیا۔ کہ اہل عرب یکبارگی حملوں میں تو مغلوب نہیں ہوتے بہتر ہے کہ کسی طرح انکے چند سردار مارے جائیں جو میدان میں نہائیت جانبازی سے لڑتے ہیں اور ہماری صفیں اُلٹ دیتے ہیں۔ اگر وہ مارے گئے تو باقی لشکر سراسیمہ ہو کر بھاگ جائیگا۔ یہ تجویز کر کے وہ رومی سردار جسکو ہرقل بادشاہ نے اس علاقہ میں بھیجا تھا۔ اور جس کا نام قلیص تھا۔ ہر طرح سے مسلح ہو کر میدان میں نکلا۔ اور پکارا کہ عربی لشکر کا سردار میرے مقابلہ پر نکلے۔ لشکر اسلام سے ایک یمنی جوان مقابلہ کے لئے نکلا ہی تھا کہ میسرہ نے اسکو روک لیا۔ اور کہا کہ رومی پہلوان نے اسلامی لشکر کے سردار کو طلب کیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میں اس کے مقابلہ پر جاؤں اسپر عبد اللہ بن حذافہ نے کہا کہ میں ہی تو اسلامی لشکر کے میمنہ کا سردار ہوں۔ اس لئے آپ پہلے مجھے مقابلہ کی اجازت دیں میسرہ نے کہا اچھا جاؤ۔ اللہ تعالے تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

عبد اللہ بن حذافہ شیر کی طرح للکار کر قلیص کے مقابل ہوا۔ دونو میں لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں فن جنگ میں کامل ماہر تھے۔ عرصہ تک ایک دوسرے پر وار کرتے رہے مگر کسی کا وار کارگر نہ ہوا۔ دونوں لشکر نہائیت اشتیاق کے ساتھ لڑائی دیکھ رہے تھے۔ اور واہ واہ کے نعرے بلند کرتے تھے۔ جب عبد اللہ نے دیکھا کہ حریف کی زرہ پر کوئی وار کارگر نہیں ہوتا۔ تو اس نے حریف کا وار خالی دیتے ہی آگے بڑھکر ایک ٹیڑھا ہاتھ تلوار کا حریف کی گردن پر اللہ اکبر کہکر مارا۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر یہ وار بھی

خالی جاتا تو عبداللہ جو دشمن کے بالکل قریب آگیا تھا۔ دشمن کی زد سے زندہ نہ بچتا۔ مگر تکبیر کی برکت سے وہ وار حریف کی گردن پہ ایسا پڑا کہ رومی پہلوان کا سر کٹ کر الگ جا پڑا۔ لشکر اسلام میں خوشی کا نعرہ بلند ہوا مگر رومی لشکر پر ایک سناٹا کا عالم چھا گیا کیونکہ یہ پہلوان شاہ ہرقل کے خاص اور معتمد سرداروں میں سے تھا۔ عبداللہ نے مقتول کا گھوڑا اور اسباب لے لیا اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوا اپنے لشکر میں آملا۔ میسرہ نے بھی عبداللہ کو تحسین اور آفریں کہی اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔

جب رومی لشکر کے سپہ سالار نے جسکا نام جارس تھا اپنے ہمراہی کو یوں قتل ہوتے دیکھا تو اس کو سخت طیش آیا۔ اور اس نے قسم کھائی کہ میں قلیس کے قاتل سے بدلہ لونگا۔ یا تو اس کو سر میدان قتل کرکے دل ٹھنڈا کرونگا۔ ورنہ اسکو گرفتار کرکے شاہ ہرقل کے پاس بھیجدونگا۔ یہ کہکر گرجتا ہوا میدان میں آیا۔ اور پکارا کہ جس عربی پہلوان نے میرے ہمراہی کو قتل کیا ہے۔ وہی پہلے میرے مقابل آئے۔ یہ سنتے ہی عبداللہ پھر میدان کی طرف بڑھا۔ مگر میسرہ نے اس کو روک لیا۔ اور کہا کہ تم لڑائی کرتے تھک گئے ہو۔ اور رومی پہلوان تازہ دم ہے۔ اس لئے تم اس کے مقابلہ پر نہ جاؤ۔ عبداللہ نے کہا کہ جب حریف مجھکو مقابلہ کے لئے طلب کرتا ہے تو میرا فرض ہے کہ میں میدان جنگ میں جاؤں خواہ میں کسقدر تھکا ہوا ہوں۔ میسرہ نے کہا کہ میں تمہاری بہتری اور خیرخواہی کے لئے تم کو منع کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ پہلوان اس سے بھی زیادہ ڈیل ڈول کا ہے جسکو تم نے قتل کیا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس تھکان کے ساتھ اس سے عہدہ برا

نہ ہوسکو گے۔ عبداللہ نے کہا کہ اے سردار تم بیشک مجھپر مہربانی اور شفقت کرتے ہو۔ صرف اس لئے کہ میں میدان میں قتل نہ ہوجاؤں مگر یہ تو بتاؤ کہ آخرت کے دن جب مجھسے اس بارہ میں سوال کیا جائیگا تو کیا اس وقت بھی تم مجھپر مہربانی کرکے میری سفارش کروگے؟ سچ بتاؤ کہ اسوقت مجھے دوزخ کی آگ سے کون بچائیگا۔ جو اللہ کی راہ میں جان خرچ کرنے سے دریغ کرنیوالوں کے لئے سلگائی جائیگی۔ خدا کی قسم کوئی اور شخص میرے سوائے اس رومی پہلوان کے مقابل نہ جائیگا۔ خواہ میں جاتے ہی قتل ہوجاؤں۔

یہ تقریر سُنکر میسرہ کے آنسو بھر آئے اور اُس نے کہا اللہ تعالےٰ کی ستائش اور حمد ہو کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے پیارے حبیبؐ کی بدولت ہم مومنوں کے دل اپنی طرف کھینچ لئے ہیں۔ اور ہماری دلوں میں اللہ کی رضاجوئی کے سوا اور کوئی خواہش باقی نہیں رہی جب عبداللہ میدان میں گیا تو جارس نے پوچھا کیا تم نے ہی میرے ہمراہی کو قتل کیا ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ میں نے ہی قتل کیا ہے جارس نے کہا تو سنبھل جاؤ میں تم سے اس کا بدلہ لونگا۔ عبداللہ نے کہا بسم اللہ شوق سے وار کرو۔ اسپر جارس نے عبداللہ پر بڑی ہی شدت کے ساتھ وار کیا۔ عبداللہ نے ڈھال پر سنبھالا۔ کچھ دیر تک برابر کی لڑائی ہوتی رہی۔ جب جارس نے دیکھا کہ اسکا کوئی وار حریف پر کارگر نہیں ہوتا۔ تو وہ یکدم آگے بڑھکر عبداللہ سے چمٹ گیا۔ اور عبداللہ کو جو لڑائی کرتے کرتے سُست ہوگیا تھا۔ زور سے اپنی طرف کھینچ کر زین سے الگ کرلیا۔ اور اپنے لشکر میں لے گیا وہاں جاتے ہی عبداللہ کو پابزنجیر کیا اور ایک گارد اسپر متعین کرکے

ایک افسر کو حکم دیا کہ اسکی اچھی طرح نگرانی کرو۔ جنگ سے فراغت پاکر میں اس کو شاہ ہرقل کے پاس قسطنطنیہ میں بھیجونگا۔ تاکہ بادشاہ سلامت جو چاہیں اسکے ساتھ سلوک کریں۔

جارس پھر میدان آکر گرجنے لگا۔ اسپر تین جوان لشکر اسلام سے نکلے۔ میسرہ نے جسکو عبد اللہ کی گرفتاری کا سخت صدمہ پہنچا تھا۔ انکو روک لیا اور کہا کہ میرے لئے شرم کی بات ہے کہ میں عبد اللہ کو گرفتار ہوتے دیکھوں اور چپ چاپ کھڑا رہوں۔ اسپر میسرہ نے اپنا علم ایک دوسرے سردار کے سپرد کیا۔ اور آپ اللہ کا نام لیکر میدان میں جارس کے مقابل ہوا۔ ابھی دو تین وار ہوئے تھے کہ میدان کے ایک طرف کچھ فاصلہ پر غبار نمودار ہوا۔ جارس نے میسرہ کو کہا کہ دیکھو وہ غبار کیسا ہے۔ میسرہ نے یہ سمجھا کہ اسکا حریف اسکو دہوکا دینا چاہتا ہے۔ مگر جارس نے قسم کرکے کہا کہ سچ مچ تمہارے لشکر کے پیچھے غبار اٹھہ رہا ہے۔ میسرہ نے بھی پیچھے ہٹ کر نظر اٹھائی تو اس کو ایک غبار دکھائی دیا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ لشکر اسلام اس کی کمک کو آرہا ہے۔ اس نے جارس کو کہا کہ یہ غبار ہمیں خوشخبری دیتا ہے۔ کہ لشکر اسلام کی کمک آپہونچی۔ اب ہم تمہاری اچھی طرح خبر لینگے۔ اس پر جارس نے جھنجھلا کر میسرہ پر حملہ کیا تاکہ اس کا کام تمام کرے۔ مگر میسرہ نے گھوڑا پھیر کر وار خالی دیا۔ اور سیدھے ہوتے ہی جارس پر تلوار چلائی۔ تلوار جارس کے بازو پر پڑی اور اس کا بازو زخمی ہوا۔ اتنے میں لشکر اسلام میں تکبیر کا نعرہ بلند ہوا۔ اور جارس گھبراکر میدان سے واپس چلا گیا۔ میسرہ نے اسکا پیچھا نہ کیا۔ اور وہ بھی اپنے لشکر میں واپس آگیا۔ خالد بن ولید رضؓ اور اس کے ہمراہیوں کو دیکھکر

لشکر اسلام کی خوشی کا اندازہ نہ رہا۔ میسرہ نے خالدؓ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ آپ وقت پر آپہنچے ہیں۔ ہم رومیوں کے ساتھ برابر جنگ کرتے رہے ہیں مگر ابھی تک اُنپر غالب نہیں آسکے۔ کیونکہ اُنکی تعداد بہت ہے۔ اُن کا ایک نامی سردار مارا گیا ہے اور دوسرا زخمی ہوا ہے۔ مگر ہماری طرف سے عبداللہ بن حذافہ گرفتار ہوا ہے۔ اور اسکی گرفتاری کا ہم کو سخت صدمہ ہے۔ خالدرح نے کہا کوئی اندیشہ نہ کرو۔ اللہ نے چاہا تو عبداللہ کو اگر وہ زندہ ہے تو ہم چھڑا لینگے۔ اور اگر قتل ہو گیا ہے تو دل کھول کر اس کا بدلہ لینگے۔ اس دن رومیوں کی طرف سے اور چھیڑ چھاڑ نہ ہوئی۔ دونوں لشکر اپنے قیامگاہ میں چلے گئے۔ دوسرے دن پھر اسلامی لشکر میدان میں نکلا۔ مگر رومی افسر کی طرف سے ایک قاصد آیا اور اس نے کہا کہ ہمارا سردار تم سے صلح کرنے کا خواہاں ہے۔ اگر تم منظور کرو تو ہم تمکو بکثرت مال و دولت دیدیتے ہیں اور تمہارا قیدی بھی تمہارے حوالہ کردیتے ہیں۔ تو اس کے بعد تمکو چپ چاپ یہاں سے واپس جانا ہوگا۔ خالدرح نے کہا کہ ہماری صلح کی دو شرطیں ہیں۔ جو تم کو اچھی طرح معلوم ہیں۔ ان شرطوں کے سوائے ہم کسی اور شرط پر راضی نہ ہونگے۔ باقی رہا قیدی کا معاملہ سو اگر تم اسکو خود بخود چھوڑ دوگے تو بہتر ورنہ ہم بتوفیق الٰہی جبراً تم سے چھڑا لینگے رومی قاصد نے کہا کہ اچھا ہم کو ایک دن کی مُہلت دو کہ ہم باہم مشورہ کر لیں۔ اگر ہمارا اس بات پر اتفاق ہوگیا تو کل ہم تمہاری اطاعت منظور کرلینگے۔ اور شام کے دیگر شہروں کی طرح تمہاری رعایا بن جاوینگے خالدرضؓ نے کہا ہم بخوشی تم کو مہلت دیتے ہیں۔ اس پر اسلامی لشکر اپنے کیمپ میں آگیا۔

دوسرے دن پھر اسلامی لشکر میدان میں نکلا۔ مگر رومی لشکر سے کوئی آدمی میدان میں نہ آیا۔ خالدؓ نے متعجب ہو کر چند سوار خبر لانے کو بھیجے وہ تھوڑی دیر میں واپس آئے اور کہا کہ رومی کمپ خالی پڑا ہے وہ راتوں رات کہیں چل دیئے ہیں جو سامان وہ جلدی میں ہمراہ لیجا سکے ہیں وہ لے گئے ہیں۔ باقی وہاں پڑا ہے۔ خالدؓ کو یہ سنکر سخت رنج آیا۔ خصوصاً اس لئے کہ رومی عبداللہ کو ہمراہ لے گئے تھے۔ خالدؓ نے ان کا پیچھا کرنیکا ارادہ کیا۔ مگر میسرہ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ ان دشوار گذار پہاڑوں میں جنکے حالات سے ہم بالکل بے خبر ہیں۔ دشمن کا تعاقب کرنا اچھا نہیں۔ بہتر ہو کہ ہم ابو عبیدہؓ کے پاس واپس چلیں اور اُن کو کل حال سے اطلاع دیں۔

خالد بن ولیدؓ نے میسرہ کی بات مان لی اور رومی لشکر کا سامان جو کچھ رہ گیا تھا لیکر مظفر و منصور ابوعبیدہ کے پاس پہونچے۔ ابو عبیدہؓ اس فتح سے بہت خوش ہوئے۔ مگر عبداللہ بن حذافہ کی گرفتاری کا انکو بھی صدمہ ہوا۔ اور انہوں نے اس حال کی اطلاع حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجدی۔ حضرت عمرؓ نے اطلاع پاتے ہی ایک قاصد تیار کیا اور اسکو مندرجہ ذیل خط دیکر ہرقل شاہ قسطنطنیہ کے پاس روانہ کیا

بسم الرحمن الرحیم۔ سب تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے نہیں اختیار کی اپنے لئے کوئی بیوی اور نہ بیٹا۔ درود اور رحمت ہو اللہ تعالی کی اپنے رسول اور نبی محمد علیہ السلام پر۔ یہ خط ہے عمر بن خطابؓ امیر المومنین کی طرف سے۔ پس پہنچے جب یہ خط تمکو تو بھیجدو میری طرف اس قیدی کو جو تمہاری قید میں ہے۔ اور جس کا نام عبداللہ بن حذافہ ہے۔ اگر تم میرے کہنے کو مان لوگے تو میں دعا کرونگا کہ

اللہ تعالےٰ تم کو ہدائیت کا راستہ دکھاوے۔ اور اگر انکار کروگے تو میں ایسے لوگ تمہاری طرف بھیجونگا جنکو اللہ کے ذکر اور اللہ کے راستہ میں جان قربان کر دینے سے کوئی تجارت اور نفع دنیاوی کی چیز نہیں روک سکتی۔ سلام ہو اُسپر جنے ہدائیت کی بیعت کی۔"

جب عبد اللہ بن حذافہ گرفتار ہوکر قسطنطنیہ میں شاہ ہرقل کے پاس پہنچا تو شاہ ہرقل نے جس کے دل پر اہل عرب کی جوانمردی اور شجاعت کا سکہ بیٹھ گیا تہا۔ یہ خواہش کی کہ کسی طرح عبد اللہ اسلام سے روگردان ہوکر عیسائی ہو جائے اور اس کے مقربوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ وہ عبد اللہ کے ساتھ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ اور اُسکو پوچھا کہ تم کس قوم سے ہو۔ عبد اللہؓ نے کہا کہ میں قریش میں سے ہوں۔ ہرقل نے پوچھا کیا تم پیغمبر کے گھرانے میں سے ہو۔ عبد اللہ نے کہا نہیں میں انکے بنی عم میں سے ہوں۔ ہرقل نے کہا اگر تم اسلام کو چھوڑ کر ہمارا دین قبول کرلو تو میں تم کو زر و جواہر سے مالامال کردونگا۔ اور کسی سردار کی بیٹی سے تمہاری شادی کراکے تمکو اپنے مقربوں میں داخل کرلونگا۔ عبد اللہ نے کہا کہ ہم کو اپنے پیغمبرؐ کی بدولت ایمان کی ایسی نعمت اور دولت اللہ تعالےٰ نے عطا کی ہے کہ ہم اسکے مقابل دنیاوی زر و جواہر کو ہیچ سمجھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے قرب کو دنیاوی بادشاہوں کی مصاحبت سے بدرجہا بہتر سمجھتے ہیں ہرقل جواب سُنکر جھنجھلایا اور اس نے داروغہ جیل کو بُلاکر حکم دیا کہ اس قیدی کو ایک الگ کوٹھڑی میں بند کردو۔ اور اس کے پاس کھانے پینے کی ایسی چیزیں رکھدو جو انکی شریعت میں حرام ہوں پھر دیکھیں کہ کہانتک یہ اپنے ایمان پر قایم رہتا ہے۔ داروغہ نے

ایساہی کیا۔ اور تین دن تک عبداللہ کو بند رکھا۔ عبداللہ تین دن تک بھوکا پیاسا رہا۔ مگر اُس نے کھانے پینے کی کوئی چیز مس تک نہ کی۔ داروغہ نے ہرقل کو اس بات کی اطلاع دی۔ ہرقل نے عبداللہ کو پھر اپنے سامنے بُلایا۔ عبداللہ بھوک پیاس سے نہایت نحیف اور کمزور ہو رہا تھا۔ ہرقل نے اسکو پوچھا کہ کس چیز نے تمکو کھانے پینے سے باز رکھا؟ عبداللہ نے کہا صرف میرے ایمان نے! گو اضطرار کی حالت میں حرام چیزیں ہمارے لئے حلال ہو جاتی ہیں۔ مگر میں نے اسلام کی عزت کی خاطر اس حالت میں بھی ان ممنوعہ چیزوں کو استعمال نہیں کیا تاکہ تم لوگ اسلام اور مسلمانوں پر تمسخر نہ اُڑاؤ۔ ہرقل عبداللہ کا ایسا مضبوط ایمان دیکھکر عش عش کر اُٹھا۔ اور اس نے حکم دیا کہ آئندہ کے لئے اسکو آسائیش میں رکھو۔

جب حضرت عمرؓ کا قاصد خط لیکر ہرقل کے پاس پہنچا تو ہرقل نے خط پڑھتے ہی عبداللہؓ کو بُلایا۔ اور اُسکو اور قاصد کو خلعت دیکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور ساتھ ہی قاصد کو امیرالمومنین کے لئے ایک بیش بہا موتی بطور تحفہ دیا۔ حضرت عمرؓ عبداللہؓ کو واپس دیکھکر بڑے خوش ہوئے۔ اور موتی کے بارہ میں اپنے مشیروں سے مشورہ کیا۔ کہ اسکو کیا کریں۔ مشیروں نے کہا کہ یہ تحفہ ہرقل نے خاص طور پر آپکے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے آپ اسکو اپنے مصرف میں لائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تحفہ ہرقل نے مجھکو صرف امیرالمومنین کی حیثیت میں روانہ کیا ہے۔ اسلئے اسپر میرا ذاتی استحقاق کوئی نہیں بلکہ یہ مومنوں کا مال ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی وقت سوداگروں کے ہاتھ موتی بیچکر اسکی قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔

شمالی شام میں بغاوت

۱۷ سنہ ہجری

جب ابو عبیدہ رح علاقہ شام کو مسخر کر چکے - تو حضرت عمر رض نے اسلامی لشکر آگے بڑہنے سے روک دیا - اور حکم دیا کہ جسقدر علاقہ فتح ہو چکا ہے - اُسکا انتظام نہائیت احسن طرز پر کیا جائے - اور رعایا کو خوشحال اور آسودہ بنایا جائے - اسپر جنوبی حصہ شام یعنے دمشق میں یزید بن ابو سفیان کو گورنر مقرر کیا گیا - اور شمالی حصہ یعنے حمص میں ابو عبیدہ کو اور خالد بن ولید کو قنسرین کی حکومت سپرد کیگئی جو اگرچہ اس کے شان کے لائق نہ تہی - مگر خالد رض کو ان باتوں کی مطلق پرواہ نہ تہی -

اس عرصہ میں عمرو بن العاص نے فلسطین کا کل ساحل مسخر کر لیا - یعنے غازا - عسقلان - دربہ - جافہ - بنس - عکہ - صور وغیرہ کو بآسانی مطیع و منقاد بنالیا - صرف ایک مقام یعنے قیساریہ ساحل سمندر پر رومیوں کے قبضہ میں رہ گیا - جہاں شاہ ہرقل کا بیٹا قسطنطین ایک جرار فوج لئے پڑا تہا - اور شہر کی فصیلیں اور برج بہی نہائیت مضبوط تہے - علاوہ اس کے سمندر کی طرف اسکا راستہ کہلا تہا - اور مصر اور اسکندریہ سے براہ سمندر ہر طرح کی امداد وہاں پہونچ سکتی تہی کیونکہ مصر اور اسکندریہ بہی ہرقل شاہ قسطنطنیہ کے ماتحت تہے اور رومی فوج وہاں متعین تہی - مصر کا بادشاہ مقوقس شاہ ہرقل کا باجگذار تہا - اور سالانہ خراج ادا کرتا تہا +

حضرت عمرؓ کی یہی پالیسی تھی کہ زیادہ فتوحات نہ کی جائیں۔ اور جو علاقے قبضہ میں آچکے ہیں۔ اُن میں عدل و انصاف قائم کر کے اسلامی حکومت کی جڑ مضبوط کی جائے۔ رعایا شام بھی اسلامی حکومت سے خوش تھی۔ مگر شاہ ہرقل کو جس کے زرخیز صوبے اہل عرب کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ اور بیت المقدس اور انطاکیہ جیسے مقدس شہر جو عیسویت کی جان و جگر تھے۔ اسلامی اقتدار کے ماتحت آگئے تھے۔ کب چین ہو سکتا تھا وہ اسی تردد میں غلطان و پیچان رہتا تھا۔ کہ کسی طرح اہل عرب کو ہزیمت دے۔ کیونکہ اسکی ناموری اور شہرت جو اس نے چند سال پیشتر ایرانیوں کے مقابلے حاصل کی تھی۔ وہ بھی خاک میں مل گئی تھی۔ بہت سی سوچ اور فکر کے بعد اس نے یہ ارادہ کیا کہ ایک دفعہ پھر اہل عرب کو شام سے نکالنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس نے ایسی تدبیر کی کہ اگر اللہ تعالےٰ کی تائید اہل عرب کے ساتھ نہ ہوتی تو اُن کے مغلوب ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا تھا۔

دریائے فرات اور دجلہ کا درمیانی علاقہ یعنی دوآبہ میسوپوٹیمیہ کہلاتا ہے جسکو اہل عرب جزیرہ بولتے ہیں۔ اس علاقہ کا زیریں حصہ تو شاہ ایران کے ماتحت تھا۔ اور بالائی حصہ جو شام سے ملحق ہے۔ شاہ ہرقل کے ماتحت تھا۔ جزیرہ کے درمیان ایران اور روم کی سرحد تھی جس پر دارا۔ ماردین۔ نصیبین وغیرہ کے مضبوط قلعے موجود تھے اور جو شاہان ایران و روم کے باہمی جنگ و جدل کی رزمگاہ تھے۔ اور ابھی تک اہل عرب کا کوئی دستہ فوج اس علاقہ کو فتح کرنے کے لئے نہ گیا تھا اس رومی علاقہ کی آبادی زیادہ تر عیسائی تھی۔ شاہ ہرقل نے اُن اقوام کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے دین کی خاطر شام پر چڑھائی کریں۔

شمالی شام میں اپنے ہم مذہبوں کو بھی اپنے ساتھہ شامل کرلیں۔ ادھر اس نے قسطنطنیہ۔ مصر اور اسکندریہ سے بکثرت رومی فوج قیسار یہ میں بھیجدی۔

ابوعبیدہ رض کو جب اس طوفان کے اُٹھنے کی اطلاع پہونچی تو اُس نے خالدؓ کو بلا بھیجا اور ساتھ ہی حضرت عمر رض کو اصل حال سے اطلاع دی حضرت عمر رض نے اسی وقت سعد بن ابی وقاص کو جو عراق عربی اور زیرین حصہ جزیرہ کو فتح کرکے دارالخلافہ ایران یعنے شہر مدائن پر قابض ہو چکا تھا۔ لکھ بھیجا کہ ابوعبیدہ رض کی امداد کے لئے عراق سے کچھہ فوج روانہ کریں۔ اور ساتھ ہی کچھہ فوج جزیرہ کے بالائی حصہ میں روانہ کریں تاکہ وہاں کے باشندے اپنے گھر محفوظ نہ پاکر رومی فوج کے ساتھ ملنے نہ پائیں۔ سعد بن ابی وقاص نے فی الفور اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر اس عرصہ میں شمالی شام میں بغاوت کی آگ شعلہ زن ہوگئی اور کثیر رومی فوج قیساریہ سے کوچ کرکے حمص کے قریب پُہنچ گئی۔

ابوعبیدہ رض یہ خطرناک حالت دیکھکر حمص میں محصور ہوگیا۔ جب خالد بن ولید رض حمص میں پہنچا تو اُس نے ابوعبیدہ رض کو یہ صلاح دی کہ بجائے محصور ہونیکے میدان میں نکل کر رومیوں کا مقابلہ کرو۔ ورنہ رومی فوج پھیل کر تمام علاقہ کو از سر نو پھر فتح کریگی۔ ابوعبیدہ رض نے کہا کہ جب تک ہم کو کمک نہ پہونچے تب تک ہم کو میدان میں نکلکر دشمن کے روبرو نہ ہونا چاہئے +

ابوعبیدہ رض نے پھر حضرت عمر رض کو کمک کے لئے لکھا۔ حضرت عمر رض خود مدینہ سے لشکر لیکر کمک کیلئے روانہ ہوئے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ جابیہ تک پہونچیں یا عراق کی فوج حمص میں آئے۔ خالد بن ولید رض نے بڑے اصرار

کے ساتھ ابو عبیدہ رضہ کو میدان میں نکلنے پر راضی کر لیا۔ اور حمص کے باہر رومی فوج سے لڑائی شروع کر دی۔ رومی فوج اہل عرب سے پندرہ گنی زیادہ تھی۔ مگر خالد بن ولید رضہ اور اُس کے ہمراہیوں کے سامنے رومیوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور ہر موقعہ پر انکو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اُدہر سعد بن ابی وقاص نے ایک دستہ فوج بالائی جزیرہ میں بھیجدیا۔ وہاں کے باشندوں کو اپنی پڑ گئی۔ اور شام پر لشکر کشی کرنے کے بجائے اُن کو اپنے گھروں کی حفاظت کی فکر پڑ گئی۔ غرض حضرت عمر رضہ ابھی جابیہ تک پہونچے تھے اور عراقی کمک راستہ میں ہی تھی کہ اسلامی لشکر کو رومیوں اور شامی باغیوں پر کامل فتح نصیب ہوئی۔ تین دن تک خونریز لڑائی ہوتی رہی۔ اور چوتھے دن رومی فوج تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلی۔ جسقدر رومی اہل عرب کی تلوار اور قید سے بچ رہے تھے۔ وہ بھاگ کر پھر قیساریہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ اور شام میں از سر نو امن قائم ہو گیا۔ ابو عبیدہ رضہ نے فتح کی اطلاع حضرت عمر رضہ کو بھیجدی۔ اور یہ بھی لکھ بھیجا کہ یہ عظیم الشان فتح خالد بن ولید رضہ کی بدولت اللہ تعالے نے اُن کو عطا کی۔ حضرت عمر رضہ خوش ہو کر جابیہ سے مدینہ واپس چلے گئے مگر یہ احکام بھیج گئے کہ ادہر قیساریہ کو فتح کر لیا جائے۔ اور اُدہر بالائی جزیرہ کو مسخر کیا جائے۔ تاکہ رومیوں کو شام میں پھر شورش بپا کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ خالد بن ولید رضہ اس فتح کے بعد واپس قنسرین میں چلا گیا اور قیساریہ کی فتح عمرو بن عاص کے سپرد کی گئی۔ کیونکہ یہ عمرو بن عاص کی ڈیوٹی تھی کہ ساحل سمندر کو رومیوں سے بالکل پاک و صاف کر دے۔

نمبر ۳۹

فتح قیساریہ

سنہ ۱۷ ہجری

جب عمرو بن عاص کو حکم پہونچا تو اس نے قیساریہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی۔ مگر پیشتر قیساریہ کی طرف روانہ ہونے کے اس نے ابوعبیدہ کو لکھ بھیجا کہ قیساریہ بڑا مضبوط مقام ہے۔ اور رومی فوج وہاں بکثرت ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ آپ کچھ اور فوج میری کمک کے لئے ارسال کر دیں۔ کیونکہ ایسے مضبوط مقام پر حملہ کرنے کیلئے میرے پاس کافی فوج نہیں ہے۔

ابوعبیدہ رض نے خط پڑھتے ہی تین ہزار جوان بسر کردگی شرجیل بن حسنہ عمرو بن عاص کے پاس بھیجدئے۔ اور لکھ بھیجا کہ اگر اور فوج کی ضرورت ہو تو اطلاع آنے پر روانہ کی جا سکتی ہے۔ شرجیل بن حسنہ عین وقت پر عمرو بن عاص کے پاس پہنچا۔ اور عمرو بن عاص اسکو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ اللہ نے چاہا تو اسی قدر کمک کافی ہوگی۔ اور زیادہ کی ضرورت نہ پڑیگی۔

عمرو بن عاص ساز و سامان درست کرکے قیساریہ کی طرف بڑھا۔ اور اسکی روانگی کی اطلاع قسطنطین پسر ہرقل کو بھی قیساریہ میں پہنچ گئی رومی فوج جو حمص کی آخری جنگ سے بچ رہی تھی وہ بھاگ کر قیساریہ میں پناہ گزین ہوئی تھی۔ اور اسمیں نامی سردار بھی موجود تھے جنمیں قیدمون شاہ ہرقل کا بڑا معتبر سردار تھا۔ وہ گویا قسطنطین کا دست و بازو تھا قسطنطین نے قیدمون کو بلا کر کہا کہ اہل عرب قیساریہ پر حملہ

کرنے آتے ہیں۔ تم مجھے اس بارہ میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ ہمارے پاس اس تمام ساحل پر صرف قیساریہ ہی رہ گیا ہے۔ اگر قیساریہ پر بھی اہل عرب کا قبضہ ہو گیا تو شام کے ساتھ ہمارا تعلق کٹ جائے گا اور پھر ہمیں شام پر لشکر کشی کا کبھی موقعہ نہ ملیگا۔ قندوس نے کہا کہ اہل عرب کی جرأت اور جسارت نے ہم کو حیران کر رکھا ہے۔ ہم نے جان توڑ مقابلے کئے۔ مگر ہماری کچھ پیش نہیں گئی ہمارے لئے اب چارہ ہی کیا ہے کہ آخری مرتبہ میدان میں نکلکر ان کا مقابلہ کریں یا تو عربوں کو شکست دیں اور یا خود میدان میں قتل ہو جائیں۔ میرے نزدیک اس بے عزتی کے ساتھ جینے سے میدان میں مرنا ہزار درجے بہتر ہے۔

قسطنطین نے کہا میرا بھی ارادہ ہے کہ ہم آخری مرتبہ عربوں کا جان توڑ مقابلہ کریں۔ یا تو ہم نے پھر شام لے لیا اور یا قیساریہ بھی ہاتھ سے دیدیا۔ ایرانیوں نے بھی اسی طرح شام پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر پھر میرے باپ ہرقل نے آخیر چڑھائی کرکے ادھر تو تمام شہر ایک ایک کرکے ان کے ہاتھ سے واپس لے لئے تھے۔ کیا عجب ہے کہ اب بھی وہی صورت پیش آجائے۔ اور ہم کو اپنی شکستوں کے بعد ایک آخری فتح حاصل ہو۔

قسطنطین نے یہ کہکر لشکر کو میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔ کچھ فوج قیساریہ کی حفاظت کے لئے قلعہ میں چھوڑ دی اور اسی ہزار میدان میں لاکر کھڑی کر دی۔

عمرو بن عاص بھی سترہ ہزار سپاہ لیکر قیساریہ کے میدان میں پہونچ گیا۔ اور دشمن کے مقابل کیمپ لگا دیا۔

قسطنطین نے کئی ایک جاسوس اسلامی لشکر میں بھیجدیئے۔ تاکہ انکی تعداد کا اندازہ معلوم کرے۔ جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ لشکر عرب بمشکل بارہ تیرہ ہزار ہوگا۔ مگر قسطنطین کو یہ سُنکر کچھہ خوشی نہ ہوئی کہ اہل عرب کا لشکر نسبتاً نہائیت قلیل ہے۔ کیونکہ اب اہل عرب کی قلت کا سوال اُٹھ گیا تھا۔ جنگ یرموک اور حمص کی آخری لڑائی کے نتیجہ نے عربوں کی قلت کو کثرت سے بدل دیا تھا۔ اب ان کا ایک ہزار جوان بیس ہزار رومیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ قسطنطین کچھہ سوچ میں پڑگیا۔ اہل عرب کے کارنامے ایک ایک کرکے اسکی آنکھہ تلے پھر گئے۔ جنگ اجنادین۔ جنگ یرموک۔ جنگ بیت المقدس۔ اور جنگ انطاکیہ کے نظارے اس کے ذہن میں موجود ہوگئے۔ جہاں عرب فوج کی بالمقابل رومی فوج کے کچھہ حقیقت نہ تھی۔ مگر اس پر بھی عربوں کو ہر میدان میں فتح حاصل ہوئی۔ اور رومیوں کو شکست پر شکست نصیب ہوتی رہی۔

اس پر قسطنطین نے یہ ارادہ کیا کہ اہل عرب کے ساتھہ ممکن ہو تو میعادی صلح کرلے۔ اور اس طرح سردست عرب کے تیز رو سیلاب سے قیساریہ کو بچالے۔ چنانچہ اس نے ایک سردار کو اسلامی سپہ سالار کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اپنی طرف سے کسی دانا آدمی کو صلح کے بارہ میں گفتگو کرنے کے لئے بھیجے۔ تاکہ اگر ممکن ہوسکے تو اہل عرب اور رومیوں کے مابین صلح ہوجائے۔ اور بے فائدہ خونریزی نہ ہو۔ جب

رومی سردار میدان میں گیا تو اس نے عرب سپاہیوں کو کہا کہ اپنے سردار کو یہ پیغام پہونچاؤ کہ وہ کسی دانا سردار کو صلح کے بارہ میں گفتگو کرنے کے لئے بھیجے۔

عمرو بن عاص نے یہ پیغام سُنکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مشورہ کیا۔ کہ کس شخص کو رومی کمپ میں بھیجا جائے۔ اپر بلال رض نے کہا کہ مجھے بھیجو۔ عمرو نے کہا کہ بیشک تم ہماری نزدیک بڑے ممتاز شخص ہو۔ اور بوجہ آنحضرت ص کے مؤذن ہونے کے تم کو ہم میں بڑی وقعت حاصل ہے۔ مگر رومی شہزادہ اس بات کو اپنی ہتک خیال کرے گا۔ کہ ہم نے بجائے کسی عرب سردار کے ایک حبشی کو اس کے پاس بھیجدیا ہے۔ بلال رض نے کہا کہ تم کو خدا کی قسم مجھے ضرور بھیجو۔ میں نہائیت اچھی طرح سے اس مشن کو ادا کرونگا۔ عمرو نے کہا کہ میرا ارادہ تم کو بھیجنے کا نہ تھا۔ مگر تم نے مجھے بڑی قسم دلائی ہے۔ اس لئے میں تم کو روک نہیں سکتا۔ اچھا جاؤ۔

بلال رض رخصت ہو کر رومی سردار کے پاس آیا اور کہا کہ مجھکو سپہ سالار اسلام نے تمہارے شاہزادے کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ رومی سردار حیران ہوا اور اس نے کہا کیا تمہارے سپہ سالار میں اتنی تہذیب اور شائستگی بھی نہیں کہ بجائے ایک حبشی غلام کے کسی ممتاز عرب سردار کو میرے ہمراہ کرتا۔ جس کے ساتھ شاہزادہ گفتگو کرکے خوش ہوتا۔ میں تمکو ہمراہ نہیں لیجاتا۔ تم واپس جاؤ تم شاہزادوں کے ہم نشین ہونے کے قابل نہیں ہو۔

بلال رضؓ نے کہا کہ گو میں حبشی ہوں۔ مگر اہل اسلام میری بڑی عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ میں پیغمبر اسلام کا مؤذن تھا۔ رومی سردار نے کہا کہ اچھا میں تم کو ہمراہ لے چلتا ہوں۔ مگر تم کو شاہزادے کے روبرو کرنے سے پہلے میں تمہاری اطلاع کرونگا اگر شاہزادے نے اجازت دی تو تم کو پیش کیا جائے گا۔

رومی سردار بلال رضؓ کو لیکر رومی کمپ میں آیا اور اس کو خیمہ کے باہر ہی کھڑا کر کے شاہزادے کو اطلاع دی کہ سپہ سالار اعظم نے ایک حبشی کو گفتگو کے لئے بھیجا ہے۔ قسطنطین یہ سُنکر ناراض ہوا اور اس نے کہا کہ کیا اہل عرب نے ہمکو حقیر جانا ہے کہ ایک حبشی کو ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ جاؤ اس کو واپس کردو۔ میں اس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اگر سپہ سالار کو منظور ہو تو کوئی عرب سردار میرے پاس روانہ کرے۔ رومی سردار بلال رضؓ کے پاس آیا اور کہا کہ شاہزادہ تمکو دیکھنا نہیں چاہتا۔ مینے تم کو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ شاہزادہ اس میں اپنی ہتک سمجھے گا۔ بلال رضؓ یہ سُنکر رنجیدہ ہوا۔ اور نہایت بے دل ہو کر کمپ میں واپس آگیا۔ اور عمرو بن عاص کو آکر کہنے لگا۔ کہ شاہزادہ نے مجھکو ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ اب تم جس کو چاہو روانہ کرو۔

عمرو بن عاص نے شرجیل بن حسنہ کو کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں خود شاہزادے کی ملاقات کو جاؤں۔ شرجیل نے کہا کہ اگر شاہزادے نے تمہارے ساتھ دغا کی تو ہم کو بڑا صدمہ

پہونچیگا۔ عمرو نے کہا کہ میں محتاط رہونگا۔ لیکن خدانخواستہ شاہزادے نے مجھکو گرفتار کرلیا تو تم اس لشکر کے سپہ سالار بن کر رومیوں کے ساتھہ مقابلہ کرنا۔

یہ سُنکر عمرو بن عاص نے ہتھیار پہن لئے اور اچھی طرح مسلح ہوکر رومی سردار کے پاس گیا۔ اور کہا کہ چلو میں تمہارے شاہزادے کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے چلتا ہوں۔ رومی سردار اس کو شاہزادے کے روبرو لے گیا اور ایک زرّین کرسی پر اسکو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عمرو بن عاص نے کہا کہ میں سنہری کرسی پر اللہ کی پاک زمین کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور فرش پر بیٹھتا ہوں۔ چنانچہ وہ شاہزادے کے روبرو فرش پر بیٹھہ گیا۔ تلوار اس نے اپنی ران پر رکھہ لی۔ اور نیزہ فرش پر رکھدیا۔ قسطنطین نے کہا کہ تم بڑے مسلح ہوکر آئے ہو۔ کیا تم کو اپنی جان کا اندیشہ تھا؟۔ عمرو نے کہا کہ ہم عرب اپنے ہتھیار پر فدا ہیں۔ اوٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مسلح رہتے ہیں۔ یہی ہمارا بچھونا اور اوڑھنا ہیں۔ اس لئے میں عادتاً مسلح ہوکر آیا ہوں۔ اور احتیاط بھی اس بات کی مقتضی تھی۔ قسطنطین نے کہا کہ احتیاط کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہارے ساتھہ دغا نہیں کرینگے۔ میں نے تو صرف اس لئے تم کو بلایا تھا کہ اگر ممکن ہوسکے تو ہم کچھہ عرصہ کے لئے باہم صلح کرلیں۔ شام کا علاقہ تم نے لے لیا ہے۔ اس پر تم بدستور قابض رہو۔ ہم تمہارے ساتھہ چھیڑ چھاڑ نہیں کرینگے۔ اور صرف قیساریہ پر ہی قناعت کرینگے۔ عمرو بن عاص نے کہا کہ قیساریہ کو فتح

کرنے کا مجھکو تاکیدی حکم پہنچا ہے۔ اور میں بدوں اسکو فتح کرنے کے واپس جا نہیں سکتا۔ قسطنطین نے کہا کہ ہم تم بھائی ہیں۔ ہم سب کا باوا آدم ایک ہے۔ پھر نوح تک ہمارا نسب نامہ ملتا ہے۔ تم سام کی اولاد ہو تو ہم حام کی ہیں۔ تم اپنی قسمت پر شاکر رہو۔ ہم اپنی قسمت پر صابر رہتے ہیں۔ تم ہماری شاداب زمینوں کا لالچ کیوں کرتے ہو۔ عمرو بن عاص نے کہا کہ یہ شاداب زمین حضرت نوح نے اپنے بیٹے سام کو دی تھی۔ لیکن حام کی نسل نے شورش کرکے سام کی نسل کو ریگستانوں میں ہٹا دیا۔ اب ہم اپنے باپ دادا کی وراثت لینے آئے ہیں۔ تم کو چاہیے تھا کہ تم بخوشی ہمارا حق ہمیں دیدیتے مگر تم نے ہمارا سخت مقابلہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری تائید کی اور ہم کو تم پر غلبہ دیا۔ ہاں ایک طریقہ سے تم اپنے مقبوضات پر قابض رہ سکتے ہو۔ تم مسلمان ہوکر ہمارے حقیقی بھائی بن جاؤ۔ اور ہمارے ساتھ برادرانہ تعلقات قایم کرلو۔ پھر ہم تم سے مطلق پرخاش نہ کرینگے۔ اس طرح پر تم کو بھی وہ برکات حاصل ہونگی جو اسلام کی بدولت ہم کو حاصل ہوئی ہیں۔ ہم تم کو ہدائیت اور روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ اور تاریکی اور ظلمت سے بچاتے ہیں۔ اس میں تمہاری عاقبت بھی سنور جائیگی۔ اللہ کی توحید کے قائل ہو جاؤ۔ اور اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ ایک ہے۔ اسکا کوئی ساتھی نہیں۔ نہ اسکی بیوی ہے نہ اس کا بیٹا ہے۔ نہ اس کو کسی نے جنا۔ اور نہ اس نے کسی کو جنا۔ بتاؤ

اس کے ماننے میں تم کو کیا تامل ہے۔ اور اس میں کیا نقص ہے؟
قسطنطین نے کہا اس بات پر میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔
اور نہ ہی تمہارا دین قبول کرنے پر اپنے آپ کو تیار پاتا
ہوں۔ میں اپنے دین پر قایم رہوں گا۔ اور اسی کو میں
اچھا سمجھتا ہوں۔

عمرو نے کہا کہ اچھا اگر تم کو ہدائت اور روشنی منظور نہیں۔
اور تم خدا کی توحید پر ایمان لانا نہیں چاہتے۔ اور اس ایمان
کے نیک ثمرات سے محروم رہنا چاہتے ہو تو رہو۔ میں اصرار
نہیں کرتا۔ لیکن اس کے سوائے ایک اور طریقہ ہے۔ جس
کی بدولت ہم میں صلح ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے
دین پر بدستور قایم رہو۔ اور ہماری حفاظت میں آجاؤ
اس صورت میں بھی تم بڑے فائیدہ میں رہوگے۔ ہم تمہارے
دوست اور رفیق بن جائینگے۔ تمہارے اندرونی اور مذہبی معاملات
میں مطلق دخل نہ دینگے۔ بلکہ تمہارے جان و مال کی حفاظت
دل و جان سے کرینگے۔

قسطنطین نے کہا کہ یہ طریقہ بھی مجھے منظور نہیں۔ ہم اس ذلت
کو گوارا نہیں کر سکتے۔ ہماری سلطنت صرف شام پر ہی منحصر
نہیں۔ شام ہماری سلطنت کا صرف ایک صوبہ ہے۔ ہماری
سلطنت بڑی وسیع ہے۔ ہمارا زور ٹوٹ نہیں گیا۔ کیا حرج ہے
اگر ایک شام کا علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر تم اسطرح
صلح کرنا چاہو۔ جسمیں ہماری ہتک نہ ہو اور فریقین کے

لئے معززانہ ہو تو میں تیار ہوں۔ ورنہ نہیں۔
عمرو نے کہا کہ پھر آخری طریقہ یہی ہے کہ ہم باہم مقابلہ کریں اللہ تعالٰی جسکو چاہے گا فتح دیگا۔ قسطنطین نے کہا اچھا اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو میں بھی تیار ہوں۔ میں نے تو اس لئے یہ دردسری کی زحمت اُٹھائی تھی کہ اگر ممکن ہو تو باہم سمجھوتہ ہو جائے۔ لیکن تم جنگ پر آمادہ ہو تو یہاں بھی کوئی دیر نہیں۔ یہ سُنکر عمرو بن عاص اُٹھکر اپنے کمپ میں واپس آگیا۔ اور شرجیل کو کل کیفیت سُناکر کہا کہ لڑائی کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔
دوسرے دن دونوں لشکر آراستہ ہو کر میدان میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے۔ رومی لشکر میں سے ایک بطریق میدان میں آیا اور گھوڑے کو خوب چکر دیکر لشکر اسلام سے مناسب فاصلہ پر کھڑے ہو کر اس نے کمان ہاتھ میں لی پھر تیر کمان میں جوڑ کر لشکر اسلام پر چلایا۔ اور ایک آدمی کو زخمی کیا۔ پھر دوسرا تیر چھوڑا اور دوسرے آدمی کو شہید کیا۔ عمرو بن عاص نے پکار کر کہا کہ کیا کوئی آدمی اس رومی پہلوان کے مقابلے پر نہیں نکلتا؟ یہ سُنتے ہی ایک عرب سوار بنی ثقیف میں سے کمان عربی لئے ہوئے صف سے آگے بڑھا رومی نے تیسرا تیر اسپر چلایا۔ مگر تیر کارگر نہ ہوا۔ عرب نے شست باندھکر اس زور سے تیر چھوڑا کہ رومی پہلوان کے حلق پہ بیٹھا اور اس کی گردن کے پار ہو گیا۔ رومی پہلوان

فی الفور گھائل ہوکر میدان میں گر پڑا۔ عرب دوڑا اور جاکر اوسکا گھوڑا اور اسباب لے لیا۔ لشکر اسلام میں ہر جہار جز اک اللہ کا نعرہ بلند ہوا اور رومی ایسا مہلک نشانہ دیکھکر سہم گئے۔ اسپر ایک اور رومی بطریق میدان میں نکلا۔ اور حریف طلب کیا۔ اہل اسلام میں سے ایک نبرد آزما اس کے مقابلہ پر نکلا۔ چند ساعت دونوں میں برابر کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر رومی نے بڑھکر ایک سخت وار کیا۔ عرب نے ڈھال پہ وار سنبھالا۔ تلوار ڈھال کو کاٹ کر اس کے بازو پر بیٹھی مگر کارگر نہ ہوئی۔ عرب نے غصہ کھاکر حریف پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار رومی کی خود پہ پڑی اور اسکو خفیف زخم آیا۔ مگر معاً اس نے عرب پر پھر تلوار کا وار کیا۔ اور اس کو زخمی کیا۔ دونوں زخمی ہوکر اپنے اپنے لشکر میں واپس چلے گئے۔

قسطنطین کے لشکر میں ایک نامی نبرد آزما اور جنگجو قدمون نامی تہا جسکو ہرقل بادشاہ نے خصوصیت کے ساتھ اپنے بیٹے کی اعانت کے لئے بھیجا تھا۔ قدمون نے جو لڑائی کا یہ ڈھنگ دیکھا اور اہل عرب کا رومیوں پر غلبہ پانا محسوس کیا تو اس نے قسطنطین کو کہا کہ اہل عرب دلیری اور جرأت سے اپنے لشکر کے حوصلے بڑھا رہے ہیں۔ اور ہمارے لشکر پر رعب ڈال رہے ہیں۔ مجھے اجازت دو کہ میں میدان میں جاؤں۔ اور عربوں کے حوصلے پست کروں۔ قسطنطین نے

اسکو اجازت دی اور وہ مسلح ہوکر میدان میں آکر حریف طلب کرنے لگا۔ اسکو دیکھکر لشکر اسلام میں سے ایک نوجوان سوار جو اہل یمن سے تہا۔ گھوڑا دوڑاکر عورتوں کے خیمہ کیطرف گیا اور اپنی ماں اور بہن سے جو اس کے ہمراہ آئی تھیں گلے ملکر کہنے لگا کہ میں اس لئے شام میں نہیں آیا تہا کہ شام کے اچھے اچھے میوے کہاؤں۔ بلکہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ صلعم کی رضامندی حاصل کرنے آیا ہوں۔ اور شہادت پانے کے لئے میدان جنگ میں جاتا ہوں۔ لو میں تم سے جدا ہوتا ہوں۔ مجھے ملنا ہو تو حوض کوثر پر رسول اللہ کے حضور میں آملنا۔ یہ کہکر وہ یمنی شہسوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان میں آیا اور قدمون کے مقابل ہوا۔ گھوڑے کو میدان میں چکر دیکر وہ کرتب دکھائے کہ دونوں لشکر تعریف کرنے لگے۔ پھر بجلی کی طرح قدمون پر حملہ کرکے اس زور سے نیزہ مارا کہ نیزے کی انی قدمون کی زرہ میں گھس گئی۔ قدمون نے تلوار سے نیزہ کاٹ دیا۔ اور دوسرا وار نوجوان عرب پر بڑی شدت سے کیا۔ نوجوان نے وار ڈھال پر سنبھالا مگر تلوار ایسی آبدار تھی کہ ڈھال کو کاٹ کر خود پر پڑی اور خود کو کاٹ کر نوجوان کے سر میں اُتر گئی۔ نوجوان یمنی کلمہ شہادت پڑہتا ہوا جنت کو سدھارا۔ یہ حال دیکھکر رومی لشکر نے خوشی کے نعروں سے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ لشکر اسلام میں سے ایک اور جوان قدمون کے مقابل ہوا۔ اسکو بھی قدمون نے شہید کیا۔ یہ صورت

دیکھکر شرجیل بن حسنہ کاتب رسول اللہ علم لئے ہوئے میدان میں نکلے۔ عمرو بن عاص نے ان کو پکار کر کہا کہ اگر تم مقابلہ کے لئے جاتے ہو تو علم چھوڑ جاؤ تاکہ لڑائی میں تم کو دقت نہ ہو۔ شرجیل نے علم دوسرے شخص کے حوالہ کیا۔ اور آپ قدمون کے مقابل ہوا۔ قدمون ایک نحیف البدن آدمی کو مقابل دیکھکر ہنسا۔ کیونکہ شرجیل بن حسنہ بوجہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کے لاغر اندام ہو گئے تھے۔ مگر جب شرجیل نے ایک دو وار قدمون پر کئے۔ اور ایک دو وار اوسکے رد کئے تو قدمون کی ہنسی جاتی رہی۔ اور اس نے سمجھا کہ شجاعت اور بہادری جسم پر منحصر نہیں۔ چند ساعت دونوں سخت لڑائی لڑتے رہے یہانتک کہ گھوڑے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ دونوں گھوڑے سے اُتر آئے۔ اور پیادہ لڑنے لگے۔ شرجیل نے داؤ چاکر بڑے زور سے تلوار کا وار قدمون پر کیا۔ تلوار قدمون کی زرّہ پر پڑی مگر زرّہ ایسی مضبوط تھی کہ تلوار اس پر پڑتے ہی ٹیک گئی قدمون نے بھی ایک سخت ہاتھ شرجیل پر مارا۔ شرجیل نے وار ڈھال پر لیا۔ تلوار ڈھال کو کاٹ گئی مگر شرجیل محفوظ رہا۔ قدمون نے منھ کہا کر تلوار پھینک دی۔ اور شرجیل کو چمٹ گیا۔ شرجیل نے اپنی تلوار الگ کی۔ اور قدمون کے بازو پکڑ لئے۔ دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ اہل اسلام یہ حال دیکھکر گھبرائے۔ کیونکہ اب جسمانی زور کا کام آپڑا تھا اور جسمانی زور میں قدمون شرجیل سے بہت زیادہ تھا

شرجیل کاتب رسول اللہ اہل اسلام میں ایک خاص آدمی تھا کئی مسلمان شرجیل کی امداد کو پہونچنا چاہتے تھے۔ مگر قاعدہ جنگ کے رو سے مجبور تھے۔ کچھ دیر تک تو شرجیل نے قدم جمائے رکھے۔ اور قدمون کی پیش نہ جانے دی۔ مگر آخر قدمون نے شرجیل کو اٹھالیا۔ شرجیل کے منہ سے یا غیاث المستغیثین نکلا۔ معاً رومی لشکر میں سے ایک زرہ پوش سوار بجلی کی طرح گھوڑا سرپٹ چھوڑے ہوئے میدان میں پہنچا۔ اُدھر قدمون شرجیل کو اٹھاکر اور زمین پر پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھا ہی تھا کہ رومی سوار موقعہ پر پہنچکر قدمون پر تلوار چلائی اور اس کا سر کاٹ کر الگ کر دیا۔ شرجیل اللہ تعالے کا شکر کرتا ہوا میدان سے اٹھا اور حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

معاملہ کیا تھا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کی دعا کہ اے فریاد کے سُننے والے میری فریاد کو سُن۔ بارگاہ الہی میں قبول ہوگئی۔ اور دشمن کے لشکر میں سے ایک سوار نے نکلکر شرجیل کو قتل ہونے سے بچالیا۔ شرجیل نے پوچھا کہ اے بھائی تو کون ہے کہ رومی لشکر سے نکلکر تونے اپنے رفیق کو قتل کیا ہے اور رومیوں کے دشمن کی اعانت کی ہے؟

رومی سوار نے کہا کہ میں رومی نہیں ہوں۔ میں خالص عرب ہوں۔ اور میں وہ بدبخت آدمی ہوں جس کا نام طلیحہ بن خویلد الاسدی ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور پیغمبر خدا کا مقابلہ کیا تھا۔ خالد بن ولید رضہ نے

جب میرے ہمراہیوں کو شکست ہوئی تو میں بخوف جان شام میں بھاگ آیا۔ میں نے اس بیہودگی سے اب توبہ کی ہوئی ہے۔ اور میں اس بات کا منتظر تھا کہ کوئی اچھا کام مجھ سے ظہور میں آئے۔ تو میں اہل عرب کے سامنے جاؤں۔ اور صدق دل سے مسلمان ہو جاؤں۔ میں قسطنطین کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ ایک عربی سوار رومیوں کے بڑے نامی پہلوان کے مقابل داد شجاعت دے رہا ہے تو میرے دل میں محبت وطن نے جوش مارا۔ جونہی اس نے تم کو زمین سے اٹھایا۔ میں دیوانہ ہو کر بجلی کی طرح میدان میں پہنچا۔ اور جو کچھ میں نے کیا۔ تم نے دیکھ لیا ہے۔

شرجیل نے کہا کہ اے طلیحہ تو نے بڑا اچھا کام کیا ہے اور اہل اسلام تجھکو دیکھکر بڑے خوش ہونگے۔ طلیحہ نے کہا کہ میں خالد بن ولید رضؓ سے ڈرتا ہوں۔ اگر وہ مجھکو دیکھ لیگا تو مجھکو فی الفور قتل کر دیگا۔ شرجیل نے کہا کہ خالد بن ولید رضؓ اس لشکر میں نہیں ہے وہ ابو عبیدہؓ کے ہمراہ ہے۔ تم میرے ہمراہ چلو۔ کوئی شخص تم کو ایذا نہ دیگا۔ جبکہ تم اپنی بیہودگی چھوڑ کر سچے دل سے مسلمان ہو گئے ہو۔

ادہر شرجیل طلیحہ کو لیکر اپنے لشکر کی طرف گیا۔ ادہر قسطنطین نے قدموں کے مارے جانے پر غصہ کھا کر لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عمرو بن عاص نے بھی لشکر کو بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور دونوں

لشکر جم کر لڑے۔ مگر رومیوں کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ اتنے میں شام ہوگئی۔ اور دونوں لشکر جدا ہو کر اپنے اپنے کمپ میں چلے گئے۔

شرجیلؓ نے طلیحہ بن خویلد کو عمرو بن عاص کے پیش کیا اور کہا کہ طلیحہ صدق دل سے مسلمان ہوگیا ہے۔ اور دعوے نبوت سے اس نے توبہ کرلی ہے۔ آپ اسکو معافی دیں۔ عمرو نے کہا کہ اے طلیحہ میں تجھکو معاف کرتا ہوں۔ مگر میری رائے میں یہ مناسب ہوگا کہ تم خلیفہ ثانی کی خدمت میں چلے جاؤ۔ اور انکے ہاتھ پر بیعت کرو۔ پھر تمکو کوئی اندیشہ نہیں رہیگا۔ اور سب مسلمان تمہاری عزت کرینگے۔ طلیحہ نے کہا کہ مجھکو خلیفہ ثانی سے خوف آتا ہے وہ مجھکو دیکھتے ہی قتل کر ڈالینگے۔ کیونکہ اسلام کی مخالفت میں میں نے بڑا حصہ لیا تھا۔ عمرو نے کہا کہ میں تمکو خط لکھدیتا ہوں جب تم خلیفہ کے روبرو جاؤ تو میرا خط پیش کردینا۔ میں اس میں لکھدونگا کہ تم نے اسلام کی بڑی خدمت ادا کی ہے اور شرجیل کی جان بچائی ہے۔ خلیفہ عمرؓ تم کو معاف کردینگے۔ اور زمرۂ اسلام میں تم کو داخل کرلینگے۔ طلیحہ راضی ہوگیا اور عمرو بن عاص کا خط لیکر خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں پہونچا۔ حضرت عمر نے خط پڑھتے ہی اسکو معاف کردیا۔ اور اسکی بیعت قبول کرلی۔

جب صبح ہوئی تو لشکر اسلام آراستہ ہو کر میدان میں نکلا مگر رومیوں کا میدان میں نام و نشان تک نہ تھا۔ قسطنطین

خوف کھا کر راتوں رات کوچ کرکے قیساریہ میں پہنچا اور شہر کی حفاظت اپنے چچیرے بھائی کے سپرد کرکے آپ جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کو بھاگ گیا۔

عمرو بن عاص تنہا لشکر لیکر قیساریہ کے سامنے اُتر پڑا۔ اور قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قیساریہ نے کچھ عرصہ مقابلہ کیا مگر قسطنطین کے بھاگ جانے سے وہ ایسے بیدل ہو گئے تھے کہ انہوں نے اہل عرب کے ساتھ صلح کر لینے کا ارادہ کیا۔ ان کے چند سرکردہ آدمی عمرو بن عاص کے پاس آئے۔ اور امان کے خواہاں ہوئے۔ عمرو نے ان کو امان دی اور ان کے ساتھ صلح کر لی۔

عمرو بن عاص نے ابو عبیدہ کو فتح قیساریہ سے اطلاع دی کر اور ایک خط معہ مال خمس کے خلیفہ ثانی کی خدمت میں عرفجہ بن ہاذن کے ہاتھ روانہ کیا۔ عرفجہ جب خلیفہ عمرؓ کی خدمت میں پہنچا تو ایک خوشنما ریشمی عمامہ سر پر باندھے ہوئے اور ایک خوش رنگ ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ خلیفہ عمرؓ نے اس کی طرف بغور دیکھا اور اسکو کہا کہ اے ہاذن کے بیٹے کیا تجھے رسول اللہ کی پیروی اچھی نہیں لگتی۔ تجھکو علم نہیں کہ یہ زیب و زینت عورتوں کے لئے مخصوص ہے؟

تم نے عورتوں کا لباس کس لئے پہنا ہے؟ کیا تم کو خوش نہیں آتا کہ تم ان ریشمی کپڑوں کو فروخت کرکے انکی قیمت غربا اور مساکین میں تقسیم کردو۔ سنو ایک دن میں رسول مقبول

صلعم کے حضور میں حاضر ہوا تو اُس وقت آپ ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور چٹائی کے نشان جسم مبارک پر دکھائی دے رہے تھے۔ یہ حالت دیکھکر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑا بلند ہے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے افضل البشر بنایا ہے۔ پھر کیا باعث ہے کہ قیصر روم اور کسرائے فارس تو نرم نرم گدیلوں پر آرام کرتے۔ اور دن رات عیش میں بسر کرتے ہیں۔ اور آپ اللہ کے رسول ہو کر فقر فاقہ اور تنگی میں گذران کرتے ہیں رسول مقبول ؐ نے فرمایا کہ اے عمر آیا تم اس امر سے راضی نہیں ہو کہ دنیا قیصر و کسرائے کے واسطے ہو۔ اور آخرت ہمارے لئے ہو! عمرؓ ان کلمات سے نہایت متاثر ہوا اور رو کر عرض کی کہ میں ابھی جاکر ان ریشمی کپڑوں کو فروخت کر دونگا۔ اور آپ کے ارشاد کے بموجب اُنکی قیمت مساکین میں تقسیم کر دونگا۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر خوش ہوئے۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ پھر عمرو بن عاص کا خط پڑھا اور فتح قیساریہ پر اللہ تعالےٰ کا شکر بجالائے۔ تمام مومنوں کو خط سُنایا۔ اور سب خوش ہو کر اللہ تعالےٰ کی حمد کرنے لگے۔ اور قیساریہ کا حاکم معاویہ بن ابو سفیان کو مقرر فرمایا۔

اس طرح حضرت عمرؓ کی خلافت کے پانچویں سال اور

آنحضرت صلعم کی وفات سے سات سال کے اندر ملک شام اور
فلسطین اہل عرب کے زیرنگیں ہوگئے۔ اور اسی عرصہ کے اندر
عراق عربی اور جزیرہ کا علاقہ معہ دارالخلافہ مدائن کے اہل عرب کے
قبضہ میں آگیا۔ ادہر شاہ ہرقل شاہ قسطنطینیہ اور اس کا بیٹا شام
اور فلسطین سے بھاگ کر اور اپنے شاداب صوبے اور اپنے مذہب
کے مندر کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہکر قسطنطنیہ میں چلے گئے۔ اور
ادہر یزدگرد شاہ ایران اپنے زرخیز صوبے اور اپنا پایہ تخت
عربوں کے حوالہ کرکے طبرستان کی طرف بھاگ گیا۔ (جسکا مفصل
ذکر فتح مصر کے بعد کیا جائیگا) اور اسطرح ۱۷ہجری نہایت خیر
و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

مگر ۱۸ھ ہجری میں دو ایسے واقعات پیش آگئے جو نہایت
ہی قابل افسوس تھے۔ ایک تو یہ کہ خالد بن ولید رض پر خلیفہ
ثانی نے خیانت کا بے بنیاد الزام لگاکر تحقیقات کا
حکم دیا۔ ابو عبیدہ رض نے تحقیقات کی اور الزام غلط ثابت
ہوا۔ مگر اسپر بھی حضرت عمر رض نے خالد رض کو جرمانہ کی سزا
دی۔ اور قنسرین کی حکومت سے معزول کر دیا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ شام میں طاعون پھیل گیا
اور اہل عرب پر اس کا ایسا اثر پڑا کہ پچیس ہزار عرب
اس موذی مرض کا شکار ہو گئے۔ ابو عبیدہ رض بن جراح
یزید بن ابو سفیان۔ شرجیل بن حسنہ رض اور کئی ایک دیگر
نامور آدمی طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اہل عرب

کی فریاد مدینہ تک پہونچی - اور حضرت عمرؓ پھر مدینہ سے شام میں آئے - اہل عرب کو پہاڑوں اور ریگستانوں میں منتشر ہونے کا حکم دیا - اتنے میں طاعون بھی کم ہو گئی اور حضرت عمرؓ معاویہ بن ابو سفیان کو دمشق کا گورنر مقرر کرکے اور عمرو بن عاص کو مصر پر فوج کشی کا حکم دے کر واپس مدینہ چلے گئے +



نمبر ۴

سلطنت مصر

مصر کا ملک بر اعظم افریقہ کا شمال مشرقی گوشہ ہے۔ جس میں دریائے نیل جنوب سے شمال کی طرف بہتا ہے۔ مصر کے شمال میں بحیرہ روم۔ جنوب میں ملک نوبیہ۔ مغرب میں صحرائے لیبیا اور مشرق میں بحیرہ قلزم اور جزیرہ نمائے سینا ہے۔ یہ جزیرہ نمائے سینا عرب کا شمالی حصہ ہے جسکو عرب پتھریا یعنے پتھریلا کہتے ہیں۔ مصر اور جزیرہ نما سینا کو خاکنائے سویز ملحق کرتی تھی۔ جسمیں اب تھوڑا عرصہ گذرا ہے ایک نہر کھود کر بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کو ملا دیا گیا ہے۔ اور اس طرح افریقہ اور ایشیا کو الگ الگ کر دیا گیا ہے اب بر اعظم افریقہ ایک بڑے جزیرہ کی صورت بنگیا ہے جس کے چار طرف پانی ہے۔ اور جہاز اُس کے گرد اگرد گھوم سکتے ہیں۔

ابتدا سے ملک مصر دو حصوں میں منقسم چلا آتا ہے۔ یعنے جنوبی یا بالائی حصہ اور شمالی یا زیرین حصہ۔ بالائی حصہ کا نام تھیبس ہے جس کو اہل عرب صعید کہتے ہیں۔ اور زیرین حصہ کا نام ڈلٹا ہے جسکو اہل عرب بحری کہتے ہیں۔ قدرتی طور پر یہ دونوں قطعے صورت میں مختلف واقع ہوئے ہیں

اس لئے اہل مصر قدیم سے ان کو دو ملک یا دو سرزمین کہتے آئے ہیں۔ اور مصر کے ابتدائی بادشاہ بھی دو زمینوں کے بادشاہ کہلاتے تھے۔ اور اس لحاظ سے دوہرا تاج پہنتے تھے۔ اب تو جغرافیہ دانوں نے ملک مصر میں شرقاً غرباً صحرائی اور پہاڑی علاقے بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مگر دراصل ملک مصر اس قطعہ کا نام ہے جو دریائے نیل کا ڈیلٹا ہے شمال یعنے ساحل بحیرہ روم اور نیل کے دہانہ سے لے کر جنوب کی طرف قریباً سات سو میل لمبائی تک مصر کی اصلی حد تھی۔ اور شرقاً غرباً جہانتک ایام سیلاب میں نیل کا پانی پھیل سکتا تھا۔ وہی شرقی اور جنوبی حد سمجھی جاتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اہل مصر اپنے ملک کو نیل کا عطیہ سمجھتے تھے اور اس لحاظ سے دریائے نیل کو ایک بڑا دیوتا خیال کر کے اسکی پرستش کرتے تھے۔

مصر کا درمیانی حصہ جس سے آگے بحری حصہ شروع ہوتا ہے۔ فیوم کہلاتا ہے۔ یہ علاقہ دریائے نیل کے ڈیلٹا میں شامل نہیں۔ اور دریائے نیل خود بخود اسکو سیراب نہیں کرتا تھا مگر حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں دریائے نیل سے ایک نہر کھود کر اس علاقہ میں پھیلائی گئی۔ جس سے وہ علاقہ سیراب کیا جاتا ہے اور اب نہایت شاداب اور زرخیز ہے۔ خصوصیت کے ساتھ وہاں انگور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ اس نہر کو ابتک بحر یوسف بولتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مصر میں دریائے نیل ایک بڑی نعمت الہی ہے۔ اور مصر کی خوشحالی صرف نیل پر ہی منحصر ہے۔ سال میں ایک مرتبہ نیل میں سیلاب آتا ہے۔ اور تمام مصر کی زمین پر پھیل جاتا ہے۔ اور ملک مصر ایک سمندر کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ سینکڑوں میل تک پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ پانی ٹھیک ہو جاتا ہے اور زمیندار اس میں کاشت شروع کر دیتے ہیں اور بڑی پیداوار حاصل کرتے ہیں۔ اسی بنا پر قدیم باشندے اس کو دیوتا مانتے تھے۔ اور ہاپی (ھفی) کے نام سے اسکے مندر بناتے اور اس کے آگے قربانیاں چڑھاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس دریا کا منبع کسی کو معلوم نہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتا ہے۔ اور محض مصریوں پر رحمت اور فضل کرنے کے لئے مصر میں نمودار ہوتا ہے۔ اور اہل مصر کی زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ وہ دریائے نیل یعنی ہاپی دیوتا کی حمد ایسے ہی گایا کرتے جیسے کہ دیگر دیوتاؤں کی انکے اعتقاد میں دریائے نیل نیکی رحمت اور بخشش خدا تھا۔

عالمان جیالوجی کا خیال ہے کہ مصر کا زیرین حصہ یعنے ڈلٹا (بحری) خود دریائے نیل کا بنایا ہوا ہے۔ پہلے یہ حصہ ہموار میدان محض سمندر یعنے بحیرہ روم کا ایک حصہ تھا۔ مگر دریائے نیل سالہا سال کی ان تھک محنت سے اس کو بھرتا رہا کیونکہ دریائے نیل اپنے ہمراہ بکثرت مٹی وغیرہ

لاتا ہے۔ اسی طرح یہ سمندر کا ٹکڑا بتدریج بھرتا گیا۔ اور ایک وسیع ہموار میدان کی صورت بن گیا۔ جس پر انسان نے کھیتی باڑی شروع کر دی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دریائے نیل اس قدر طاقتور اور محنتی دریا ہے کہ اگر اس کا دہانہ بحیرہ روم سے ہٹا کر بحیرہ قلزم میں ڈال دیا جائے تو قریباً بیس ہزار سال یا اس سے کچھ کم عرصہ میں اس کو بھر کر بالکل خشکی کا قطعہ بنا ڈالے۔ مصر میں گیہوں قدیم زمانہ سے بوئی جاتی ہے اور دریائے نیل کی بدولت اس افراط سے پیدا ہوتی تھی کہ غیر ممالک میں بھی بھیجی جاتی تھی۔ اور اس لحاظ سے مصر کو دنیا کا غلہ گودام کہتے تھے۔

دریائے نیل کی پرستش کے علاوہ اہل مصر سانڈ کی بھی پرستش کرتے تھے اور اس کو بھی دیوتا مانتے تھے۔ ایک مندر میں زندہ سانڈ رکھا جاتا اور پجاری اس کے لئے نوکر رکھے جاتے تھے۔ نہائیت نفیس خوراک اس کو کھلائی جاتی۔ اور اور نرم نرم بستر اس کے لئے بنائے جاتے بلکہ گائیں بھی اسکی بیبیوں کے طور پر مندر میں رکھی جاتیں۔ اور شاہی تزک و احتشام کے ساتھ اس کو رکھا جاتا۔ تہواروں کے موقعوں پر اس کا جلوس نکالا جاتا اور لوگ اس کو سجدہ کیا کرتے۔ جب وہ سانڈ بوڑھا ہو کر مرجاتا تو اس کو مصالحہ لگا کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ مقبرے میں دفن کیا جاتا۔ سانڈ کی تجہیز و تکفین پر

کم از کم تین لاکھ روپیہ صرف کیا جاتا۔ اس سے فراغت حاصل کر کے ایک اور سانڈ تلاش کر کے مندر میں رکھا جاتا اور اسکی پرستش شروع کی جاتی۔

اہل مصر بادشاہ وقت کو بھی سورج کا دیوتا مانتے تھے۔ اور بادشاہ کو اسی طرح سجدہ کرتے تھے جس طرح کہ دیگر دیوتاؤں کے آگے جھکتے تھے۔ جب بادشاہ مرجاتا تو اس کو بھی مصالحہ لگا کر دفن کرتے اور اسپر ایک مینار کھڑا کر دیتے۔ بالعموم ہر ایک بادشاہ اپنا مقبرہ پہلے ہی تعمیر کرا دیتا تھا۔ اور موت کے بعد اس کو اسی میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ یہ مینار جن کو اہرام مصر کہتے ہیں۔ دُنیا کے عجائبات میں شمار کئے جاتے ہیں۔

مصر ان چند ایک ممالک میں سے ایک ہے جو زمانہ قدیم میں تہذیب اور شائستگی کے لئے مشہور ہیں۔ اور قدیم سویلائزیشن کے نشان مصر میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

مصر کی کسی قدر صحیح تاریخ مسیح سے قریباً پانچہزار اور بقول بعض قریباً چار ہزار پہلے سے شروع ہوتی ہے۔ اس وقت سے لیکر مسیح سے ۳۴۰ برس پہلے تک مصر میں تیس خاندان حکمران ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے خاندان کا بادشاہ منا تھا۔ جو دراصل تھیبس یعنے صعید کا حکمران تھا۔ اس نے بحری حصہ پر غلبہ حاصل کیا۔ اور دونوں حصوں کو ایک بادشاہت میں ملحق کر دیا۔ اور اس غرض کے لئے کہ دونوں حصوں پر بآسانی حکومت کی جاسکے۔ اس نے اپنا دارالخلافہ درمیان علاقہ میں

بنانا تجویز کیا - قیوم سے کچھ اوپر جہاں دریائے نیل کا ڈیلٹا شروع ہوتا ہے موقعہ پسند کیا گیا - مگر اس خیال سے کہ دار الخلافہ مشرق کی طرف سے بخوبی محفوظ ہو جائے - پہلے دریائے نیل میں ایک بڑا بند باندھ دیا گیا - جس کی وجہ سے دریائے نیل کا رخ مشرق کی طرف پھر گیا - اور اس کے مغربی ساحل پر شہر آباد کیا گیا - جسکا نام متفر (اچھا مقام) رکھا گیا جو یونانیوں اور رومیوں کے عہد میں بگڑ کر ممفس مشہور ہوا - اور اہل عرب کے حملہ کے وقت تک اسی نام سے مشہور رہا - اس شہر میں پوجا کے لئے ایک عالیشان مندر بھی تعمیر کیا گیا -

قریباً آٹھ سو سال قبل مسیح تک مصر کے بادشاہ اپنے ملک پر قانع رہے - اور اس عرصہ میں تین خاندان وہاں حکمران ہوئے تھے - چوتھے خاندان کے پہلے بادشاہ نے جس کا نام سنیفرو تھا - جزیرہ نما سینا کو فتح کر کے وہاں کی معدنیات پر قبضہ کر لیا - اور ایک مصری فوج حفاظت کے لئے متعین کر کے کانوں کی کھدائی شروع کی - جنہیں سے تانبا اور قیمتی پتھر نکال کر مصر میں پہونچائے جاتے تھے -

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بوجہ کنعان میں قحط پڑ جانے کے مصر میں آئے تو اس وقت مصر میں بارہواں خاندان حکمران تھا - اور بقول بعض گیارہویں خاندان کے اخیری بادشاہ تھے - اس وقت کے فرعون نے حضرت ابراہیم کے ساتھ نہایت نیک سلوک کیا - اور حضرت ابراہیمؑ مصر کی سکونت میں بڑے مالدار ہو گئے

گڈرئے بادشاہ

قریباً ۲ ہزار سال مسیح تک مصری بادشاہوں کی سوائے اندرونی چپقلشوں یا صحرائے لیبیا کی اقوام کے ساتھ خفیف لڑائیوں کے اور وہ بھی گاہے گاہے۔ کسی اور زبردست دشمن کے ساتھ مقابلہ پیش نہ آیا اور اہل مصر زرعی۔ حرفی۔ علمی اور تجارتی ترقی میں مصروف رہے۔ مگر بارہویں خاندان کے اختتام اور تیرہویں خاندان کے ابتدا میں ایک بیرونی حریف نے ان کی خود مختاری میں خلل ڈالکر گڈرئے بادشاہوں کی سلطنت مصر میں قائم کی۔ یہ حملہ آور اقوام علاقہ شام اور شمالی عرب کی تھیں جو مصر کی شاداب اور سرسبز زمین کا شہرہ سُنکر وطن سے نکل پڑیں۔ اس حملہ کا ذکر ایک مصری مورخ نے یوں لکھا ہے:

"ٹیمئس بادشاہ کے عہد میں مصریوں کے خدا مصری قوم سے ناراض ہو گئے۔ اور مصر پر اپنا قہر یوں نازل کیا کہ مشرقی ممالک سے وحشی اقوام کو بھیج دیا۔ جنہوں نے اچانک مصر پر حملہ کر کے مصر پر قبضہ کر لیا۔ مصری بادشاہ نے اُن کا مطلق مقابلہ نہ کیا۔ اور مصر کے حکام نے فی الفور ان کی اطاعت منظور کر لی۔ مگر وحشیوں نے اسی پر قناعت نہ کر کے مصریوں پر بڑے ظلم کئے۔ باشندوں کو بے دریغ قتل کیا۔ شہر اور گاؤں جلا دئیے۔ مندر مسمار کر دئیے۔ اور تمام مصر کی سرزمین کو تہ و بالا کر دیا۔ مگر یہ تمام وحشیانہ حرکات صرف زیریں حصہ (ڈیلٹا) میں واقع

ہوئیں۔ کیونکہ تھیبس (صعید) کے حکام نے خراج دینا منظور کر لیا۔ اور وحشی فوج نے تھیبس پر حملہ نہ کیا۔ اُنہوں نے ملک مصر کو مغلوب کرکے ایک اپنا بادشاہ مقرر کیا جسکا نام سلاطیس تہا۔ سلاطیس نے ممفس میں سکونت اختیار کی اور تمام علاقہ میں اپنی فوج حفاظت کے لئے تقسیم کردی خصوصاً شرقی سرحد کو نہائیت مضبوط کیا۔ تاکہ اس طرف سے اَور کوئی قوم حملہ نہ کرسکے۔ اور یہاں ایک مضبوط قلعہ بناکر اڑھائی لاکھ فوج متعین کردی ؎

اس طرح گڈرئے بادشاہوں کا خاندان مصر میں حکمران ہوا اس خاندان کے پانچویں بادشاہ کے وقت حضرت یوسفؑ مصر میں آئے۔ اور بادشاہ کی مہربانی سے مصر کے ایک اعلےٰ افسر مقرر ہوئے اور اسی بادشاہ یعنی فرعون مصر کی عنائیت سے یوسفؑ کے بھائیوں کو مصر میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی۔ اس فرعون کا نام اپیپی تہا۔

گڈرئے بادشاہوں کا خاتمہ

یہ خاندان قریباً اڑہائی سو سال تک مصر میں حکمران رہا۔ اور بقول بعض پانچ سو سال تک۔ مگر اول الذکر تعداد صیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس خاندان میں صرف ۶ بادشاہ ہوئے چار بادشاہ تو نہائیت امن کے ساتھ حکومت کرتے رہے مگر پانچویں کے بعد یعنے اپیپی کے آخری ایام میں تھیبس

(صعید) کے بادشاہ نے آزادی کا علَم بلند کیا۔ اور اس کا باعث بھی اپیپی خود ہوا۔

یہ شامی اور عربی اقوام جب مصر پر حملہ آور ہوئی تھیں تو اون کے اوضاع اطوار نہایت سادہ تھے۔ ان کی گذران بھی سادہ تھی۔ اور بڑے چالاک اور تنومند تھے۔ مگر جب مصر کی شاداب زمین میں اُنہوں نے بود و باش اختیار کی تو وہ عیش پسند ہو گئے۔ اُنہوں نے مصری لباس اختیار کر لیا۔ اور مصری آسائش کے خوگیر ہوتے گئے۔ اتفاق سے انہیں مصر یا اسکی سرحد پر کوئی مقابلہ پیش نہ آیا۔ نہ کسی غیر ملک نے اُنپر یورش کی۔ اسطرح اُنکی جنگی طاقتیں زائل ہوتی گئیں۔ اور وہ بالکل مصری بن گئے۔ اگر ان کو لگاتار معرکے پیش آتے رہتے اور وہ جنگ و جدل میں مصروف رہتے تو وہ بدستور چاک چوبند رہتے۔ اور اُن کی طاقتیں کمزور نہ ہوتیں۔ مگر امن اور آسائش کے طویل عرصہ نے اُن کو گھن لگا دیا۔ اور اندر ہی اندر اُنکے جنگی جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔

تھیبس کے بادشاہ جو صرف سالانہ خراج ادا کر دیتے تھے اور اپنے علاقہ میں خود مختار حکمران تھے۔ اس حال سے بیخبر نہ تھے۔ وہ اپنی طاقت بڑھاتے رہے۔ اور اپنے جنوبی علاقہ کے حبشیوں سے جنگ و جدل کر کے اپنی فوج کو جنگجو اور آزمودہ کار بناتے رہے۔ علاوہ اس کے اُنہوں نے گھوڑوں اور رتھوں کو جنگ میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جس سے

وہ گھوڑے باد شاہوں کے آنے سے پہلے مطلق ناواقف تھے۔ رتھوں میں چڑھکر لڑنا مصریوں نے اپنے حملہ آوروں سے سیکھا تھا۔ اس سے پہلے وہ صرف پیدل ہی لڑا کرتے تھے۔

اپیپی نے جب دیکھا کہ تھیبس کے بادشاہ راسکن سوم نے اپنی فوجی طاقت بہت بڑھالی ہے تو اس کو خطرہ دامنگیر ہوا۔ اور اس نے چاہا کہ تھیبس کی طاقت کو جلد کسی طرح توڑ دے۔ مگر لڑائی چھیڑنے کے لئے کوئی عذر چاہیئے تھا تھیبس کے بادشاہ چونکہ خراج برابر ادا کردیتے تھے۔ اس لئے ظاہرا کوئی عذر اور بہانہ اپیپی کو نہیں مل سکتا تھا۔ اس پر اسنے خود ایک بہانہ تجویز کرنیکا ارادہ کیا۔ اور راسکن کو کہلا بھیجا کہ تھیبس میں اور کسی مصری دیوتا کی پرستش نہ کی جائے سوائے سب سے بڑے مصری دیوتا امن راکے جو گڈریوں کے دیوتا سطیخ کا غلام سمجھا جاتا تھا۔ راسکن تاڑ گیا کہ اپیپی اسکو مغلوب کرنا چاہتا ہے۔ اس نے صاف انکار کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آزادی کا علم بلند کیا۔ اور زیریں حصہ کے مصری حکام کو بھی جو براہ راست اپیپی کے ماتحت تھے اپنے ساتھ ملالیا +

اپیپی تو خود اسے چاہتا تھا کہ اسکو تھیبس پر حملہ کرنیکا بہانہ ملے۔ اس نے کثیر فوج لیکر تھیبس پر چڑھائی کی۔ راسکن نے بھی اپنے علاقہ سے تمام فوج جمع کی۔ اور سرحد پر اپیپی کا جان توڑ مقابلہ کیا۔ اپیپی کی فوج میں اب وہ جنگی

بادہ نہیں رہا تھا - جسپر اُن کو ناز تھا - راسکن نے اپیپی کو شکست فاش دی - اپیپی شکست کھاکر واپس ہٹ گیا - اور راسکن آگے بڑھا - اتنے میں فیوم کے دیسی حاکموں نے بھی سر اُٹھایا - اور راسکن کے طرفدار ہوگئے - راسکن نے ممفس پر بھی قبضہ کرلیا - اپیپی ہٹ کر تھینس میں چلا گیا - تھینس کو بھی راسکن نے فتح کرلیا - اور اپیپی مع اپنی فوج کے مشرقی سرحدی قلعہ میں پناہ گزین ہوا - یہ قلعہ پہلے گڈریے بادشاہ نے مشرقی سرحد اور نیل کی مشرقی شاخ کے کنارے پر تعمیر کیا تھا - اور اس کو اچھی طرح سے محفوظ کیا تھا - اپیپی تمام ملک سے ہاتھ دھو کر دو لاکھ چالیس ہزار فوج کے ساتھ اس قلعہ میں سکونت پذیر ہوا تاکہ مصری بادشاہ کے ساتھ ایک آخری مقابلہ کرے اور اسی مقابلہ پر مصر کی آئندہ قسمت منحصر تھی -

راسکن سوم - فیوم اور بحری پر اپنا تسلط جماکر مقابلہ کے لئے بڑھنا چاہتا تھا - کہ وہ اچانک مرگیا - اس کی جگہ عمیبین بادشاہ ہوا - یہ بادشاہ راسکن سے بھی زیادہ دلیر اور اولوالعزم تھا - اس نے گڈریوں کو ملک بدر کرنے کا پختہ عزم کیا - اور پانچ لاکھ فوج لیکر سرحد پر پہنچ گیا - یہ قلعہ اس مقام پر تھا - جہاں اب پلوسیم فرقہ ہے - اور جو مصر کی کنجی یا مصر کا پھاٹک سمجھا جاتا ہے -

عمیبین نے خشکی اور تری دونوں طرف سے گڈریوں کو

محاصرہ میں لے لیا۔ ایک عرصہ تک محاصرہ جاری رہا
مگر آخر گڈریئے بے دل ہو کر قلعہ کو چھوڑ گئے۔ اور فلسطین
کی طرف چل نکلے۔ یا یوں کہو کہ جدھر سے آئے تھے۔
اسی طرف واپس ہو گئے۔ عمسیبن نے ان کا پیچھا کیا۔
اور جنوبی فلسطین میں پھر ان کو گھیر کر شکست دی۔
ہزارہا کو قتل کیا۔ اور ہزارہا کو گرفتار کر کے مصر میں لایا
جہاں وہ غلام بنائے گئے۔

مصری فتوحات

عمسیبن نے از سر نو مصر میں مصری حکومت قایم کی۔
اس کے پوتے نے جس کا نام طظمیس اول تھا۔ ممالک
غیر فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلے تو اس نے مصر کے جنوب
میں ملک نوبیہ کو فتح کیا۔ پھر گڈریوں سے بدلہ لینے کے
لئے مشرق کی طرف چڑھائی کی۔ اور فلسطین اور شام کو
فتح کر کے دریائے فرات تک جا پہنچا۔ اور اس تمام علاقہ
کو تاخت و تاراج کر کے بہت سا مال غنیمت اور قیدی
ہمراہ لایا۔ مگر ان فتوحات کی وجہ سے اسیریا اور بابل کی
سلطنتوں کے ساتھ بھی اس کی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔
پھر اسی خاندان کے بادشاہ طظمیس سوم نے شام سے
نکلا اور موسوپٹیا (جزیرہ) سے گذر کر نینوہ کو فتح کیا۔ اور
اسیری اور بابلی بادشاہوں سے خراج لیکر مصر میں

واپس آیا۔ اس کے بعد مغرب کی جانب صحرائے لیبیا
کی اقوام کو اور شمال مغرب میں سیرینیکا (بارقہ) کے باشندوں
کو مطیع و منقاد کیا۔ اور اس طرح مصر کی سلطنت جنوب
میں حبش تک شمال مغرب میں بارقہ اور صحرائے لیبیا
تک اور مشرق میں دریائے فرات اور دجلہ تک وسیع
ہو گئی۔ مگر ان فتوحات کا خمیازہ آخر میں مصر کو نہائیت
بُری طرح بھگتنا پڑا۔

مغربی حملہ

مسیح ؑ کے قریباً چودھوسو برس پیشتر صحرائے لیبیا اور بارقہ کی
تمام اقوام نے متفق ہو کر مصر پر حملہ کر دیا۔
انکی تعداد قریباً چالیس ہزار تھی۔ انہوں نے بڑی آسانی
سے بحری مصر کے غربی قلعے فتح کر لئے۔ اور بتدریج مصری فوج
کو شکستیں دیتے ہوئے تمام حصہ زیرین پر قابض ہو گئے
فرعون مصر جس کا نام منفتیس تھا۔ مایوس ہو کر ممفس
میں محصور ہو گیا۔ اور شہر کو اچھی طرح محفوظ کر لیا۔ حملہ آوروں
نے اس عرصہ میں بحری علاقہ کو اچھی طرح تاخت و تاراج
کیا۔ اور مصریوں کو بے دریغ قتل کیا۔ پھر ممفس کیطرف بڑھے
فرعون نے یہ خبر پاتے ہی اپنے سرداروں کے ساتھ مشورہ
کیا۔ اور یہ تجویز قرار پائی کہ قلعہ سے نکل کر دشمن کا جان
توڑ مقابلہ کریں۔ ورنہ وہ تمام ملک کو ویران کر دیں گے

فرعون نے کہا اچھا چودہ دن کے بعد میں خود فوج لیکر میدان میں نکلونگا - اور یہ عرصہ پوجا پاٹ میں بسر کرونگا جب چودھواں دن آیا تو فرعون نے اپنے سرداروں کو کہا کہ مجھکو میرے دیوتے نے خواب میں دکھائی دے کر یہ حکم دیا ہے کہ تو خود میدان میں نہ جا - صرف اپنے سرداروں کو فوج کے ساتھ بھیجدے - اس لئے میں اب میدان میں نہیں جاسکتا - اسپر سردار فوج لیکر باہر نکلے - اور فرعون قلعے میں محفوظ بیٹھا رہا -

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے - اور چھہ دن تک خونخوار لڑائی ہوتی رہی - ساتویں دن مصری فوج غالب آئی - اور حملہ آوروں نے میدان چھوڑنا شروع کیا - مصریوں نے ان کا تعاقب کیا - اور ہزاروں قتل کرکے ہزاروں گرفتار کرلائے - اس فتح سے فرعون بہت خوش ہوا - اور فخر سے کہنے لگا کہ یہ فتح صرف میرے دست و بازو سے ہوئی ہے - کیونکہ حملہ آوروں کے متعلق میں نے قسم کھائی کہ میں ان کا ستیاناس کردونگا - اور دیکھو میں نے اپنی قسم پوری کر دکھائی - انکو قتل کیا - انکو شکست دی اور ان کو قید کیا - اور اس طرح ملک مصر کو ظالموں کی دستبرد سے بچالیا +

بنی اسرائیل

فرعون اس فتح پر شیخی بگھار رہا تھا کہ ایک اور مشکل کا اسکو

سامنا کرنا پڑا - حضرت یوسف کے عہد میں بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے تھے - اور وہ بہت بڑھے - لیکن حضرت یوسفؑ کے بعد مصر کے فرعونوں نے اس اندیشہ سے کہ بنی اسرائیل طاقت پکڑ کر مصر کے حکمران نہ بنجائیں - ان پر ظلم و ستم شروع کیا - انپر بڑے ٹیکس لگا دئے - اور اُنکی حالت غلاموں کی سی کر دی - اُن سے سخت محنت لیجاتی اور شہروں اور محلات کے لئے اُن سے اینٹیں پتھوائی جاتیں حتی اینکہ خدا نے اس مظلوم قوم کی فریاد سُنی - اور اسی فرعون کے عہد میں حضرت موسٰےؑ کو مامور کر کے فرعون کے پاس بھیجا - تاکہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے دے - حضرت موسٰےؑ نے فرعون کو ہر چند سمجھایا - مگر اس نے نہ مانا - آخر الٰہی غضب بھڑکا - اور مصریوں پر طاعون کی بلا نازل ہوئی - جس سے ہزاروں آدمی ایک رات میں ہی مر گئے - اور فرعون کا پلوٹھا بیٹا بھی ہلاک ہوا - اسپر فرعون نے سخت دہشت زدہ ہو کر حضرت موسٰیؑ کو بلایا - اور کہا کہ اپنی قوم کو مصر سے جلد نکال لیجا - اور یہ طاعون ہم سے دُور کر - حضرت موسٰیؑ نے بنی اسرائیل کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا - اجازت لیتے ہی فی الفور مصر سے کوچ کیا - بنی اسرائیل کے مرد سوائے لڑکوں کے چھ لاکھ کے قریب تھے - اور انہوں نے عمسیس سے سُکات تک پیادہ سفر کیا -

توریت کی کتاب خروج میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے :-

"جب شاہ مصر کو خبر دی گئی۔ کہ وے لوگ بھاگ گئے تو فرعون اور اس کے خادموں کا دل ان لوگوں کی طرف سے پھر گیا۔ اور وے بولے کہ ہم نے یہ کیا کیا کہ اسرائیل کو اپنی خدمتگاری سے باہر جانے دیا۔ تب اس نے اپنی گاڑیاں جوتیں اور اپنے لوگ ساتھ لئے اور اس نے چھ سو چُنی ہوئی گاڑیاں۔ مصر کی سب گاڑیاں ساتھ لیں اور ان سبھوں پر سردار بٹھلائے۔ اور خداوند نے شاہ فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ اور وہ بنی اسرائیل کے پیچھے چڑھ دوڑا۔ پھر بنی اسرائیلی بالادستی سے نکلے۔ اور مصری ان کا پیچھا کئے چلے گئے۔ اور فرعون کے سارے گھوڑوں اور اس کی گاڑیوں اور اس کے سواروں اور اس کے لشکر نے ان کو خیمہ کھڑا کرتے ہوئے دریا پر فی الجرات اور اس کے آگے بیل سفون کے مقابل جا ہی لیا۔

اور جب فرعون نزدیک ہوا۔ اور بنی اسرائیل نے آنکھیں اوپر کیں۔ اور مصریوں کو اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ شدت سے ڈرے۔ تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی۔ اور موسٰےؑ سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ تو ہم کو وہاں سے بیاباں میں مرنے کے لئے لایا۔ تو نے ہم سے یہ کیا معاملہ کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا

کیا یہ وہی بات نہیں۔ جو ہم نے مصر میں تجھ سے کہی تھی کہ ہم سے ہاتھ اُٹھا تاکہ ہم مصریوں کی خدمت کریں۔ کہ ہمارے لئے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر تھا۔
تب موسیٰ ؑ نے لوگوں سے کہا خوف نہ کرو۔ کھڑے رہو اور خداوند کی نجات دیکھو جو آج کے دن وہ تمہیں دیگا کیونکہ ان مصریوں کو جنہیں تم آج دیکھتے ہو۔ تم انہیں پھر تا ابد نہ دیکھو گے۔ خداوند تمہارے لئے جنگ کرے گا اور تم چپ چاپ رہو گے۔
تب خداوند نے موسےٰ ؑ سے کہا کہ تو کیوں میرے آگے نالہ کرتا ہے۔ بنی اسرائیل سے کہو کہ وے آگے چلیں۔ تو اپنا عصا اُٹھا اور دریا پر اپنا ہاتھ بڑھا۔ اور اسے دو حصے کر۔ بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر جائینگے۔ اور دیکھ کہ میں مصریوں کے دلوں کو سخت کر دونگا۔ اور وے ان کا پیچھا کرینگے۔ اور میں فرعون اور اسکی سپاہ اور اسکی گاڑیوں اور اس کے سواروں پر اپنا جلال ظاہر کرونگا تو جانینگے میں خداوند ہوں۔
اور خدا کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے چلا جاتا تھا پھرا اور ان کی پشت پر آرہا اور بدلی کا وہ ستون ان کے سامنے سے گیا اور ان کی پشت پر جا ٹھیرا۔ اور مصریوں کے لشکر اور اسرائیلی لشکر کے بیچ میں آیا اور وہ ایک اندھیری بدلی ہو گئی۔ پھر رات کو روشن ہوئی۔ سو

تمام رات ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا۔ پھر موسیٰؑ نے دریا پر ہاتھ بڑھایا۔ اور خداوند نے بہ سبب بڑی پوری آندھی کے تمام رات میں دریا کو چلایا۔ اور دریا کو سکھا دیا اور پانی کو دو حصے کیا۔ اور بنی اسرائیلی دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر گئے۔ اور پانی کی ان کے دائیں اور بائیں دیوار تھی۔ اور مصریوں نے پیچھا کیا اور ان کا پیچھا کئے ہوئے دے اور فرعون کے سب گھوڑے اور اس کی گاڑیاں اور اس کے سوار دریا کے بیچوں بیچ تک آئے اور یوں ہوا کہ خداوند نے پچھلے پہر اس آگ اور بدلی کے ستونوں میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی۔ اور مصریوں کی فوج کو گھبرا دیا۔ اور ان کی گاڑیوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ ایسا کہ مشکل سے چلتی تھیں چنانچہ مصریوں نے کہا کہ آؤ اسرائیلیوں کے منہ پر سے بھاگ جاویں کیونکہ خداوند ان کے لئے مصریوں سے جنگ کرتا ہے۔

اور خداوند نے موسیٰؑ سے کہا کہ اپنا ہاتھ دریا پر بڑھا تا کہ پانی مصریوں اور ان کی گاڑیوں اور ان کے سواروں پر پھر آوے۔ اور موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ دریا پر بڑھایا اور دریا صبح ہوتے اپنی قوت اصلی پر لوٹا اور مصری اس کے آگے بھاگے۔ اور خداوند نے مصریوں کو دریا میں ہلاک کیا۔ اور پانی پھرا۔ اور گاڑیوں اور سواروں اور فرعون

کے سب لشکر کو جواُن کے پیچھے دریا کے بیچ آئے تھے چھپا لیا۔ اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوٹا۔ پھر بنی اسرائیلی خشک زمین پر دریا کے بیچ چلے گئے۔ اور پانی کی اُنکے داہنے اور بائیں دیوار تھی۔ سو خداوند نے اُس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے یوں بچایا۔ اور اسرائیلیوں نے مصریوں کی لاشیں دریا کے کنارے پر دیکھیں۔ اور اسرائیلیوں نے بڑی قدرت جو خداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دیکھی اور لوگ خداوند سے ڈرے۔ تب خداوند پر اور اس کے بندے موسیٰ پر ایمان لائے۔

طوائف الملوکی

اس دہشت ناک واقعہ کے بعد ملک مصر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور ہر ایک صوبہ کا ایک ایک حکمران بادشاہ بن گیا۔ کوئی مرکزی طاقت نہ رہی۔ اور کوئی بڑا بادشاہ نہ رہا جسکی دوسرے تابعداری کریں۔ یہ حالت دیکھکر ایک شامی حکمران نے جسکا نام آپیو تھا مصر پر حملہ کر دیا۔ اور ایک ایک مصری حکمران کو مغلوب کرتا ہوا تمام مصر پر قابض ہو گیا۔ اسپر مصریوں میں پھر حب الوطنی کا جوش پیدا ہوا۔ اور ایک شہزادے نے جس کا نام سیت نخت تھا آزادی کا علم بلند کیا۔ مصری اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور سیت نخت نے زور بازو سے آپیو کو پسپا کیا

شکستیں دیکر مصر کا تخت حاصل کر لیا۔ اور اب پھر تمام مصر
ایک دیسی بادشاہ کی ماتحتی میں آگیا۔ سیت نخت نے مصر
میں تو امن قایم کر دیا۔ مگر مصر کی سرحدوں پر بے امنی بدستور
رہی۔ شرقی حد پر تو شام کے بدو خلل انداز تھے۔ اور شمال
مغربی حد پر صحرائے لیبیا کی اقوام شور ڈال رہی تھیں۔
سیت نخت کے بیٹے رعمیس سوم نے پہلے تو شامی بدؤں
کو مار کر پیچھے ہٹایا۔ اور پھر اقوام لیبیا پر اچانک حملہ کر کے
ان کے بیشمار آدمی بیرحمی سے قتل کیئے۔ اور کئی ہزار لشکر گرفتار
کر کے ان کو گرم لوہے سے داغدار کیا۔ اور پھر جہازوں پہ
خدمت کے لئے ان کو متعین کر دیا۔ عورتوں اور بچوں
کو گھروں کی غلامی سپرد کی گئی۔ اور مالی مویشی مندروں
میں دیوتاؤں کی نذر کر دئے گئے۔ اور ان کے سرداروں
کو قیدخانہ کی تاریک کوٹھریوں میں قید کر دیا گیا۔
رعمیس سوم فرعون مصر نے ان اطراف سے فراغت حاصل
کی تھی کہ اس کو اطلاع ملی کہ ایشیائے کوچک کی اقوام
خشکی اور تری کے راستہ مصر پر حملہ کرنے آرہی ہیں۔ اس پر
فرعون نے پہلے تو کثیر فوج جمع کر کے مصر کی شرقی سرحد پر
دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور ان کو شکست فاش دی۔ پھر
دشمن کی بحری فوج کو جو بحیرہ روم سے دریائے نیل میں
آگئی تھی۔ آگے بڑھنے سے روک لیا۔ اور بحری لڑائی
میں بھی دشمن پر غلبہ حاصل کیا۔ جہانتک تاریخ کا پتہ چلتا ہے

دُنیا میں یہ پہلی بحری لڑائی تھی۔ جس میں فریقین کی فوجیں جہازوں مین سوار تھیں۔

فرعون مصر کو اس فتح کے بعد بدلہ لینے کا جوش آیا۔ اور اُس نے بھی ایک بیڑہ جہاز تیار کر کے اور کثیر بری فوج ہمراہ لیکر فلسطین اور شام پر خشکی اور تری دونوں طرف سے چڑھائی کر دی۔ ادر کوہ لبنان میں قتل عام کرتا ہوا حلب تک جا پہنچا۔ اور از سر نو شمالی شام کو مصر کا زیر نگیں بنا لیا۔

کاہن بادشاہ

مصر میں ابتداء سے کاہنوں کا بڑا زور تھا۔ یہ دیوتاؤں کے مندروں میں اعلےٰ پجاری ہوتے تھے۔ مندروں کے متعلق بڑی جائیداد ہوتی تھی۔ علاوہ اس کے بادشاہ۔ امراء اور رعایا قیمتی نذرانے ان کے پیش کش کرتے رہتے تھے۔ یہ تمام جائیداد وغیرہ پجاریوں کے قبضہ میں رہتی تھی۔ اور جس طرح چاہتے اسکو خرچ کرتے تھے۔

مصر کا بادشاہ بھی پجاریوں کے رعب کو مانتا تھا۔ گو وہ خود خدا کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ مگر پھر بھی وہ پجاریوں کی اس لئے تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ کہ پجاری کسی بڑے خدا کو بادشاہ کے خلاف نہ کر دیں۔ اس لئے بادشاہ کو سردار کاہنوں کی ہر ایک بات ماننی پڑتی تھی۔ ان کاہنوں میں سے تین بڑے سردار کاہن مانے جاتے تھے۔ یعنی ایک تو ممفس کے

مندر کا کاہن- دوسرا تھیبس کے مندر کا- تیسرا ہیلی اپولس کے مندر کا- ان تینوں میں سے دار الخلافہ کا کاہن زیادہ مقتدر سمجھا جاتا تھا- یعنے اگر بادشاہ وقت کی سکونت ممفس میں ہوتی تھی- تو ممفس کا سردار کاہن زیادہ بارسوخ ہوتا تھا اور اگر بادشاہ کی سکونت تھیبس میں ہوتی تھی تو تھیبس کا سردار کاہن زیادہ ممتاز سمجھا جاتا تھا-

قریباً ۱۱۰۰ قبل مسیح میں تھیبس کا سردار کاہن ہرہور تھا- اس نے فرعون وقت کے مزاج پر اسقدر غلبہ پایا ہوا تھا کہ اس نے کئی ایک محکموں کی افسری اپنے ہاتھ میں لے لی اور آخر فرعون کی وفات پر خود تخت پر جلوہ افروز ہوا- کسی نے اس کی مخالفت نہ کی- پہلے تو اس نے دینی اور دنیاوی حکومتیں دونوں اپنے ہاتھ میں رکھیں- مگر پھر اپنے بڑے بیٹے کو سردار کاہن بنا دیا- اور آپ فوج لیکر شام پر دھاوا کر دیا- وہاں سے لوٹ مار کر کے پھر مصر میں آگیا- اس کی وفات کے بعد اس کا پوتا جسکا نام بنطیم تھا تخت نشین ہوا- اسوقت سابقہ فرعون کے وارثوں نے تخت کے بارہ میں اس کے ساتھ تنازعہ کیا- مگر بنطیم نے ان کی کچھ پیش نہ جانے دی- اور شاہی خاندان کے ساتھ نسبت قایم کرنے کے لئے اس نے ایک شاہزادی کے ساتھ شادی کر لی- شہر تھینس کو جو ڈلٹا کے شمالی مشرقی حد کے قریب واقعہ ہے اپنا دار الخلافہ مقرر کیا-

یہ خاندان قریباً سوا سو سال تک مصر پہ حکمران رہا - اور ان بادشاہوں کے عہد میں مصر میں ہر طرح کا امن رہا - کوئی بیرونی جنگ درپیش نہ آئی - نہ تو سوائے ہر ہور کے کسی اور بادشاہ نے کسی غیر ملک پر چڑھائی کی - اور نہ کسی بیرونی قوم نے مصر پہ حملہ کیا - لیکن اس خاندان کے وقت شام میں ایک اور طاقتور سلطنت کی بنیاد پڑی - اس سلطنت کا بانی حضرت داؤد علیہ السلام تھا - جس نے اسیریا کی فوجوں کو شکست دیکر دریائے فرات سے لیکر وادئے عریش یعنے مصر کی شرقی سرحد کی تمام درمیانی اقوام کو اپنے ماتحت کر لیا -

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد اس کا بیٹا حضرت سلیمان علیہ السلام تخت نشین ہوا - حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت یہ نئی سلطنت اور بھی پُر شوکت ہو گئی - اور اونکی دانائی اور عقلمندی سے تمام ملحقہ ممالک کے ساتھ اسکا رابطہ اتحاد پیدا ہو گیا - تجارتی تعلقات باہم قائم کئے گئے اور سوداگر کھلے بندوں ایک دوسرے ملک میں آنے جانے لگے -

حضرت سلیمان نے فرعون مصر کی بیٹی کے ساتھ شادی بھی کی - اور دیگر اقوام کے سرداروں کی بیٹیاں بھی اپنے حرم میں داخل کیں - چنانچہ بیان کیا جاتا ہے - کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیبیاں - اور تین سو کنیزکیں تھیں -

حضرت سلیمان ؑ نے یروشلم میں ایک عالیشان ہیکل کھڑی

کی۔ توریت کا بیان ہے کہ یہ خدا کا گھر تعمیر کرنے کے لئے حضرت سلیمان ؑ نے صور (فنشیا کا دارالخلافہ) سے کاریگر منگائے۔ مگر مورخوں نے بیان کیا ہے کہ یروشلم کی ہیکل بنانے کے لئے مصر سے بھی کاریگر منگائے گئے تھے۔ بلکہ یہ عالیشان عمارت زیادہ تر مصری نمونہ عمارت کے مطابق بنائی گئی تھی۔ اور مصری انجنیئروں نے اس کا نقشہ تجویز کیا تھا۔ حضرت سلیمان ؑ نے اپنی رہائش کے لئے بھی ایک عالیشان محل بنایا۔ غرض اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے وقت مصر کے تعلقات فلسطین اور شام کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تھے۔ توریت کی کتاب اسلاطین کے باب ۴۔ آیت ۲۱ میں لکھا ہے۔ کہ سلیمان ؑ ساری مملکتوں پر سلطنت کرتا تھا۔ نہر فرات سے لیکر فلسطیون کی زمین تک اور مصر کی سرحد تک وے ہدیے دیتے تھے۔ اور سلیمان ؑ کی زندگی کے سب دن اسکی خدمت گذاری کرتے تھے" +

بائیسواں خاندان

اکیسویں خاندان یعنے کاہن بادشاہوں کے آخری بادشاہ کے عہد میں ایک بڑا اہلکار سیسک تھا۔ جس نے آخری کاہن بادشاہ کے بعد بآسانی تخت پر قبضہ کر لیا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سیسک اسیری تھا یا بابلی تھا۔ لیکن اسوقت

بابل کی سلطنت اتنی طاقتور نہ ہوئی تھی کہ مصر پر یورش کر سکے۔ اور اسیریا کی سلطنت گیارہویں صدی قبل مسیحؑ کے وقت کمزور ہو گئی تھی۔ گو نویں صدی میں پھر زور آور ہو گئی۔ اور ماسوائے اس کے اسیریا اور مصر کے درمیان حضرت سلیمانؑ کی طاقتور سلطنت قایم ہو چکی تھی۔ جس کو مصر پہونچنے سے پہلے فتح کرنا ضروری تھا۔ ممکن ہے کہ سیسک اجنبی نسل کا ہو۔ مگر اس کا خاندان اس قدر عرصہ دراز سے مصر میں آباد تھا۔ کہ سیسک کو اجنبی بادشاہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

سیسک کے تخت نشین ہونے پر مصر کے تعلقات سلیمانی سلطنت کے ساتھ دوستانہ نہ رہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ ایک شخص یربعام بڑا اہلکار تھا جس کے دل میں بادشاہ بننے کی ہوس تھی۔ حضرت سلیمانؑ کو اس کا راز معلوم ہو گیا اور یربعام بھاگ کر مصر کے فرعون کے پاس چلا گیا۔ سیسک نے یربعام کو بڑی عزت کے ساتھ رکھا۔ اور اس کا اقتدار بڑھایا۔ جب حضرت سلیمان وفات پا گئے اور ان کی جگہ ان کا بیٹا رحبعام یہودیہ کا بادشاہ ہوا تو یربعام نے سیسک کو کہا کہ اگر تم مجھے مدد دو تو یہودیہ کی سلطنت تمہارے زیر نگیں ہو سکتی ہے۔ سیسک نے کہا کہ یک دم فوج کشی مفید نہ ہوگی۔ کیونکہ اس طرح بنی اسرائیلی ایک غیر قوم کو حملہ آور دیکھکر متحد ہو جائینگے

اور جان توڑ مقابلہ کرینگے۔ بہتر ہوکر پہلے تم جاؤ۔ اور اسرائیلی اقوام کو اپنے ساتھ ملاکر بادشاہ سے برگشتہ کردو پھر میں فوج لیکر چڑھ دوڑونگا۔ بربہام نے ایسا ہی کیا اور یہوریہ کے بادشاہ رجعام نے سرحدی شہر شوکو۔ عدولام افرلقیہ۔ حیات۔ زلیفہ۔ تقوع۔ بیت صور اور حبرون وغیرہ کو اچھی طرح محفوظ کر رکھا تھا۔ مگر بربہام نے بڑی آسانی سے چند بنی اسرائیلی اقوام کو بادشاہ رجعام سے برگشتہ کرلیا۔ اور سیسک کو اطلاع بھیجدی۔ سیسک خبر پاتے ہی بارہ ہزار گاڑیاں (رتھ) ساٹھ ہزار سوار اور بیشمار پیدل فوج لیکر چڑھ دوڑا۔ گو رجعام نے سرحد پر قلعے محفوظ کئے ہوئے تھے۔ مگر سیسک کی ٹڈی دل فوج کے آگے وہ ٹھیر نہ سکے۔ کوئی بڑا معرکہ نہ ہوا۔ اور سیسک اُن کو باسانی فتح کرکے اپنا راستہ صاف کرتا ہوا یروشلم تک آپہنچا۔ رجعام یروشلم میں محصور ہوگیا۔ مگر آخر اس سے امان مانگی۔ سیسک نے اس کو امان دی۔ اور شہر میں داخل ہوکر سلیمانی ہیکل کی قیمتی چیزیں جو سونے اور جواہرات کی تھیں لوٹ لیں۔ اور سلیمانی محل میں بھی کوئی قیمتی چیز نہ چھوڑی۔ مگر رجعام اور باشندوں کو کچھ نہ کہا۔ اور رجعام کو یہوریہ کا بادشاہ بدستور مقرر کردیا۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ رجعام اپنے آپ کو مصری فرعون کا خدمتگار سمجھے اور اسکو خراج بھیجتا رہے۔

یہ خاندان مصر میں قریباً دو صدی تک حکمران رہا۔ مگر ایشیائی علاقہ (یہودیہ اور شام کی سلطنت) جو سیسک نے فتح کیا صرف تیس سال تک مصر کے زیر نگین رہا۔ اس کے بعد رجعام کے پوتے اسا نے بنی اسرائیل کو جنگی مشق کرا کر آزادی کا علم بلند کیا۔ فرعون وقت نے یہ خبر پاتے ہی مصر، لیبیا اور نوبیہ سے دس لاکھ فوج جمع کی اور اس پر ایک کوشی (حبشی) جرنیل کو جسکا نام زارح تھا نامور کر کے بھیجا۔ آسا بھی قریباً پانچ لاکھ فوج لیکر آگے بڑھا۔ فلسطین کے جنوب میں مقام مریسہ کے میدان میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ یہودی اس قدر جوش میں تھے۔ کہ انہوں نے مصری فوج کے چھکے چھڑا دئے۔ اور مصریوں کو شکست فاش دی۔ مصری سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے مگر یہودیوں نے بقول توریت "جرار تک انکو رگیدا اور کوشیوں (حبشی اور مصری) کا لشکر مارا پڑا اور بہتیا نہ بچا"۔ اس شکست سے مصر کو ایسا اچھا سبق ملا کہ پھر تین سو سال تک مصر کے کسی فرعون کو ایشیائی فتوحات کا خواب خیال تک نہ آیا۔ اور مصری حدود کے اندر ہی محدود رہے۔

حبشی بادشاہ

سیسک کے خاندان کے آخری بادشاہ کے وقت ملک مصر پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور وہاں طوائف الملوکی کا

پھر دور دورہ شروع ہو گیا۔ اکیسویں خاندان یعنے کاہن بادشاہوں کو جب مصر میں زوال آیا۔ اور بائیسویں خاندان (سیسک) نے اُن سے حکومت چھین لی۔ تو اس خاندان کے افراد نوبیہ میں چلے گئے۔ نوبیہ کے بادشاہ نے اُن کو بڑی خاطر و مدارات سے رکھا۔ بتدریج اُن کا رسوخ بڑھتا گیا۔ اور آخر انہیں سے ایک شاہزادے نے جسکا نام پیانکھی بیان کیا جاتا ہے نوبیہ کی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اور نوبیہ کے دار الخلافہ نفتہ میں حکومت شروع کر دی۔ نوبیہ بھی اُس وقت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ مگر پیانکھی نے تمام ریاستوں کو اپنے زیر نگیں ملحق کر لیا۔ پھر اس نے مصر کی طرف نظر دوڑائی۔ اور وہاں کا نقشہ بگڑا دیکھکر مصر کے تمام خود مختار حکمرانوں کو یکے بعد دیگرے مغلوب کر کے اپنے ماتحت کر لیا۔ اور اس طرح قبل مسیح سے ساتویں اور آٹھویں صدی کے درمیان نوبیہ اور مصر کا بادشاہ بن گیا مصری شاہزادوں نے ایک دو مرتبہ بغاوتیں بھی کیں۔ مگر پیانکھی نے پھر اُن کو زیر کر لیا۔ اور ایک وسیع سلطنت کی بنیاد ڈالدی۔ مگر یہ سلطنت چندروزہ رہی۔ پیانکھی کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اور اسکی وفات پر نوبیہ کے سرداروں نے ایک سردار کو جسکا نام قسطہ تھا بادشاہ بنا لیا۔ مگر یہ بڑا اُمکیا بادشاہ تھا۔ اور اس وقت مصر میں پھر بغاوت کا علم بلند ہوا۔ ایک مصری شاہزادے نے مصر کو نوبیہ

کی حکومت سے آزاد کرلیا - اور آپ مصر کا فرعون بن بیٹھا - مگر چھ سال بعد قسطہ کے بیٹے شبک نے پھر مصر پر چڑھائی کی - اور مصر کو فتح کرکے فرعون مصر کو زندہ جلا ڈالا -

اسیریا سے جنگ

اسوقت اسیریا کی سلطنت پھر بڑی زبردست ہو گئی - اور شاہ اسیریا نے سلیمانی سلطنت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر شام پر اپنا تسلط جمالیا - اور یہودیہ کی بادشاہت پر بھی چڑھائی کردی - صرف سمرون کی بادشاہت جہاں ہوسیع حکمران تھا باقی رہگئی تھی - اسیریا کے بادشاہ نے جس کا نام سلنیسر چہارم تھا سمرون پر چڑھائی کی - ہوسیع نے حبشی بادشاہ مصر (شبک) سے امداد کی التجا کی - شبک نے امداد کا وعدہ کیا - مگر جلدی امداد کو نہ پہنچا - شاہ اسیریا نے سمرون کا محاصرہ کرلیا - ہوسیع اور اسکی فوج نے تین سال تک برابر مقابلہ کیا - اور قلعہ فتح ہونے نہ دیا - اس عرصہ میں وہ برابر مصری فرعون کو امداد کیلئے بُلاتا رہا - مگر کوئی اسکی امداد کو نہ پہنچا - آخر اسیری بادشاہ نے ۷۲۱ قبل مسیح میں سمرون کو فتح کرلیا - اور شہر کو تاخت و تاراج کرکے کئی ہزار باشندے گرفتار کرلئے جنکو وہ اپنے ہمراہ نینوہ میں لیگیا - اور یہودیہ کے شہروں میں اپنی اقوام کی

بستیاں آباد کر دیں۔

سلمنیسر اس فتح کے بعد مرگیا۔ اور اس کی بجائے سرجون ۷۲۲ قبل مسیح میں تخت نشین ہوا۔ سرجون اسیری بادشاہوں میں بڑا طاقتور اور نامور گذرا ہے۔ اس نے جرار فوج لیکر فلسطین پر دھاوا کر دیا۔ کیونکہ یہی ایک ٹکڑا مصر اور اسیریا کی سلطنت کے درمیان حائل رہ گیا تھا۔ اس کے بعد مصر پر چڑھائی کرنے کے لئے اس کا راستہ صاف تھا۔ فلسطین کے بادشاہ حنون نے فرعون مصر کو امداد کے لئے بلایا۔ اس مرتبہ شبک (فرعون) کثیر فوج لیکر حنون کی امداد کو پہنچا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر اسیری طاقت کو یہاں نہ روکا گیا تو مصر پر دھاوا کرنے کے سلئے اسکو روک نہ رہیگی۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ رافیہ کے میدان میں ہوا۔ ایک طرف خود سرجون کمانڈر انچیف تھا۔ اور بالمقابل حنون اور شبک تھے۔ ایک عرصہ تک خونخوار لڑائی ہوتی رہی۔ مگر انجام کار مصری فوج نے شکست کھائی اور اسیری فوج غالب آئی۔ حنون گرفتار ہو گیا۔ مگر شبک جان بچا کر بھاگ گیا۔ اور ۷۱۲ قبل مسیح میں مرگیا۔

۷۱۱ میں سرجون نے مصر پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا۔ مگر فرعون مصر نے سفارت بھیجکر معذرت طلب کی۔ اور سرجون نے ارادہ ترک کر دیا۔

چھ سال بعد وہ بھی مرگیا اور اوس کی جگہ اس کا بیٹا سنکریب تخت پر بیٹھا۔ اس کے تخت پہ بیٹھتے ہی فلسطین میں بغاوت

کا جوش اُٹھا۔ اور تمام بادشاہ جو اسیریا کے ماتحت تھے اس سے پھر گئے۔ حزقیاہ یہودیہ کا بادشاہ ان سب کا سرغنہ تھا۔ فرعون مصر کو امداد کے لئے بُلایا گیا۔ اسپر شاہ اسیریا ۷۰۱ قبل مسیح میں خود بغاوت فرد کرنے آیا۔ اور اہل فنشیا اور فلسطین کی سرکوبی کر کے مواب۔ اورم۔ عسقلان اور جافہ وغیرہ کو فتح کر لیا۔ لیکن اسوقت مصری فوج وہاں پہنچ گئی۔ شاہ اسیریا نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ اور پھر مصری فوج کو فاش شکست دی۔

سنکریب اس طرف سے فراغت حاصل کر کے مصر پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ بقول یسعیاہ نبی خدا کا فرشتہ آسمان سے اُترا۔ اور ایک رات میں شاہ اسیریا کی فوج میں سے ایک لاکھ پچاس ہزار آدمی مار ڈالے۔ باقی جب صبح کو اُٹھے تو انہوں نے اپنے چار طرف لاشوں کے ڈھیر پائے اسپر یہودی تو الگ خوش ہوئے کہ خدا نے ان کی مدد کی اور مصری الگ ناز کرنے لگے کہ مصری دیوتاؤں نے دشمن کو ہلاک کیا۔ شاہ اسیریا اس دہشت ناک واقعہ کے بعد نینوہ میں چلا گیا۔ اور جب تک وہ زندہ رہا اس نے یہودی بادشاہت کی آزادی میں مطلق خلل نہ ڈالا لیکن اس کے بیٹے نے ۶۷۲ء میں پھر یہودیہ اور فلسطین کو مغلوب کر لیا۔ اور اس کے بعد مصر پر چڑھائی کی۔ فرعون مصر بڑی فوج لیکر نکلا۔ اور تیسری مرتبہ پھر ایشیا اور

افریقہ کی خونریز لڑائی ہوئی - مگر اس مرتبہ بھی ایشیائی
فوج غالب آئی - اور شاہ اسیریا نے مصر پر غلبہ پا کر
اس کو بیس صوبوں میں تقسیم کر دیا - ہر ایک صوبہ پر
ایک گورنر مقرر کیا - اور ایک ایک دستہ فوج وہاں
متعین کر دیا - اور مصری مندروں کا تمام قیمتی سامان جو
ہزارہا سال سے جمع ہوتا رہا تھا لوٹ کر اپنے دار الخلافہ میں
واپس آگیا - لیکن تین چار سال کے بعد مصر میں پھر بغاوت
کا علم بلند ہوا - اور ٦٦٦ء میں شاہ اسیریا نے دوبارہ مصر کو فتح کیا
٦٥٥ء میں مصر پھر آزاد ہو گیا - اور اسیریا کا جوا گردن سے
اتار دیا - اسیریا کا بادشاہ اب مصر پر چڑھائی نہیں کر سکتا
تھا - کیونکہ ٦٥٢ء میں شاہ بابل نے عیلام والوں سے مل کر شاہ
اسیریا سے بغاوت کی - اور شاہ اسیریا کو اس مصروفیت کے
باعث مصر پر فوج کشی کرنے کی فرصت نہ ملی - فرعون مصر
نے اپنی حفاظت کے خیال سے شاہ لیڈیا واقعہ ایشیائے کوچک
کے ساتھ دوستانہ اتحاد قایم کر لیا - اور شاہ لیڈیا نے اپنی
فوج کا ایک یونانی دستہ فرعون مصر کی امداد کے لئے مصر
میں بھیجدیا - اس اجنبی فوج کی امداد سے فرعون نے مصر
میں اپنا تسلط بخوبی قایم کر لیا - اور جو شاہزادے اس کے
خلاف اٹھے - انکی خوب گوشمالی کر دی - مگر اس کا نتیجہ یہ
ہوا کہ یونانیوں کا رسوخ مصر میں بہت بڑھ گیا - اور بحری
حصہ میں یونانیوں کی آبادیاں قایم ہو گئیں - ہر دو

ممالک میں تجارتی تعلقات قایم ہو گئے۔ اور سوداگر ایک طرف سے دوسری طرف جانے لگے۔ اس سے پہلے مصریوں کو اجنبی لوگوں سے اس قدر نفرت تھی کہ وہ غیر ملک کا برتن بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ مگر اب وہ نفرت جاتی رہی اور یونان کی شراب کا مصر میں بکثرت استعمال ہونے لگا۔ یونانی حرفت وصنعت کی چیزیں بھی مصر میں قدر پانے لگیں اور ان کے معاوضہ میں مصر سے غلہ۔ کپڑا اور کاغذ یونانی بستیوں واقعہ ایشیا کوچک میں جانے لگا۔ اس طرح مصر میں بتدریج یونانی تہذیب پھیلتی گئی۔

بابل سے لڑائی

اس عرصہ میں بابل کی سلطنت اسیریا پر غالب آگئی۔ اور اسیریا کی سلطنت برباد ہو گئی۔ فرعون مصر اب آزادی کا دم بھرنے لگے۔ بری فوج تو یونانی موجود تھی۔ مگر فرعون مصر نے جس کا نام نکوہ تھا بحری فوج بھی طاقتور بنانے کا ارادہ کیا۔ اس نے دو بیڑہ بنائے۔ ایک بحیرہ روم کے لئے اور دوسرا بحیرہ قلزم کے لئے۔ ان دونوں بیڑوں کو ضرورت کے وقت ملحق کرنے کی غرض سے اس نے دریائے نیل سے ایک نہر بحیرہ قلزم تک کھولنے کا ارادہ کیا۔ شاہان سابقہ نے بھی یہ نہر کھودی تھی۔ مگر امتداد زمانہ سے وہ پھر بھر گئی تھی۔ نکوہ نے کئی لاکھ آدمی اس کام پر لگا دئے۔ مگر

مزدوروں میں وبا پھیل گئی۔ جس میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور مر گئے۔ اسپر نکوہ نے نہر کا ارادہ ترک کر دیا اور خشکی کے راستہ یونانی فوج لیکر شام پر چڑہائی کر دی۔ فلسطین اور شام کو فتح کر کے جب وہ ۶۰۵ قبل مسیح میں فرات کے کنارے کرکمیس کے میدان میں پہنچا تو شاہ بابل نیوکدنفر کثیر فوج لیکر اس کے مقابل آیا۔ لڑائی سخت خونریز ہوئی۔ مگر مصریوں نے یہاں شکست فاش کہائی۔ اس کا نظارہ "یرمیاہ" نبی کی کتاب ۴۶ باب میں یوں کھینچا گیا ہے :-

"خداوند کا کلام جو یرمیاہ نبی کو غیر قوموں کی بابت پہنچا یعنے مصر کی بابت مصر کے بادشاہ فرعون نکوہ کی فوج کی بابت جو دریائے فرات کے کنارے کرکمیس میں تہی جسکو بابل کے بادشاہ نبوکدنفر نے یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم بن یوسیاہ کے چوتھے برس میں شکست دی تہی۔ سپر اور ڈہال کو طیار کرو۔ اور لڑائی پہ چلے آؤ۔ گھوڑوں کو جوتو۔ گھوڑوں پر سوار ہو۔ اور خود سر پہ رکھکے نکلو۔ نیزوں کو جلا دو بکتروں کو پہنو۔ کیا سبب ہے کہ میں انہیں گھبرائے ہوئے دیکھتا ہوں۔ وے پلٹ گئے ہیں۔ ان کے بہادروں نے شکست کہائی۔ وے ایک بارگی بہاگ جاتے۔ اور پیچہے پہر کے نہیں دیکہتے کہ چاروں طرف ڈر ہے۔ خداوند کہتا ہے۔ سبکپا نہ بہاگنے پاویگا۔ نہ بہادر نکل بچے گا۔ وے

ٹھوکر کھائیں گے۔ اور اُتر کر دریائے فرات کے کنارے
گریں گے۔ یہ کون ہے جو دریا کی مانند بڑھتا آتا ہے
جس کے پانی سیلابوں کی مانند اچھلتے ہیں۔ مصر دریا
کی طرح اُٹھتا ہے۔ اور اُس کے پانی باڑھ کی
مانند اُچھلتے ہیں۔ اور وہ کہتا ہے میں چڑھوں گا۔
اور زمین کو چھپاؤں گا۔ میں شہروں کو اور اُن کے
باشندوں کو نیست کروں گا۔ گھوڑوں پر چڑھو۔ اور
رتھیں کھڑکتی جاویں۔ اور بہادر نکلیں۔ کوش اور فوط
جو سپر لئے پھرتے اور لودی جو کمان کشی میں ماہر ہیں
کیونکہ یہ خداوند رب الافواج کا دن ہے۔ اور انتقام
کا دن تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے۔ اور تلوار
کھا جائیگی۔ اور سیر ہوگی۔ اور اُن کا لہو پی کے مست
ہوگی۔ کیونکہ خداوند رب الافواج کے لئے اُتر کی سرزمین
میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہے۔ اے
مصر کی کنواری بیٹی جلعاد کو چڑھ جا۔ اور بلسان لے
تو بے فائدہ بہت دوائیں استعمال کرتی ہے۔ تو
چنگی نہ ہوگی۔ قوموں نے تیری رسوائی کا حال سنا۔
اور تیرے نالہ سے زمین بھر گئی۔ کیونکہ بہادر نے بہادر
پر ٹھوکر کھائی۔ وے دونوں ایک ساتھ گر گئے"۔ نکوہ
فرعون مصر یہ خطرناک شکست کھا کر ایسا بھاگا۔ کہ
اُس نے مصر میں جا کر دم لیا۔ بنوکد نضر اس کا ضرو

تعاقب کرتا۔ مگر اس کو ابھی اپنی سلطنت ہمسایہ اقوام کے ہاتھ سے بچانے کی ضرورت تھی۔

۵۹۰ قبل مسیح فرعون مصر نے پھر یہودیہ کے بادشاہ کو ورغلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس پر بنوکد نفر کثیر فوج لے کر یروشلم پر چڑھ آیا۔ فرعون مصر بھی فوج لیکر اپنے ہمسایہ کی امداد کو پہونچا۔ مگر اس نے شکست کھائی۔ اور یہودیہ کا بادشاہ یروشلم میں محصور ہوگیا۔ بنوکد نفر نے یروشلم کا سختی سے مقابلہ کیا۔ اور ۵۸۶ قبل مسیح میں یروشلم کو فتح کر کے شاہ یہودیہ کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اور سلیمانی ہیکل اور شہر یروشلم کو آگ لگا کر ہزار ہا یہودیوں کو گرفتار کر کے بابل میں لیگیا۔ اس طرح مصر اور بابل کی سلطنت کے درمیان کوئی بادشاہت حائل نہ رہی اور اس کا لازمی نتیجہ جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

۵۶۸ قبل مسیح میں بنوکد نفر نے مصر پر چڑھائی کی۔ اور مصری افواج کو بے دریغ قتل کر کے ۵۶۵ میں تمام مصر پر اپنا قبضہ کو لیا۔ اور مصر کی حالت ذلیل کر دی اس طرح حزقیل نبی کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔ کہ مصر کی مملکت ساری مملکتوں سے زیادہ حقیر ہوگی۔

ایرانی حملہ

۵۴۹ قبل مسیح میں کیخسرو شاہ فارس نے میڈیا (ہمدانی) کی سلطنت کو تباہ کرکے فارس میں طاقتور سلطنت قائم کی۔ اس پر بابل اور لیڈیا کی سلطنتوں کو بڑا اندیشہ ہوا۔ اور کیخسرو کو دبانے کی فکر کرنے لگے۔ مصر کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مگر کیخسرو نے بابل کی سلطنت کو بھی تباہ کیا۔ اور لیڈیا کے بادشاہ کرا سس کو بھی قید کرلیا۔ اور ایشیا کوچک شام جزیرہ عراق عربی وغیرہ پر اپنا تسلط کرلیا۔ اس کا ارادہ مصر پر فوج کشی کرنے کا تھا۔ مگر اسی وقت اس کو فارس کے شمال میں تورانیوں کے ساتھ معرکہ پیش آگیا۔ اور مصر اس کے ہاتھ سے بچ گیا۔

سنہ ۵۲۹ قبل مسیح میں کیخسرو کے بیٹے بہراسپ نے مصر پر حملہ کیا اور مصر کو تباہ و ویران کیا۔ مندروں کو لوٹا۔ مورتیں توڑ ڈالیں۔ اور مصریوں کے سانڈ خدا (ہاپی) کو عین جلوس کے وقت پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ بہراسپ کے ہاتھ سے مصریوں کو بڑی اذیت پہونچی مگر اس کے بیٹے دارائے گستاسپ نے ان کے ساتھ نرم سلوک کیا۔ اور اس طرح ان کو اپنا مطیع بنائے رکھا۔

جب ۴۹۰ سنہ قبل مسیح میں دارائے گستاسپ کو یونان میں شکست ملی۔ تو مصریوں نے ۴۸۷ سنہ قبل مسیح میں بغاوت برپا کر دی۔ اور ایرانی فوج کو جو ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب ممفس میں مقیم تھی۔ مغلوب کر کے قتل کروا ڈالا۔ مگر دارائے گستاسپ کے بیٹے نے دو ایک سال ہی از سر نو مصر کو فتح کر لیا۔ پھر چند سال تک مصری چپ چاپ رہے۔ مگر ۴۶۰ سنہ قبل مسیح میں انہوں نے پھر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اور اتھنز (یونان) کے بادشاہ سے مدد طلب کی۔ شاہ اتھنز نے چالیس ہزار سپاہی بھیجدیئے۔ مصریوں اور یونانیوں نے ایرانی فوج کو ممفس میں گھیر لیا۔ مگر مغلوب نہ کر سکے۔ اتنے میں شاہ ایران نے تین لاکھ فوج مصر میں بھیجدی۔ ممفس کے باہر میدان میں ایک خونریز لڑائی ہوئی۔ جس میں مصریوں اور یونانیوں نے شکست فاش کھائی۔ یونانی بھاگ کر اپنے جہازوں میں جو دریائے نیل میں تھے سوار ہو گئے مگر ایرانیوں نے اُن کو گھیر لیا۔ اور ان کو بیدریغ قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد مصری بدستور ایرانیوں کے مطیع بن گئے۔ اور ۴۵۵ سنہ سے لیکر ۴۰۶ تک بالکل چپ چاپ رہے۔ ۴۰۵ سنہ قبل مسیح کے شروع میں مصریوں نے تیسری مرتبہ پھر ایرانیوں کے خلاف

عَلم بغاوت اُٹھایا۔ اور اس مرتبہ وہ کامیاب ہوگئے ایرانی فوج کو مصر سے بدر کرکے اُنہوں نے ایک اپنا بادشاہ تختِ مصر پر بٹھا دیا۔ جس کا نام نفروث تھا۔

پھر سنہ ۳۴۳ قبل مسیح ء میں ایرانی بادشاہ نے ساڑھے تین لاکھ فوج کی جمعیّت سے مصر پر حملہ کیا۔ اور مصری بادشاہ اور اس کے یونانی معاونوں کو شکست دیکر از سرِ نو مصر میں ایرانی تسلط قائم کیا۔ اور مصری بادشاہوں کے خاندانوں کا آئندہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد مصر میں کوئی وطنی بادشاہ حکمران نہیں ہوا۔ اور حزقیل نبی کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی "خداوند یہوواہ یوں فرماتا ہے۔ کہ میں بتوں کو بھی نیست و نابود کروں گا۔ اور نوف میں سے مورتوں کو مٹا ڈالوں گا۔ اور آگے کو مصر کی سرزمین کا کوئی بادشاہ نہ ہوگا۔"

یونانی اور رومی

سنہ ۳۳۴ قبل مسیح ء میں سکندر اعظم یونانی نے جو مقدونیہ کا بادشاہ تھا۔ ایشیا کوچک پر حملہ کرکے۔ اور ایرانی فوج کو شکست دیکر ایشیا کوچک اور ساحل

فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر ۳۳۲ ق م میں مصر کو فتح کر کے دریائے نیل کے دہانہ پر ایک شہر آباد کیا جس کا نام اسکندریہ رکھا گیا۔ وہاں یونانی بستی آباد کی گئی۔ اور مصر کا دارالخلافہ اسکندریہ میں مقرر کیا گیا۔ تمام اعلیٰ فوجی اور مالی عہدے یونانیوں کے ہاتھ میں دیئے گئے۔ بری اور بحری فوج بھی یونانی رکھی گئی۔ مگر مصریوں کے مذہب میں اسکندر نے دخل نہ دیا۔ بلکہ ان کے مندروں اور خداؤں کی تعظیم و تکریم کی۔ مصری اس پر بڑے خوش ہو گئے اور امن کے ساتھ یونانی حکومت میں زندگی بسر کرنے لگے۔ جب سکندر مر گیا تو مصر کی حکومت اس کے نیم بھائی اور فوجی افسر بطلیموس کے ہاتھ آ گئی۔ بطلیموس نے سکندر کی لاش ایشیا کوچک سے لا کر اسکندریہ میں دفن کی۔

۳۲۲ قبل مسیح میں بطلیموس نے سیرنیکا (برقہ) کا علاقہ جو مصر کے شمال مغرب میں ہے۔ فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور بطلیموس کا خاندان قریباً تین صدی تک مصر میں حکمران رہا۔ اس کے بعد رومیوں نے ایشیا کوچک فلسطین پر قبضہ کر کے ۳۰ ق م قبل مسیح میں مصر کو بھی فتح کر لیا۔ اور یونانی بادشاہوں کا خاتمہ کر کے رومی حکمرانوں کا دور شروع

کیا۔

مگر رومیوں کے عہد میں مصر صرف ایک صوبہ کی صورت بنگیا۔ اس کی شاہی شوکت بالکل جاتی رہی۔ اور اسلامی فتوحات کے زمانہ یعنی ۶۳۹ء تک مصر بدستور رومیوں کے ماتحت رہا۔

چوتھی صدی عیسوی کے ابتدا میں رومی شاہ قسطنطین نے روما کو چھوڑ کر قسطنطنیہ کو دارالخلافہ بنا لیا۔ اور جب سنہ ۳۶۴ء میں رومی سلطنت شرقی اور غربی حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ تو مصر شرقی حصہ سلطنت رومی شاہان قسطنطنیہ کے زیر حکومت آگیا۔

عیسائی مذہب

یہ تو صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ مصر کے قبطیوں میں عیسائی مذہب کس تاریخ سے پھیلنا شروع ہوا۔ مگر اتنا ثابت ہوتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں رومی بادشاہوں اور گورنروں نے مصر کے قبطی عیسائیوں کو ستانا شروع کیا۔ مگر جب خود قسطنطین قیصر روم نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ تو اس نے عیسویت کو شاہی دین نامزد کر دیا۔ اور اسی وقت سے مصر اور دیگر رومی علاقوں میں عیسائی مذہب کی بڑی قدر و منزلت ہونے لگی۔

لیکن عیسویت میں بہت سے چرچ قائم ہوگئے جو ایک دوسرے سے مختلف عقائد رکھتے تھے۔ مصر میں بھی دو چرچ تھے۔ ایک کلیسائے اسکندریہ۔ اور دوسرا مصری۔ مصر کے قبطی زیادہ تر جیکو بائیٹ فرقہ کے تھے۔ اور ان دونوں چرچوں میں ہمیشہ مذہبی تنازعات اور مناقشات پیدا ہوتے رہتے تھے۔



نمبر ۱۴۱

فتح مصر

سنہ ۱۹ھ

جب سنہ ۱۸ھجری کے آخر میں شمالی شام میں اہل عرب کے خلاف شاہ ہرقل نے بغاوت بپا کرادی۔ اور قیساریہ کے راستہ مصر سے بکثرت رومی فوج بھیج دی۔ تو بغاوت فرو کرنے اور رومی فوج کو شکست دینے کے بعد ضروری سمجھا گیا۔ کہ قیساریہ کو بھی فتح کیا جائے۔ عمروؓ بن عاص نے خلیفہ ثانی کے حکم کے بموجب قیساریہ کو فتح کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے خلیفہ ثانی کی خدمت میں یہ عرضداشت بھیجدی کہ قیساریہ تو فتح ہوگیا ہے۔ لیکن جب تک مصر نہ فتح کیا جائے گا تب تک رومیوں کیطرف سے اہل عرب کو ہمیشہ اندیشہ رہے گا۔ کیونکہ ساحل فلسطین کے تمام بندرگاہوں کے ساتھ مصر کا راستہ کھلا پڑا ہے۔ اور خشکی کا راستہ بھی مصر کے لئے موجود ہے۔ گو خشکی کیطرف اگر مصر کیطرف سے حملہ ہو تو اہل عرب اس کی روک کر سکتے ہیں۔ مگر سمندر کی طرف سے کوئی روک نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ہمارے پاس جہاز نہیں ہیں۔ اور رومی جب چاہیں جہازوں میں فوج سوار کرکے فلسطین کے

کسی بندرگاہ پر فوج بآسانی اُتار سکتے ہیں۔ اس لئے
اہل عرب کی حفاظت کے لئے نہائیت ضروری ہے۔ کہ
مصر کو فتح کر لیا جائے۔ اور رومیوں کا خدشہ اس
طرف سے مٹا دیا جائے۔

مگر حضرت عمرؓ کی پالیسی جو نہائیت دور اندیشی پر
مبنی تھی۔ اور جس کی یورپین آجتک بڑی تعریف کرتے
ہیں۔ یہ تھی کہ زیادہ فتوحات نہ کیجائیں۔ بلکہ جس قدر علاقہ
اُن کے قبضہ میں آچکا ہے۔ اُس کو خوشحال کریں۔ اور
عرب سلطنت کی بنا مضبوط کر کے ماتحت اقوام میں عدل
اور انصاف قائم کریں۔ ان کی زرعی حالت میں ترقی
کریں۔ اور اُن کی حرفت و تجارت کو فروغ دیں۔ اور انکو
اسلامی ضوابط و قواعد سے مستفیض کر کے اہل عرب کے
ساتھ ان کو مانوس کریں۔ تاکہ اہل عرب کے ساتھ انکے
تعلقات محبانہ اور برادرانہ ہو جائیں۔ اس لئے اُنہوں نے
عمروؓ بن عاص کی درخواست کو نامنظور کیا اور کہا کہ زیادہ
فتوحات کرنے سے موجودہ فتوحات پر قناعت کرنا اچھا
ہے۔

عمروؓ بن عاص یہ جواب سُن کر خاموش ہوگیا۔ مگر جب
حضرت عمرؓ سنہ ۱۸ھ ہجری کے ابتدا میں طاعون کے وقت
اہل عرب کو تشفی دینے اور شام کا انتظام کرنے آئے۔
تو عمرو بن عاص نے جو ابو عبیدہؓ کی وفات کے بعد شام میں
اعلیٰ افسر تھا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پھر مصر پر

چڑھائی کرنے کا سوال پیش کر دیا۔ اور ایسی زبردست دلائل پیش کیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے آخرکار اس ضرورت کو تسلیم کر دیا۔ اور معاویہ بن ابوسفیان کو دمشق میں اعلیٰ افسر مقرر کر کے عمرو بن عاص کو مصر پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ مدینہ میں واپس تشریف لیگئے۔ چنانچہ عمرو بن عاص صرف چار ہزار جوان ہمراہ لیکر مصر کیطرف روانہ ہوا۔

یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے۔ کہ ملک مصر جس پر چڑھائی کرنے کے لئے کوئی حملہ آور دو لاکھ سے کم فوج نہ لیگیا تھا۔ بلکہ بعض حالتوں میں حملہ اور فوج کی تعداد تین ساڑھے تین لاکھ تک پہونچتی تھی۔ اس ملک کو فتح کرنے کے لئے صرف چار ہزار عرب روانہ ہوئے! حالانکہ مصر میں رومی فوجیں الگ متعین تھیں۔ اور مصری فوجیں الگ تھیں مگر ان مسلمانوں کا ایمان اور بھروسہ اپنے اللہ تعالےٰ پر دیکھو کہ نسبتاً ایک مٹھی بھر جماعت ایک طاقتور ملک پر حملہ کرنے نکلی ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ خداداد ہمت اور حوصلہ صرف اہل عرب کا ہی حصہ تھا۔ مثل مشہور ہے کہ گیدڑ کا شکار کرنے نکلو۔ تو شیر کا سامان ہمراہ لے لو۔ مگر یہاں اہل عرب شیر کے مقابلہ پر جاتے ہیں اور سامان گیدڑ کے شکار کے لئے بھی کافی نہیں۔ خود حضرت عمرؓ کو جو نہایت دور اندیش تھے اس قلیل جماعت کیطرف سے فکر دامنگیر ہوئی۔ اور مدینہ پہونچتے ہی انہوں نے ایک قاصد تیز رفتار اونٹ پر سوار کر عمرو بن عاص کیطرف روانہ

کیا اور یہ لکھ بھیجا۔ کہ اگر مصر کی سرزمین میں پہونچنے سے پہلے تم کو میرا خط مل جائے۔ تو اُسی جگہ سے واپس آجاؤ۔ لیکن اگر تم قاصد کے پہونچنے پر مصر کی سرزمین میں پہونچ گئے ہو تو پھر تن بہ تقدیر بڑھے جاؤ۔ اور توکل بہ خدا مصر میں جنگ شروع کردو۔ میں نے تم کو اللہ کے سپرد کیا۔ اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہے۔

عمرو بن عاص مع اپنے لشکر کے مقام عریش میں جہاں سے مصر کی حد سے شروع ہوتی ہے خیمہ زن تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کا قاصد خط لئے ہوئے پہونچا۔ عمرو بن عاص نے خط لیکر کھولا اور پڑھکر اپنے ہمراہیوں کو سنایا۔ اور کہا کہ اب ہم مصر کی حد میں پہونچ چکے ہیں۔ اور اب بموجب حکم امیر المومنین ہم کو تن بہ تقدیر و توکل بخدا آگے بڑھنا چاہئے۔ حاضرین نے بسر و چشم خلیفہ کے حکم کو منظور کیا اور بالاتفاق کہا کہ ہم اللہ کی راہ میں جانیں نثار کرنے کا تہیہ کر کے آئے ہیں۔ اور اس بات کا دل سے عہد کر چکے ہیں۔ اب ہم کو مُنہ نہیں موڑنا چاہئے۔ اور امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم اس کی حفاظت میں ہیں اور وہی ہمارا بھروسہ اور تکیہ ہے۔

عمرو بن عاص یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور اللہ کا نام لیکر لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب وہ پلوسیم (فرمہ) کے قریب پہنچے تو وہاں رومی فوج سے مقابلہ پیش آیا۔ جو سرحد کی حفاظت کے لئے وہاں متعین تھی۔ اہل عرب نے تین ہفتہ میں بہ

مقام کو فتح کیا۔ اور رومی فوج کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اس لڑائی کے مفصّل حالات تاریخوں میں نہیں ملتے۔ یہ مقام یعنی فرمہ مصر کی کنجی سمجھی جاتی تھی۔ اور اُس کو مصر کا دروازہ بھی کہتے تھے۔ اس لئے کہ جب کبھی مصر پر کوئی بیرونی حملہ ہوا۔ تو اس مقام پر پہلی لڑائی ہوئی۔ اور اس کو فتح کرنے کے بعد حملہ آوروں کو ممفس تک پہونچنے میں کوئی دقّت پیش نہیں آتی تھی۔ کیونکہ راستہ میں کوئی اور مضبوط قلعہ نہ تھا۔

عمرو بن عاص نے بھی فرمہ سے ممفس کا رُخ کیا۔ کیونکہ وادیٔ ڈیلٹا کیطرف بڑھنے میں بوجہ دریائے نیل کی متعدد شاخوں اور نہروں کے حائل ہونے کے اہل عرب کے لئے جن کے پاس پُل باندھنے کا سامان نہیں تھا۔ راستہ نہایت دشوار گذار تھا۔

نمبر ۱۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ یونانیوں کی فتح کے بعد مصر کا دارالخلافہ اسکندریہ مقرر ہو چکا تھا۔ جو خود سکندر اعظم نے دریائے نیل کے دہانہ پر آباد کیا تھا۔ اور رومیوں نے بھی اسکندریہ کو ہیڈ کوارٹر بنائے رکھا۔ اس لئے کہ اسکندریہ کا رستہ روما اور قسطنطنیہ کے ساتھ بالکل کھلا تھا۔ شاہ قسطنطنیہ کیطرف سے اسکندریہ میں ایک رومی گورنر رہتا تھا۔ جو تمام ملک پر حکمران تھا۔ لیکن رومی گورنمنٹ نے ٹیکس بآسانی وصول کرنے اور رعایا کو مطیع و منقاد بنائے رکھنے کی غرض سے قبطی سردار بھی مقرر کر رکھے تھے۔ انہی میں سے ایک سردار مقوقس تھا۔ جو اس وقت ممفس

میں سکونت پذیر تھا۔ اور قیصر کیطرف سے خراج جمع کرنے کا منتظم تھا۔ وہ بڑا مالدار آدمی تھا۔ اور شہزادوں کی طرح اوقات بسر کرتا تھا۔ اس نے قیصر کی نظروں میں مقبول ہونے کی خاطر مذہب عیسوی بھی اختیار کرلیا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے ہموطنوں کی طرح جیکو بائٹ فرقہ اور مصری کلیسیا کا پیرو تھا۔ اسکندریہ کے یونانی کلیسیا کی طرف سے قبطیوں کو ہمیشہ اذیت پہونچتی رہتی تھی۔ اور رومی حکام بھی ان پر نہایت سختی کرتے تھے۔ جو کچھ پیداوار ہوتی تھی۔ وہ روما اور قسطنطنیہ میں پہونچ جاتی تھی۔ اور محنت کرنے والے فاقہ کشی کی مصیبت اٹھاتے تھے۔ علاوہ اس کے رومیوں نے مصریوں پر گرانبار ٹیکس لگا رکھے تھے۔ اور رومیوں کے ہاتھ سے رعایا نہایت تنگ اور پریشان تھی۔ مقوقس بھی اپنی قوم کی ذلت اور تکالیف کو محسوس کرتا تھا۔ مگر بوجہ اپنی خود غرضی اور شاہی رعب کے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

یہ مقوقس وہی تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ہجری میں دعوت اسلام دی تھی۔ اور اس کی طرف ایک قاصد کے ہاتھ اپنا خط روانہ کیا تھا۔ جیسے کہ شاہ ایران (کسریٰ) شاہ قسطنطنیہ (قیصر) اور بنی غسان کے بادشاہ کو دعوتی خطوط ارسال کئے تھے۔ مقوقس نے قاصد کی بڑی خاطرداری کی اور آنحضرتؐ کا نامہ پڑھا۔ مقوقس نے اسلام تو قبول نہ کیا۔ مگر

آنحضرت صلعم کو بہت سے تحفے ارسال کئے۔ اور جواب بھی نہایت مودبانہ لکھا۔

جب عمرو بن عاص مع اپنے لشکر کے ہیلی پولس (عین شمس) کے قریب پہونچا۔ جہاں پہلے ایک بڑا مندر تھا اور اب گرجا بن گیا تھا۔ تو گرجے کے بشپ نے عمرو بن عاص کو مِلکر چار دِن کی مُہلت مانگی۔ تاکہ اس عرصہ میں اگر ممکن ہو تو اہل عرب سے صلح کر لیجائے مگر چار دن کے بعد رومی فوج میدان میں نکل کھڑی ہوئی۔ اور خونریز معرکہ ہُوا۔ انجام کار رومیوں کو شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کر ممفس میں جو وہاں سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ چلے گئے۔ عمرو بن عاص بھی کوچ کرکے ممفس کیطرف بڑھا۔ مگر رومی فوج قلعہ میں بند ہوگئی۔ اور اہل عرب نے قلعہ کے مقابل کمپ لگا دیا۔ ممفس مصر کا قدیمی شہر تھا۔ جیساکہ نمبر ۴ میں بیان ہو چکا ہے اس شہر کو مسیح سے پانچ ہزار اور بقول بعض چار ہزار سال پہلے مصر کے پہلے بادشاہ نے بنایا تھا۔ یونانی حملہ کے وقت تک یہ شہر مصر کا اول درجہ کا شہر تھا۔ مگر اسکندریہ آباد ہونے پر ممفس دوسرے درجہ پر سمجھا جانے لگا۔ اس شہر نے سینکڑوں حملہ آور دیکھے تھے۔ اور سینکڑوں ہی معرکے اس کو پیش آئے تھے۔ مگر ابھی تک اس کی فصیل بدستور تھی۔ قلعہ بدستور مضبوط اور محفوظ تھا۔ اور فصیل کے گرداگرد ایک بڑی خندق تھی۔ علاوہ اس کے مشر

طرف دریائے نیل کی حفاظت تھی۔
علاوہ قبطیوں کے رومی فوج کی بھی اس میں خاصی تعداد تھی۔ خندق میں لوہے کی کرچیں اور چھریاں کلہاڑیاں وغیرہ ڈال دی تھیں۔ تاکہ حملہ آور خندق کو عبور نہ کرسکیں عمرو بن عاص نے ممفس کا محاصرہ کرکے اس پر حملے شروع کردیئے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی
حضرت عمرؓ کے پاس جب اس کا قاصد عریش سے واپس ہوکر پہونچا اور اُس نے اہل عرب کے عزم بالجزم سے حضرت کو اطلاع دی۔ تو آپ نے فی الفور کمک کے لئے ایک فوج تیار کرکے بسرکردگی زبیر بن عوام کے روانہ کردی اس فوج میں علاوہ مشہور شجاع زبیر بن عوام کے عبادہ بن صامت۔ مقداد بن عمر اور مسلمہ بن محمدؓ بھی شامل تھے جو ایک ایک ہزار سوار کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ یہ فوج بقول بعض صرف چار ہزار تھی۔ اور بقول بعض دس ہزار تھی۔ لیکن آخری روائیت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہ کمکی فوج اس وقت پہونچی جبکہ عمرو بن عاص نے ممفس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ عمرو بن عاص نے پھر قلعہ پر کئی ایک حملے کئے۔ مگر ہر بار ناکامی ہوئی۔ اور ہر بار اُن کو پس پا ہونا پڑا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اہل عرب کے پاس قلعے توڑنے اور فصیلیں مسمار کرنے کے آلات نہیں تھے۔ وہ محاصرہ کے وقت صرف اتنا ہی کرسکتے تھے کہ اہل قلعہ کا بیرونجات سے تعلق قطع کردیں۔ اور قلعہ جرأت اور شجاعت

سے حملے کرتے رہیں۔ اس لیے جو قلعے زیادہ مضبوط ہوتے تھے۔ اُن کے محاصرہ میں بہت عرصہ لگ جاتا تھا۔ حمص میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ رومی فوج محاصرہ میں تنگ تو تھی۔ مگر چونکہ رسد کا سامان قلعہ کے اندر بہت تھا۔ اِس لئے وہ برابر مقابلہ پر اڑی رہی۔ اہل عرب بھی اُن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اور ہر روز کی ناکامی سے اُن کے عزم میں کچھ فرق نہ آیا۔

ایک دن رومی افسر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مشورہ کیا۔ کہ کس طرح اہل عرب کے ہاتھ سے اون کو نجات مل سکتی ہے۔ اس طرح کب تک ہم چوہوں کی طرح بل میں گھسے رہیں گے۔ کیوں نہ ہم میدان میں نکل کر اُن کا مقابلہ کریں۔ ماتحت سرداروں اور مقوقس نے اس کے جواب میں کہا کہ اہل عرب کا میدان میں مقابلہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ اب تک کسی میدان میں اُن کو شکست نہیں ملی۔ کسی تدبیر سے اُن پر غلبہ کیا جائے۔ تو ممکن ہے وہ مغلوب ہو جائیں۔ اور ایک وقت وہ مغلوب ہو گئے تو پھر وہ اس طرف آنے کی جرأت نہ کریں گے۔ رومی افسر نے پوچھا کہ وہ کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اہل عرب جمعہ کے دن سب کے سب نماز کے لئے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ اس وقت اگر اچانک ان پر حملہ کیا جائے۔ تو عجب نہیں کہ وہ مغلوب ہو جائیں۔

اِس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ اور رومی افسر نے

چار ہزار سواروں کا ایک دستہ مقرر کرکے جمعہ کی رات کو پچھلے پہر کے قریب قلعہ سے باہر نکالا۔ اور اُن کے افسر کو ہدایت کی۔ کہ وہ عربی کیمپ سے کچھ فاصلہ پر اپنے دستہ کو گھات میں بٹھادے۔ جب دوپہر کے بعد اہل عرب نماز میں مشغول ہوں تو اُس وقت اُن پر حملہ کردیں۔ اہل عرب چونکہ جانتے ہیں کہ ہم سب قلعہ میں محصور ہیں۔ اس لئے ان کو ہماری طرف سے کچھ اندیشہ نہ ہوگا۔ اور اپنی حفاظت کے لئے کوئی خاص احتیاط کرنے کا اُن کو خیال ہی پیدا نہ ہوگا ✤

اُدھر تو یہ تجویز پختہ ہوئی۔ اِدھر جمعہ سے ایک دن پہلے عمروؓ بن عاص کو اطلاع دی گئی۔ کہ لشکر کے لئے رسد کم ہوگئی ہے۔ عمروؓ بن عاص نے اُسی وقت بار برداری کے اونٹ ایک دستہ فوج کے ہمراہ کرکے آس پاس کے گاؤں میں رسد خریدنے کے لئے بھیج دیئے۔ جب جمعہ کی نماز کا وقت قریب ہوا۔ تو سب لشکری حسب معمول نہا دھو کر جمعہ پڑھنے کے لئے میدان میں جمع ہوئے۔ عمروؓ بن عاص نے حسب معمول خطبہ پڑھا۔ اور اس کے بعد نماز شروع کی مقتدی اپنی پہلی رکعت کے سجدے میں گئے تھے۔ کہ رومی دستہ تلواریں کھینچے ہوئے اُن پر آپڑا۔ اور آخری صف پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ صف کی صف کٹ گئی۔ مگر نماز کسی نے ترک نہ کی۔ آخر میں محض تائید آسمانی سے وہ اسلامی دستہ جو رسد لانے کے لئے گیا ہوا تھا۔ سامان رسد

لیکر پہونچ گیا۔ جبکہ میں انہوں نے اپنے ہمراہیوں کو نماز میں قتل ہوتے دیکھا۔ تو وہ رسد کے اونٹ وہیں چھوڑ کر اَللّٰہُ اَکْبَر کے نعرے مارتے ہوئے رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور رومیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ رومی پیچھے ہٹ کر مقابلہ کرنے لگے۔ مگر اہل عرب کے حملہ کے سامنے ان کی کیا حقیقت تھی۔ جب اُن کو اپنے ہمراہیوں کے قتل کے خیال نے دیوانہ کر دیا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص اور اس کے ہمراہی بھی نماز ختم کر کے فی الفور تلواریں کھینچ کر اپنے ہمراہیوں کی امداد کو پہونچ گئے۔ پھر رومیوں کا کہاں ٹھکانا تھا۔ رومی دستہ کا سردار بھی قتل ہوگیا۔ اور اس کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ باقی دہشت زدہ ہوکر قلعہ کیطرف بھاگ گئے۔

اہل عرب نے اُن کا تعاقب نہ کیا۔ بلکہ اپنے زخمیوں کیطرف واپس آئے۔ اور دیکھا کہ علاوہ بہت سے زخمیوں کے ۴۳۶ آدمی شہادت کا شربت پی چکے تھے۔ ان کو بعد نماز جنازہ دفن کیا گیا۔ ان میں زیادہ تر وادیٔ طائف اور یمن کے لوگ تھے۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے اس دردناک واقعہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھکر فرمایا کہ میں عمرو بن عاص کو بڑا ہوشیار اور صاحب تدبیر سمجھتا تھا۔ لیکن جب پروردگار کا حکم آتا ہو تو ہوشیار آدمی کی آنکھیں بھی اندھی ہوجاتی ہیں۔ اس کے بعد عمرو بن عاص کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"یہ خط ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیطرف سے بجانب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

"سلامتی ہو تم پر۔ پس تحقیق میں تعریف کرتا ہوں اُس اللہ کی جس کے سوائے کوئی معبود لائق پرستش نہیں اور درود بھیجتا ہوں میں اس کے نبی صلعم پر۔ بہ تحقیق پہونچا مجھکو تمہارا خط اور پڑھا اور جانا میں نے اُس معاملہ اور فریب کو جو گذرا تم پر تمہارے دشمنوں کیجانب سے سو یہ بات لکھی ہوئی لوح محفوظ کی تھی اور ضرور تھا تم کو لے بیٹھے خاص کے یہ امر کہ نہ مطمئن ہو جاتے تم اپنے دشمن سے۔ اور میں تم کو عقل اور تدبیر میں ہوشیار جانتا ہوں۔ مگر جانو یہ کہ اللہ کو کروانا تھا ایک کام کا جس کا وہ حکم کر چکا تھا۔ پس عمل میں لاؤ تم آیندہ احتیاط کو اور نہ سستی کرو تم مسلمانوں کی حفاظت میں کہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص نگہبان ہوتا ہے اُس سے رعیت کے حال کی بابت پرسش کیجائیگی۔ پس بندوبست کرو تم اپنے کام کا اور نہ بے ڈر ہو اپنے دشمن سے۔ اللہ مدد دے ہم کو اور تم کو اپنی بندگی پر اور سلامتی اور برکت ہو اللہ کی تم پر اور تمہارے ساتھی مسلمانوں پر۔"

منفس کے محاصرہ میں پانچ ماہ گذر گئے۔ اور دریای نیل میں طوفان کا موسم قریب تھا۔ رومی خوش تھے کہ نیل میں

طوفان آنے کے وقت یا تو اہل عرب محاصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور یا سیلاب میں غرق ہو جائیں گے۔ مگر ادہر زبیر بن عوام نے عمرو رضہ بن عاص کو یہ مشورہ دیا کہ سیلاب آنے سے پہلے قلعہ کو فتح کرنا ضروری ہے ورنہ ہم کو حسرت کے ساتھ محاصرہ اُٹھانا پڑے گا۔ عمرو رضہ بن عاص نے کہا ہم کوشش تو بہت کرتے ہیں۔ مگر قلعہ فتح ہونے میں نہیں آتا۔ زبیر نے کہا کہ بغیر جانبازی کے قلعہ کا فتح کرنا دشوار ہے مجھے اجازت دیں تو میں اس کام کو اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ عمرو رضہ بن عاص نے اجازت دیدی۔ زبیر رضہ نے فی الفور سیڑھیاں تیار کرنے کا انتظام کیا اور اُس کے بعد چیدہ اور جانباز جوانوں کا دستہ ہمراہ لیکر قلعہ پر دھاوا کیا۔ قلعہ سے پتھر برسائے گئے۔ مگر پُرجوش زبیر رضہ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اور خندق تک جا پہونچے۔ اور خندق میں سے گذر کر فصیل کے ساتھ سیڑھیاں لگا دیں۔ سب سے پہلے زبیر رضہ نے فصیل پر چڑھکر اَللّٰہُ اَکْبَر کا نعرہ مارا۔ پھر اُس کے ہمراہی بھی فصیل پر چڑھ گئے رومیوں نے فصیل پر اُن کا جان توڑ مقابلہ کیا۔ مگر جانباز عربوں نے اُن کو کاٹ ڈالا۔ اور فصیل سے گذر کر لڑتے بھڑتے قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ عمرو رضہ بن عاص جو تجویز کے مطابق قلعہ میں داخل ہونے کے لئے تیار تھا۔ معہ باقی لشکر کے بلا روک آگے بڑھا اور لشکر اسلام قلعہ میں داخل ہوگیا رومی سپاہی تو بھاگ کر جہازوں میں جو دریائے نیل میں کھڑے تھے سوار ہو کر اسکندریہ کو چلے گئے۔ اور مقوقس

اور اس کے ہمراہیوں نے امان مانگ لی۔ اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔ زبیرؓ نے کہا کہ قلعہ ہم نے بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ علاوہ اس کے دشمنوں نے ہمارے ہمراہیوں کو نماز پڑھتے ہوئے فریب سے قتل کیا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ ان کے ساتھ آئین جنگ کے مطابق سلوک کریں۔ اس پر مقوقس نے کہا کہ جن لوگوں نے تمہارا مقابلہ کیا ہے اور جنہوں نے فریب سے تمہارے آدمی قتل کئے ہیں وہ تو رومی تھے۔ جو بھاگ گئے ہیں۔ ہم تو مصر کے باشندے ہیں۔ اور رومیوں کی رعایا تھے۔ ان کے دباؤ کی وجہ سے ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ورنہ ہم بخوشی آپ کی حفاظت میں آ جاتے۔ کیونکہ ہم رومیوں کے ظلم سے نہائیت تنگ آ گئے تھے۔ اور اہل عرب کے سلوک کو نہائیت پسند کرتے ہیں[1] اس پر عمروؓ بن عاص نے زبیرؓ کو کہا کہ مقوقس نے آنحضرتؐ کے ساتھ نیک سلوک کیا تھا۔ اس لئے ہم کو اُمّت کو چاہئے کہ مقوقس اور اُس کے ہموطنوں کے ساتھ اس کے معاوضہ میں نیک سلوک کریں اور بجائے آئین جنگ کے اُن کے ساتھ مروّت سے پیش آئیں۔ زبیرؓ نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا

[1] ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ رومیوں میں ایسی بھاگ پڑی کہ مصر کے تمام بالائی حصہ سے رومی مجسٹریٹ اور جج اپنی عدالت کی کرسی چھوڑ گئے رومی پادری گرجوں کو خالی کر گئے اور رومی فوجیں اپنے قلعوں سے نکل گئیں غرض ان میں سے ایک بھی وہاں نہ رہا۔ اور اگر دریائے نیل کا راستہ سکندریہ کے ساتھ کھلا نہ ہوتا تو اس زبون اور نجس نام (رومی) کے ساتھ دینی۔ مسانی۔ یا پیدائیشی تعلق رکھنے والا ایک بھی جان بچا کر نہ بھاگ سکتا مگر

اور مقوقس اور اُس کے ہم وطنوں کو امان دیدی۔ اس پر مقوقس نے کہا کہ بلاشبہ آپ نے ہم سے ایسا نیک سلوک کیا ہے جو کسی حملہ آور نے مصریوں کے ساتھ کبھی نہیں کیا تھا۔ ہم ہر طرح سے آپ کی تابعداری کرینگے اور رومیوں کے خلاف ہر طرح آپ کو امداد دیں گے۔ اس پر عمروؓ بن عاص نے کہا کہ اگر تمہارے ہم وطن ہم کو رومیوں کے خلاف امداد دیں گے تو ہم پہلے سال کا جزیہ خراج تم سب کو معاف کر دیں گے اور دوسرے سال سے وصولی شروع کرینگے۔

جب مقوقس کے حسب دلخواہ تحریر ہو چکا تو عمروؓ بن عاص نے اسکندریہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ مقوقس نے کہا کہ اسکندریہ تک خشکی کے راستہ پہونچنا آپ کو نہایت مشکل ہوگا۔ کیونکہ ڈلٹا (بحری) میں دریائے نیل کی اس قدر شاخیں اور چھوٹی چھوٹی نہریں پھیلی ہوئی ہیں کہ قدم قدم پر آپکو رکاوٹ پیش آئیگی۔ آسان راستہ تو دریائی تھا۔ لیکن رومی سب جہاز لیگئے ہیں۔

عمروؓ بن عاص نے کہا کہ ہم دریائی راستہ پر خشکی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم خشکی کے راستہ ہی اسکندریہ پر چڑھائی کرینگے۔ تم اپنے معاہدہ کے مطابق قبطیوں کو اس کام پر لگادو کہ ہمارے راستہ میں جس قدر نہریں آئیں اُن پر عارضی پُل بناتے جائیں۔ مقوقس نے بخوشی اس بات کو منظور کر لیا۔ اور انتظام کر دیا۔

مصریوں میں ایک روایت چلی آتی تھی کہ ایک مخنون

قوم مصر پر حملہ آور ہوگی۔ اور وہ مصریوں کو رومیوں کے
ظالمانہ پنجہ سے رہائی دلوائے گی۔ یوروپین مورخ لکھتے ہیں
کہ یہودیوں نے یہ روایت مشہور کر رکھی تھی۔ کیونکہ وہ مختون
تھے اور اُن کا منشار تھا۔ کہ کسی طرح قبطیوں کو ساتھ ملا کر
مصر پر غلبہ حاصل کریں۔ مگر یہ روایت صحیح ثابت ہوئی
کیونکہ اہل عرب نے جو مختون قوم تھی مصریوں کو رومی
تشدّد سے نجات دلوائی۔

نمبر ۱۲۴

فتح اسکندریہ سنہ ۲۱ھ

سکندر اعظم نے ۳۳۲ سال قبل بعد از فتح مصر اس شہر کی بنا بحیرہ روم کے کنارے دریائے نیل کے دہانہ پر رکھی تھی اسکی صورت مستطیل تھی یعنی لمبائی میں تقریباً چار میل تک چلا گیا تھا جبکہ عرض میں صرف ایک میل یا اس سے کچھ کم تھا موقعہ نہایت عمدہ تھا اسکے جنوب میں ایک جھیل تھی اور شمال میں بحیرہ روم تھا دریائے نیل کے راستہ جہاز جنوب میں ممفس اور تھیبس تک چلے جاتے تھے بحیرہ روم کے رستہ فلسطین۔ ایشیا کوچک یونان اور دیگر ممالک یورپ میں پہونچ جاتے تھے اس شہر کے تین حصے کئے گئے تھے شمال مشرق کیطرف یہودی آباد کئے گئے۔ مغرب میں مصریوں کی آبادی تھی اور درمیان میں یونانی آبادی تھی بلحاظ مناسب موقع کے یہ شہر تجارت کی بڑی منڈی بنگیا۔ ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کا تمام مال تجارت اسی رستہ سے گذرنے لگا۔ سکندر کی وفات کے بعد بطلیموس نے اس شہر کو بڑی رونق دی اور بڑے بڑے عالیشان مکانات اسمیں تعمیر کئے اسکی آبادی بہت جلد ترقی کر گئی چنانچہ اسلامی حملہ کیوقت اسمیں صرف مردوں کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی جسمیں ستر ہزار یہودی اور دو لاکھ یونانی تھے باقی مصری اور کچھ دیگر اقوام کے لوگ تھے مگر مصری زیادہ تر غلام تھے چنانچہ ایک مورخ نے بیان کیا ہے کہ مصری غلاموں کی تعداد اسکندریہ میں قریب قریب تین لاکھ تھی۔

بطلیموس نے اس شہر کے گرداگرد بڑی مضبوط فصیل بنائی اور جابجا عالیشان برج تعمیر کئے جنمیں تھوڑی سی فوج بھی حفاظت کیلئے رکھی جاتی تو چاہئیں پچاس ہزار سے کم نہ ہوتی اس شہر نے علاوہ تجارتی ترقی کے علوم و فنون میں بڑی ترقی کی اور ابتدائی یونانی بادشاہوں کیوقت میں تمام دنیا کا یہی شہر علمی مرکز تھا اور اس شہر کا کتبخانہ دنیا بھر کے کتبخانوں میں اول درجہ سمجھا جاتا تھا جو یونانی شاہان مصر نے قایم کیا تھا۔

سنہ ۳۰۶ قبل مسیح میں یونانی بادشاہ بطلیموس نے ایک علمی مدرسہ کی بنا ڈالی اور یونان کے شہر ایتھنز سے بڑے

بڑے بڑے علماء اور فاضل منگائے۔ اور مدرسہ کے متصل اُن کے شاگردوں کے لئے عالیشان مکان بنایا۔ جس میں وہ شاہی عطیہ پر گذارہ کرتے تھے۔ اُن کو ہر طرح کی آسانیاں دی گئیں اور بادشاہ کے ہاں اُنکی بڑی قدر تھی۔ بطلیموس کے دو جانشینوں نے اس مدرسہ کو اور بھی رونق دی اور ایک بڑا کتب خانہ تعمیر کر کے اُس کے ساتھ ملحق کر دیا۔ جس میں چار اطراف عالم سے ہر قسم کے علوم و فنون کی کتابیں جمع کی گئیں۔ خصوصاً فلاسفی کی کتابیں اس میں بکثرت تھیں۔ یہودیوں اور مصریوں کی تصانیف بھی اس میں موجود تھیں۔ بلکہ ایتھنز سے جس قدر کتابیں مل سکیں وہ سب اس میں لا کر رکھی گئیں۔ اور یہ حکم جاری کیا گیا۔ کہ جو مسافر اسکندریہ میں آئے اگر اُس کے پاس کوئی کتاب خواہ کسی مضمون کی موجود ہو تو جبراً لیکر کتب خانہ میں جمع کر دیجائے۔

مگر بطلیموس کے آخری جانشینوں کے وقت میں اس کتب خانہ اور مدرسہ میں زوال آنا شروع ہو گیا۔ اور سکندریہ کی تجارتی ترقی بھی کم ہو گئی۔ کیونکہ شاہانِ وقت بڑے بد شوق اور نالائق تھے۔ اور ان کو شہر کی ترقی اور بہتری کا مطلق خیال نہ تھا۔ آخر مسیح سے تیس سال قبل مصر اور سکندریہ پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور یونانی بادشاہوں کا خاتمہ ہو گیا۔

رومی حکومت کے ابتدا میں اسکندریہ نے پھر کچھ رونق پکڑی۔ مگر اب اس کی بادشاہت جاتی رہی اور وہ

رومی سلطنت کا ایک صوبہ سمجھا جانے لگا۔ رومیوں نے سکندریہ کو اپنا غلہ گودام بنالیا اور جو کچھ پیداوار مصر میں ہوتی۔ وہ سمیٹ کر سکندریہ کے راستہ اپنے ملک میں لیجاتے۔ شہنشاہ روما کیطرف سے ایک گورنر اسکندریہ میں حکمران بناکر بھیجا جاتا اور وہی تمام ملک مصر پر حکومت کرتا۔

سنہ ۲۱۵ء میں رومی شہنشاہ کار اکلا اسکندریہ میں آیا۔ مصر کے چند ایک باشندوں نے شہنشاہ پر کچھ پھبتیاں جمائیں۔ جس کی اطلاع شہنشاہ کے کانوں تک پہونچ گئی۔ شہنشاہ نے سخت ناراض ہوکر قتل عام کا حکم جاری کردیا۔ ہزارہا لوگ آنًا فانًا میں بیدریغ قتل کردیئے گئے۔ اور ہزارہا جانیں بچاکر بھاگ گئے۔ شہر قریبًا اُجاڑ اور ویران ہوگیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد اس میں آبادی بڑھنے لگی۔ اور پھر بڑی رونق پر ہوگیا۔ چنانچہ رومی سلطنت میں اسکندریہ روما کے بعد دوسرے درجہ کا شہر سمجھا جاتا تھا۔

سنہ ۶۱۶ء میں خسرو پرویز شاہ ایران نے اسکندریہ پر قبضہ کیا۔ مگر اس سے چند سال بعد رومی قیصر ہرقل نے ایرانیوں کو متواتر شکستیں دیکر مصر اور اسکندریہ کو پھر اپنی ماتحتی میں لے لیا۔ لیکن سنہ ۶۴۱ء میں یہ شہر اہل عرب کے قبضہ میں آگیا۔ اور ابتک اہل اسلام کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔

عمروؓ بن عاص نے حمص کے انتظام سے فراغت پاکر اسکندریہ پر چڑھائی کی۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ مگر قبطیوں نے بڑی امداد دی اور جابجا نہروں پر پل بنادیئے۔ ایک دو

موقعوں پر رومیوں نے کسی قدر مزاحمت بھی کی۔ مگر اہل عرب نے ان کو ایک ہی حملہ میں دور کردیا۔ اور صرف بائیس دن میں تمام مشکلات پر غالب آکر اسلامی لشکر اسکندریہ کے بالمقابل پہونچ گیا۔ رومی قلعہ میں بند ہوگئے۔ اور اہل عرب نے اسکندریہ کو محاصرہ میں لے لیا۔ لیکن اہل عرب سکندریہ کا محاصرہ صرف خشکی کی جانب سے ہی کرسکتے تھے۔ سمندر کیطرف کا راستہ برابر کھلا تھا۔ اور اس راستہ قسطنطنیہ سے رومیوں کو ہر قسم کی امداد پہونچ سکتی تھی۔ سیرنیکا یعنی برقہ کے حاکم نے بھی اپنے بھائی کو اہل اسکندریہ کی امداد کے لئے مع چار ہزار سپاہیوں کے بھیجدیا۔ اہل عرب نے اسکندریہ کا محاصرہ بڑی سختی سے کیا۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ رومی اکثر باہر نکل کر حملہ آور ہوتے مگر جب اہل عرب اُن کو مغلوب کرنے کے قریب ہوتے تو وہ پسپا ہوکر پھر قلعہ میں جا گھستے۔ اتبک اہل عرب کو کسی ایک قلعہ کے فتح کرنے میں اِتنی دیر نہیں ہوئی تھی۔ جسقدر کہ سکندریہ کے محاصرہ میں وقت خرچ ہوا۔ اور کسی معرکہ میں اہل عرب کے سپاہیوں کا اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا جسقدر کہ سکندریہ میں ہوا۔ مدینہ سے کمک برابر پہونچتی تھی۔ اہل عرب جانبازی بھی دکھاتے تھے۔ مگر قلعہ تسخیر نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن رومی پھر میدان میں نکلے۔ عمرو رضی بن عاص چیدہ سوار لیکر اُن کے مقابل ہوا۔ لڑائی بڑے گھمسان کی ہوئی۔ اہل عرب رومیوں کو دبائے ہوئے برابر قلعہ کیطرف چلے گئے۔ اور رومیوں کے ہمراہ دروازہ میں داخل ہوگئے۔ عمرو رضی بن عاص ہر ایک لڑائی میں سب سے

آگے ہوتا تھا۔ اس موقعہ پر بھی وہ سب سے آگے تھا۔ رومی
عربوں کو دروازہ میں دیکھکر سخت گھبرائے اور چاروں اطراف
قلعہ سے سپاہیوں کے دَل کے دَل دروازہ پر اپنے ہمراہیوں
کی پشت پر آگئے۔ اہل عرب نے ہرچند زور مارا کہ کسی طرح
رومیوں کو مار کر ہٹا دیں اور دروازہ پر قبضہ کریں۔ مگر رومیوں
کی اس قدر صفیں آگے پیچھے کھڑی تھیں کہ وہ رومیوں کو
پسپا نہ کر سکے۔ اور سخت کشت وخون کے بعد آخر خود عربوں
کو پسپا ہونا پڑا۔ اور رومیوں نے دروازہ بند کر لیا۔ مگر عمرو رضی اللہ عنہ
بن عاص معہ مسلمہ رضی اللہ عنہ بن مخلد اور اپنے غلام وردان کے قلعہ کے
اندر رہ گئے۔ رومی اُن کو گرفتار کر کے اپنے اعلیٰ افسر کے پاس
لیگئے۔ رومی افسر نے عرب قیدیوں کو معمولی سپاہی سمجھا کیونکہ
عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے کوئی جرنیلی وردی اور کلغی پہنی ہوئی نہیں
تھی جس سے اُس کی شناخت ہوتی۔ بلکہ اس کا لباس بالکل اپنے
ہمراہی اور غلام کا سا سادہ تھا۔ اس لئے رومی افسر نے نہایت
حقارت کے لہجہ میں عرب قیدیوں کو خطاب کر کے کہا۔ کہ
کیوں تم ننگے بھوکے اور جاہل عربوں نے ان ممالک میں فتنہ
وفساد مچا رکھا ہے۔ کیا تمہارے ریگستان تمہارے لئے کافی
نہیں ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے نہایت بیباکانہ طور پر جواب دیا کہ
ہم فتنہ وفساد مچانے نہیں آئے۔ بلکہ ہم ان اقوام کو ذلت سے
نکال کر ترقی اور خوشحالی کے زینہ پر پہونچانے آئے ہیں۔ ہم اسلام
کی برکت اور رحمت ساتھ لائے ہیں۔ جو ہم ہر ایک قوم کے سامنے
پیش کرتے ہیں۔ اگر تم اس لازوالی دولت سے محروم رہنا چاہتے

ہو۔ تو ہم تم کو اپنی حفاظت میں لیکر اس ملک کو دار الامان بنا دینگے۔

رومی افسر یہ دلیرانہ جواب سن کر اپنے ماتحتوں کو رومی زبان میں کہنے لگا۔ کہ یہ شخص عربی لشکر کا سردار معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہو کہ ہم اس کو قتل کر دیں تاکہ اس کے ہمراہیوں کے دلوں میں ہماری دہشت بیٹھ جائے۔ عمروؓ بن عاص کا غلام وردان رومی زبان سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے آقا کو خطرے میں دیکھکر عمروؓ بن عاص کے مُنہہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا "بے ادب۔ گستاخ آدمی کس نے تجھکو اختیار دیا ہے۔ کہ اہل عرب کیطرف سے ایسے کلمات افسروں اور حاکموں کے سامنے کہے۔ چُپ رہو یہ تیرا کام نہیں"۔ عمروؓ بن عاص خاموش ہوگیا اور مسلمہؓ نے کہا کہ بیشک ہم کو کوئی ایسی بات کہنے کا حق نہیں۔ اگر آپ اپنے چند سردار اہل عرب کے سرداروں کے پاس بھیجیں۔ تو ممکن ہے کہ وہ سب باہم ملکر ایسی شرائط باہم طے کر لیں۔ جن پر آئندہ کے لیئے ہمارے اور آپ کے مابین صلح ہو جائے۔ کیونکہ مجھکو اچھی طرح معلوم ہے کہ عرب سردار صلح کو بہ نسبت جنگ کے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ رومی افسر جو اہل عرب کے شدت محاصرہ سے تنگ آیا ہوا تھا۔ اس بات سے بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ اچھا ہم تم کو چھوڑ دیتے ہیں تم جاکر اپنے افسروں کو کہو کہ اگر وہ صلح کرنا چاہیں تو ہم بالکل تیار ہیں۔ مسلمہؓ نے رومی افسر کا شکریہ ادا کیا۔ اور رومی سپاہی انکو قلعہ کے باہر چھوڑ آئے۔

اُدھر لشکر عرب عمروؓ بن عاص اور مسلمہؓ کی گرفتاری کیوجہ سے نہائیت اندوہناک اور غمگین تھا۔ مگر جونہی اُنہوں نے اُن کو صحیح سالم واپس آتے دیکھا تو مارے خوشی کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعروں سے آسمان سر پر اُٹھالیا۔ رومیوں کے کان میں جو یہ خوشی کی آواز پڑی تو وہ سخت پشیمان ہوئے۔ اور افسوس کرنے لگے۔

اہل عرب نے دوسرے دن پھر لڑائی کی تیاری کی مگر رومی افسر نے ایک قاصد کے ہاتھ عرب سردار کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر تم اسکندریہ کا محاصرہ اٹھاؤ تو ہم اس بات پر راضی ہو جاویں گے۔ کہ سوائے سکندریہ کے تم تمام مصر پر قابض رہو۔ مگر عمروؓ بن عاص نے یہ جواب دیا کہ جب تک تم ہماری حفاظتی ٹیکس ادا کرنے کا اقرار نہ کرو تب تک ہم محاصرہ نہیں اُٹھائیں گے۔ رومی افسر یہ خشک جواب سُن کر نہائیت رنجیدہ ہوا۔ مگر وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کہ قلعہ کی بدستور حفاظت کرتا رہے۔

اس محاصرہ کو چودہ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ حضرت عمرؓ بھی کمک بھیجتے بھیجتے تھک گئے۔ اس عرصہ میں اہل عرب کے قریباً تیئس ہزار آدمی کام آگئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عمروؓ بن عاص کو ایک سخت خط لکھا اور اس میں بیان کیا کہ تم لوگ شاداب سرزمین میں جاکر عیش پسند اور آرام طلب ہو گئے ہو۔ اور اللہ کی راہ میں جان دینے سے جی چراتے ہو۔ ورنہ اسکندریہ کے فتح کرنے میں اس قدر دیر

کبھی نہ ہوتی۔ عمروؓ بن عاص نے خط اپنے ہمراہیوں کو سُنایا سب کے دِل ہل گئے۔ اور انکی غیرت اور حمیت سخت جوش میں آئی۔ اور اُنہوں نے اقرار کیا کہ خواہ ہم سب کے سب قتل ہو جائیں مگر کل قلعہ فتح کئے بغیر واپس نہ پھرینگے۔

دوسرے دن زبیرؓ بن عوام۔ مسلمہؓ بن مخلد اور مقداد بن عمر لشکر کے آگے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ آج اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔ اور خلیفہ ثانی اور اپنی قوم کیطرف سے ہمیشہ کے لئے سُرخرو ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے اپنے ہمراہیوں میں پُر جوش تقریریں کیں۔ اور ان کو سخت جوش دلایا۔ عمروؓ بن عاص نے نہایت اضطرار کی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ سب نے اس کی تقلید کی۔ دعا کے بعد لشکر اسلام نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ مار کر قلعہ پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے فصیل پر سے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ مگر آج اُن کے پتھروں اور تیروں کی کس کو پرواہ تھی۔ لشکر اسلام ڈھالیں سر پر رکھے ہوئے سیلاب کی طرح جا رہا تھا۔ کوئی زخمی ہو کر گِرتا تو دوسرا دیکھتا تک نہیں تھا۔ اس طرح لشکر اسلام بڑھتا ہوا خندق کے پار ہو گیا۔

وہ دعا جو حالت اضطرار میں عمرو بن عاص اور اُس کے ہمراہیوں نے مانگی تھی وہ بارگاہ الٰہی میں منظور ہو گئی اور معلوم نہیں اس دعا کے ہمراہ اہلِ عرب کے گداز سینوں سے کیا چیز نکل کر گئی تھی۔ کہ اُس نے عالم اسباب سے

تھا کہ اسکندریہ کی فصیل کی بُنیاد ہلا دی۔ اور اہل عرب فصیل کے قریب پہونچے ہی تھے کہ فصیل کا ایک بُرج خود بخود منہدم ہوگیا۔

رومی گھبرا کر اس شگاف پر آ جمع ہوئے۔ مگر اہل عرب کے سردار زبیرؓ۔ مسلمہؓ۔ مقداد اور عمروؓ بن عاص تلواریں کھینچے ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور لشکر کے داخل ہونے کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ رومیوں نے زیادہ مقابلہ بے فائدہ سمجھ کر ہتھیار ڈال دیئے اور امان کے خواہاں ہوئے۔ عمروؓ بن عاص نے ان کو امان دے کر لشکر اسلام میں منادی کرادی۔ کہ اہل اسکندریہ کو امان دی گئی ہے۔ اس لئے سب سپاہیوں نے تلواریں نیام میں کرلیں۔ اور باشندوں کی چیز پر تصرف نہ کیا۔ اس طرح عمروؓ بن عاص نے برخلاف سابقہ حملہ آوروں کے اہل اسکندریہ کی جان و مال کو محفوظ کر دیا۔ نہ کوئی مندر گرایا گیا۔ نہ کوئی گرجا مسمار کیا گیا اور نہ کسی متنفس کی ذرا سی چیز بھی چھیڑی گئی۔

اسکندریہ کی آبادی اہل عرب کا یہ سلوک دیکھکر نہائیت ہی حیران اور خوش ہوئی۔ اُن کو ہرگز امید نہ تھی کہ اس قدر طویل اور سخت مقابلہ کے بعد جس میں اہل عرب کے ہزار ۲۲ آدمی کام آئے تھے۔

اہل عرب سکندریہ کی آبادی کے ساتھ ایسا نرم سلوک کرینگے۔ حالانکہ اگر وہ زیادتی نہ بھی کرتے اور صرف آئین جنگ کے مطابق ہی سلوک کرتے۔ تو بھی اسکندریہ رومیوں کا مال اسباب لوٹ سکتے تھے اور اُن کو اپنا غلام بنا سکتے تھے۔ مگر عمروؓ ابن عاص نے اپنے لشکر کو غنیمت سے محروم کرکے اہل اسکندریہ کے ساتھ نہایت نیک سلوک کیا۔ جس کی نظیر اس سے پہلے کسی قوم کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی

شاہ ہرقل کو سکندریہ کے فتح ہونے کا ایسا سخت صدمہ پہونچا۔ کہ وہ سات ہفتے کے بعد مرگیا اور اس کی جگہ اُس کا بیٹا قسطنطین تخت پر بیٹھا۔

عمروؓ بن عاص نے اس فتح کی اطلاع حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجدی۔ اور یہ بھی لکھا کہ میں نے اہل اسکندریہ کو امان دے کر اہل عرب کو شہر لوٹنے سے باز رکھا ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ میں اسکندریہ میں ہی قیام رکھوں اور اس شہر کو حسب دستور مصر کا دارالخلافہ بنائے رکھوں۔

جب حضرت عمرؓ نے خط پڑھا تو وہ سجدہ شکریہ بجا لائے۔ اور قاصد سے پوچھا کہ اگر عمروؓ بن عاص اسکندریہ میں سکونت رکھے۔ تو میرے اور اُس

کے درمیان کسی وقت کوئی رکاوٹ تو نہ ہوگی۔ قاصد نے کہا کہ اور کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے۔ لیکن جب دریائے نیل میں طغیانی آتی ہے تو زیرین حصہ میں تمام پانی ہی پانی پھیل جاتا ہے۔ اور اس وقت خشکی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کو لکھ بھیجا۔ کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ اہل عرب کو شہر لوٹنے نہیں دیا۔ گو ان کو اس بات کا استحقاق حاصل ہو چکا تھا۔ کیونکہ غنیمت کی بہ نسبت خراج بہتر ہے جو ہمیشہ وصول ہوتا رہتا ہے۔ لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ تم اسکندریہ میں سکونت اختیار کرو

یہ حکم پہونچتے ہی عمروؓ بن عاص نے اسکندریہ میں تھوڑی سی فوج متعین کردی۔ اور آپ باقی لشکر کے ہمراہ ممفس میں آگیا۔ اس میدان میں جہاں عربی لشکر خیمہ زن تھا ایک مستقل چھاؤنی کی بنا رکھی اور لشکریوں کے لئے مکان بنانے شروع کئے اس شہر کا نام فسطاط (کیمپ) مشہور ہوا۔ عمروؓ بن عاص نے اپنا قیام تو فسطاط میں ہی رکھا۔ لیکن فوج کے کچھ دستے تجویز کر کے مصر کے چار طرف روانہ کئے۔ تاکہ مختلف حکام کو مطیع کر کے اپنی حفاظت میں لائیں۔ قریباً تمام حکام نے بخوشی خاطر اہل عرب

کی اطاعت منظور کرلی۔ حضرت دمیاط اور تینس میں خفیف سی لڑائیاں ہوئیں۔ اس طرح تھوڑے عرصہ میں اہل عرب کی حکومت جنوب میں حبشہ تک اور مغرب میں صحرائے لیبیا تک۔ اور شمال مغرب میں برقہ تک پھیل گئی۔ برقہ کا علاقہ مصر کے یونانی بادشاہ بطلیموس نے فتح کر کے مصری سلطنت میں شامل کر رکھا تھا اور اب بھی بدستور وہ علاقہ مصر کی عربی حکومت میں ملحق ہوگیا۔

اسلامی مورخوں نے لکھا ہے کہ عمرو بن عاص نے اسی وقت طرابلس الغرب کو بھی فتح کر لیا تھا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اول تو یہ اس لئے کہ حضرت عمرؓ بلا ضرورت فتوحات کرنے کے سخت مخالف تھے

دوم طرابلس مصری حکومت میں اس وقت شامل نہ تھا۔

سوم جب عہد عثمانی میں طرابلس پر چڑھائی کی گئی۔ تو مورخوں نے اس چڑھائی کی یہ وجہ بیان نہیں کی کہ طرابلس والے اہل عرب کی حکومت سے منحرف ہو گئے تھے۔ یا وہاں کوئی بغاوت بپا ہوئی تھی۔ بلکہ وجہ صرف یہ بیان کی گئی ہے کہ عبداللہ بن سعدؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں محض مزید فتوحات کرکے اور

اپنی نیک نامی حاصل کرنے اور اس دھبہ کو دھونے کے لئے جو اُن کے وقت میں سکندریہ پر رومیوں کا قبضہ ہونے کی وجہ سے عاید ہوا تھا صحرائے لیبیا سے گذر کر طرابلس پر حملہ کیا۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ عہد عثمانیؓ میں طرابلس پر چڑھائی ایک نیا مُلک فتح کرنے کی غرض سے کیگئی تھی۔ اور اس سے پہلے طرابلس اہل عرب کے قبضہ میں نہیں آیا تھا۔ اور اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ طرابلس کی فتح زبیر بن عوام کے ہاتھ پر ہوئی تھی۔ جو عبداللہ کی امداد کے لئے مدینہ سے کُمک لیکر آیا تھا۔ اور طرابلس کی فتح عہد عثمانی کا واقعہ ہے۔

عمروؓ بن عاص نے خلیفہ ثانی کو لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں فسطاط میں اپنا بخ کا مکان بھی بنا لوں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کو یہ جواب لکھا۔ کہ تمہارا بخ کا مکان جو مدینہ میں ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اور مکان کی تم کو ضرورت نہیں۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا بڑا خیال رہتا تھا۔ کہ اہل عرب اور اس کے سردار غیر ممالک میں جاکر عیش پسند اور آرام طلب نہ ہو جائیں۔ اور اپنی

غرض اور لالچ کے لئے رعایا پر جبر وتشدد نہ کریں چنانچہ انہوں نے سخت حکم دے رکھا تھا۔ کہ اہل عرب اصل مالکوں سے مطلق زمین نہ خریدیں اور گورنر کو بھی اختیار نہ تھا کہ وہ کسی مالک اراضی کو اس کی زمین سے محروم کرسکے۔ رعایا میں سے جو کچھ کسی کے قبضہ میں تھا۔ اسی کے قبضہ میں رکھا گیا۔

رومیوں نے اسکندریہ کے یونانیوں سے مل کر سمندر کے راستہ پھر سکندریہ پر قبضہ کر لیا۔ اور عرب سپاہیوں کو جو عمروؓ بن عاص نے حفاظت کے لئے متعین کر رکھے تھے بیدریغ قتل کر ڈالا۔ اور اس طرح اس نیک اور فیاضانہ سلوک کا معاوضہ نہایت بدی کے ساتھ ادا کیا۔ عمروؓ بن عاص نے پھر سکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور قلعہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اہل عرب نے سکندریہ میں داخل ہو کر یونانیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ مگر پھر عمروؓ بن عاص نے رحم کھا کر اپنے سپاہیوں کو روک دیا۔ اور ان بے ایمان یونانیوں کو امان دے دی۔ جس مقام پر عمروؓ نے اپنے سپاہیوں کو تلوار نیام کرنے کا

حکم دیا۔ وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا نام مسجد رحم مشہور ہوا۔

اب عمروؓ بن عاص نے اسکندریہ میں زیادہ فوج رکھدی۔ تاکہ رومیوں کو پھر سکندریہ پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ نہ پڑے۔ اور آپ پھر اپنے ہیڈ کوارٹر میں آ گیا۔

انہی دنوں عرب میں قحط پڑ گیا اور حضرت عمرؓ نے عمروؓ بن عاص کو لکھا کہ مصر سے غلہ ارسال کرے۔ عمروؓ بن عاص نے اس کثرت کے ساتھ غلہ ارسال کیا کہ اگر آخری اونٹ مصری سرحد میں تھا۔ تو پہلا عرب کی سرحد میں تھا۔ اس کے بعد عمروؓ بن عاص نے حضرت عمرؓ سے اجازت لیکر دریائے نیل سے اُس نہر کو کھودنا شروع کیا۔ جو شاہان مصر نے کھودنی تجویز کی تھی اور ایک سال میں یہ نہر بحیرہ قلزم تک کھود دی گئی اور جہاز غلہ سے بھرے ہوئے مدینہ کے بندرگاہ ینبوع تک بآسانی جانے لگے۔ یہ نہر قریباً ستر میل لمبی تھی۔ اور صرف اسی سال تک جاری رہی۔ اسکے بعد متروک ہو گئی۔

حضرت عمرؓ نے عمروؓ بن عاص کو تاکیدی احکام

بھیج دیئے تھے۔ کہ مصری رعایا کی حالت کی اچھی طرح نگرانی کرو۔ عدل اور انصاف قایم کرو۔ رعایا کے خفیف قصور معاف کر دیا کرو۔ کسی پر زیادتی نہ کرو۔ ٹیکس ان کی حیثیت کے مطابق لگاؤ۔ جس کو وہ بآسانی ادا کر سکیں۔ اور بوجھ نہ سمجھیں۔ ان کی مذہبی اور سوشل آزادی میں مطلق خلل نہ ڈالو۔ ان کے عبادت خانوں کی کوئی چیز نہ چھیڑو۔ اور کھلے بندوں ان کو اپنے طریق عبادت کی پیروی کرنے دو۔ اور ہمیشہ رعایا کی خوشحالی اور اراضی کی ترقی کو مدنظر رکھو۔

عمرو رضی بن عاص نے ان احکام کی کامل طور پر تعمیل کی۔ رعایا کی بہتری کی طرف توجہ کی۔ انصاف کی عدالتیں قایم کیں۔ زمین کی پیداوار کا اندازہ لگایا۔ اور زمینداروں کے خالص منافع پر ایک مناسب رقم مالیہ قایم کی۔ آبپاشی کے لئے دریائے نیل سے جابجا نہریں کھولدیں۔ جن پر کم از کم ایک لاکھ مزدور کام کرتے تھے۔ زراعت کو ترقی دی گئی۔ تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ رومیوں کے گرانبار ٹیکس رعایا کے سر سے دور کر دیئے۔ سرکاری آمدنی کا ایک معقول حصہ صرف رعایا کی بہبودی پر خرچ کرنا

تجویز کیا۔ عمروؓ بن عاص نے یہہ بھی تجویز کی۔ کہ خاکنائے سویز میں ایک نہر نکال کر بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کو ملا دیا جائے مگر اس تجویز کے ساتھ حضرت عمرؓ نے اتفاق نہ کیا۔ صرف اسی دور اندیشی کے خیال سے کہ اس طرح یورپ کے لوگوں کو عرب پر سمندر کے راستے اچانک حملہ کر دینے کا موقعہ مل جانے کا۔ اس پر یہ تجویز ملتوی کر دیگئی۔

عمروؓ بن عاص نے نہ صرف مصریوں کو مذہبی آزادی بخشی بلکہ اُن کے پادریوں اور کاہنوں کے ساتھ بڑی تعظیم سے پیش آتا۔ اور اکثر مسائل میں اُن سے گفتگو کرتا تھا۔ اس طرح مصری اہل عرب کے ساتھ مانوس ہوگئے اور اس اُنس کا قدرتی اثر پیدا ہونا شروع ہوا۔ یعنی مصری جوق جوق مسلمان ہونے لگے۔ اور اسلام کو اپنے مذہب پر ترجیح دینے لگے۔

عمروؓ بن عاص نے ایسی دانائی تدبر اور فیاضی سے مصر پر حکومت کی کہ یورپین مؤرخ اس کی تعریف میں رطب اللسان

ہیں۔ اور ان کو اپنے وقت کا نہایت اعلیٰ سٹیٹسمین (مدبر) قرار دیتے ہیں۔

اسلامی مورخوں نے مصر کے متعلق ایک عجیب واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ کہ اہل مصر جن کی خوش حالی دریائے نیل کی طغیانی پر منحصر تھی۔ ایک بڑی رسم کے پابند تھے۔ یعنی جس سال دریائے نیل میں طغیانی نہ آتی تھی۔ تو وہ ایک کنواری لڑکی آراستہ پیراستہ کرکے مذہبی رسوم کے ساتھ دریائے نیل میں ڈال دیتے تھے۔ اور اس طرح ایک انسانی قربانی دریائے نیل کی نذر کرکے طغیانی کے اُمیدوار رہتے تھے۔ اور اس کارروائی کے بعد سچ مچ نیل میں طغیانی آ جاتی تھی۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ عمرؓو بن عاص کی حکومت کے ایام میں ایک مرتبہ مقررہ موسم پر دریائے نیل میں طغیانی نہ آئی۔ اور لوگ سخت گھبرائے۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کی اطلاع دی گئی۔ کیونکہ عمرؓو بن عاص مصریوں کو ایک بیگناہ اور معصوم لڑکی کے غرق کرنے

کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اطلاع پاتے ہی ایک خط دریائے نیل کے نام لکھ کر عمروؓ بن عاص کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ اس خط کو دریائے نیل میں ڈال دو۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط ہے عبد اللہ امیر المومنین
کی طرف سے دریائے مصر کے نام

بعد حمد صلوٰۃ کے معلوم ہو۔
کہ تحقیق تو ایک مخلوق ہے۔
اور اپنے نفع و نقصان کا
مالک نہیں۔ اگر تو اپنی قوت
اور طاقت سے روان ہوتا
ہے تو تیری مرضی ہے کہ رواں
ہو یا نہ ہو۔ اور اس صورت
میں ہم کو تجھ سے کوئی سروکار
نہیں۔ لیکن اگر تو اللہ بزرگ
بلند و غالب کی طاقت اور
قوت سے جاری ہوا کرتا
ہے۔ تو پس جاری ہو جا۔ جیسا
کہ جاری ہوا کرتا ہے۔ اور

سلامتی ہو اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں پر "

عمروؓ بن عاصؓ نے یہ خط مصریوں اور عربوں کے سامنے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے معاً دریائے نیل میں طغیانی آگئی۔ اور لوگ مطمئن ہو گئے۔

عمروؓ بن عاص کی نسبت ایک اور دلچسپ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے ابتدا میں مصری امرا جو بڑے نفیس مزاج تھے اہل عرب کو بوجہ اُن کی سادہ طرز کے حقارت سے دیکھتے تھے۔ عمروؓ بن عاص نے اس حقارت کو دور کرنے کے لئے مصری امرا اور عرب سپاہیوں کی ضیافت کا انتظام کیا۔ پہلے دن عرب کی طرز پر سادہ ضیافت تیار کی گئی۔ اہل عرب نے نہایت شوق کے ساتھ ضیافت کھائی۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔

دوسرے دن مصری طرز پر پُر تکلف کھانے تیار کئے گئے۔ اہل عرب

نے یہ لذیذ کھانے بھی نہایت شوق کے ساتھ کھائے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائے۔

تیسرے دن ان کو پریڈ میں جمع کیا۔ اور مصری امرا کو اہل عرب کے جنگی کرتب دکھائے۔ اور مصری امراء کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے میرے ہمراہیوں کو دیکھ لیا ہے کہ وہ کس شوق کے ساتھ اپنا وطنی کھانا کھاتے ہیں۔ اور تمہارے مصری لذیذ کھانے بھی کس خوشی کے ساتھ نوش جان فرماتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی جنگی قابلیت اور ہنر مندی کو بھی برابر قائم رکھتے ہیں۔ اور تمہاری شاداب زمین میں رہ کر آرام طلب نہیں ہو جاتے۔ اس سے مصریوں کے دل میں اہل عرب کی بڑی عظمت بیٹھ گئی۔ اور آئندہ وہ ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آنے لگے۔

عمروؓ بن عاص کی نسبت ایک یہ روائیت بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ

ایام شباب میں وہ تجارت کی غرض
سے اپنے قافلہ کے ہمراہ
اسکندریہ میں آیا تھا۔ اور ایک
جنگل میں ڈیرا لگایا ہوا تھا۔ کہ
ایک پادری نہایت پیاسا اُس
کے پاس آیا۔ عمرو رضہ بن عاص نے
اپنی صراحی سے پانی پلایا۔ وہ پانی
پی کر اُسی جگہ ایک درخت کے
نیچے سو گیا۔ اسی وقت ایک سانپ
پادری کی طرف آتا دکھائی دیا۔
عمرو رضہ بن عاص نے معاً کمان میں
تیر جوڑ کر چلایا۔ جو سانپ کی پھن
پر بیٹھا۔ اُسی وقت پادری کی آنکھ
کھل گئی۔ اُس نے کیفیت واقعہ
دیکھکر عمرو رضہ بن عاص کا شکریہ
ادا کیا۔ اور کہا کہ اگر تم میرے ساتھ
شہر میں چلو۔ تو میں تم کو کچھ
نقدی بھی دوں گا۔ عمرو رضہ بن عاص
اس کے ہمراہ ہو لیا۔ پادری نے
اپنے مکان پر پہونچ کر عمرو رضہ بن
عاص کو ایک ہزار (۱۰۰۰) اشرفی

دی۔ اُس دن اسکندریہ میں ایک بڑا بھاری تہوار تھا۔ اور اسکندریہ کے رؤسار اور امراء ایک میدان میں زرّین گیند کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اُن کا اعتقاد تھا۔ کہ جس شخص کی آستین میں یہہ گیند اُچھل کر جا پڑے گی۔ اُس کو مصر کی حکومت ضرور نصیب ہوگی۔ عمروؓ بن عاص بھی کھیل دیکھنے کے لیئے وہاں ٹھہر گیا۔ اتفاق سے وہ گیند اُچھل کر اُس کی آستین میں آ پڑی جس پر تمام حاضرین متعجب ہوئے۔ اور عمروؓ بن عاص سے اُس کا پتہ مقام پوچھنے لگے۔ عمروؓ نے اپنا نام پتہ بتایا۔ اور وہ یہ دیکھکر کہ وہ شخص جس کی آستین میں گیند پڑی۔ صرف عرب کا ایک وحشی ہے۔ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ یہ واقعہ خواہ صحیح ہو یا غلط۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ عمروؓ بن عاص کو مصر کی حکومت نصیب ہو گئی۔

نمبر ۴۳

کتب خانہ اسکندریہ

اہل عرب پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اسکندریہ کو فتح کرنے کے بعد عمروؓ بن عاص نے خلیفہ ثانی کے حکم سے اسکندریہ کا بڑا بھاری کتب خانہ جس میں علوم و فنون کی سات لاکھ کتابیں موجود تھیں جلا دیا۔ اور اس طرح دنیا کو زمانہ قدیم کے علوم و فنون سے محروم کردیا۔ یہ قصہ ایک عیسائی مورخ ابوالفرج نے اپنی تاریخ میں یوں لکھا ہے کہ جب عمروؓ بن عاص نے اسکندریہ کو فتح کیا۔ تو پادری جان کے ساتھ جو مذہب عیسوی کا بڑا عالم تھا۔ اکثر فرصت کے وقت گفتگو کیا کرتا تھا۔ اور اس کی گفتگو سے خوش ہوتا تھا۔ جان نے عمروؓ بن عاص کی شفقت اپنے حال پر دیکھکر ایک دن عرض کی۔ کہ شاہی کتب خانہ جس پر عمروؓ نے ابھی تصرف نہ کیا تھا۔ جان کے حوالہ کردیا جائے۔ عمروؓ بن عاص اُس کی عرض قبول کرنے پر مائل تھا۔ مگر اس نے کہا کہ خلیفہ ثانی کے حکم کے بغیر وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ اس پر عمروؓ نے خلیفہ ثانی کو خط لکھا۔ خلیفہ ثانی نے اس کے جواب میں لکھے

لکھ بھیجا۔ کہ اگر یہ یونانی کتابیں کلام مجید کے موافق ہیں تو وہ بلا ضرورت ہیں اور اُن کو محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر وہ کلام مجید کے مخالف ہیں تو ان کو فی الفور ضائع کر دینا چاہئے"۔ ابن عمرو رضؓ بن عاص نے اس حکم کی فی الفور تعمیل کی۔ اور تمام کتابیں اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کر دیں ان کی تعداد اس قدر تھی۔ کہ چار ہزار حمام چھ ماہ تک ان کتابوں سے گرم ہوتے رہے۔

یہ قصہ ہے جس کی بنا پر اہل عرب اور کل اہل اسلام کو غیر مسلم اقوام مورد الزام بناتی ہیں اور ان کو علوم کا دشمن قرار دیتی ہیں۔

جب ابوالفرج کی تاریخ لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئی، تو یورپین مصنفوں نے اسی قصہ پر بڑا طومار باندھا۔ اور اسلام پر سخت حملے کئے۔ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ اسلام جہالت کا مذہب ہے جس کے پیروؤں کو علوم و فنون کی کوئی قدر نہ تھی۔ اور اتنا بیش بہا اور قیمتی خزانہ علوم قدیمہ کا انہوں نے غارت کر دیا۔ اور دنیا کو اس کی روشنی سے ہٹا کر جہالت کے گڑھے میں گرا دیا متعصب عیسائیوں کو جو اسلام کے جانی دشمن تھے۔ یہ ایک بہانہ مل گیا۔ اور جو کچھ اُن کا جی چاہا انہوں نے اسلام

کی مخالفت میں بے تحاشا لکھ دیا۔ وہ اسلام کی تعلیم کو پڑھنے کی مطلق ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ یہہ واقعہ ہی اسلام کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے ان کے نزدیک کافی تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی دیگر غیر مسلم اقوام نے بھی اس واقعہ کو پیش نظر رکھکر اہل اسلام کو بہت کچھ سخت سست کہا۔ اور لطف یہ ہے کہ اس سب وشتم کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

کسی نے اس بات کا خیال نہیں کیا۔ کہ کتابیں جلانے کا حکم اسلام کی تعلیم اور سپرٹ کے موافق تھا یا مخالف۔ اگر یہ حکم اسلام کی سپرٹ اور آنحضرت صلعم کے رویہ کے خلاف تھا۔ تو خلیفہ ثانی اللہ اور رسول صلعم کے احکام کے اس قدر پابند تھے۔ کیونکر ایسا حکم دے سکتے تھے۔ اسلام کی بنا علم یعنی لکھنے پڑھنے پر تھی۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی پر جو پہلے وحی نازل کی۔ وہ یہ تھی "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو لہو کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا۔ قلم کے ذریعہ اور سکھایا آدمی کو ابجد

وحی) جو نہ جانتا تھا"۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہوئے علم لدنی (وحی) اور علم کتابی یا تحریری (قلم) کی فضیلت بیان کی ہے۔ اور اس کو اپنے بندوں پر اپنے فضل اور کرم کی علامت ظاہر کیا ہے۔ علامہ زمخشری نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں تعلیم کیں۔ جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اور یہ اُس کے کرم عظیم اور فضل عمیم کی تصدیق ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں پر ان کو نامعلوم باتیں سکھانے میں کیا۔ وہ اُن کو جہالت اور ظلمت سے نکال کر علم کی روشنی میں لایا۔ اور ان کو تحریری علم کی بیش قیمت برکات اور فیوض سے آگاہ کیا۔ کیونکہ اس تحریری علم میں اس قدر فوائد مرکوز ہیں کہ ان کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ بغیر علم تحریر کے دیگر علوم کی سمجھ آنی مشکل ہے۔ اور انسان کے احاطہ قدرت میں نہیں آ سکتے۔ الہامی نوشتے بھی بغیر اس کے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اگر علم تحریر دنیا میں نہ ہوتا تو امور دین و دنیا میں بڑا خلل واقع ہوتا۔

۵ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کو قرآن یعنی پڑھے ہوئے اقوال۔ اور کتاب یعنی لکھے ہوئے اقوال سے موسوم کیا ہے۔ اور مومنوں کے دلوں پر

کتابت۔ قلم اور تحریر (مَا یَسْطُرُوْنَ) کی فضیلت اور عظمت نقش کالحجر کردی ہے۔

پھر آنحضرت ؐ نے علم کے متعلق اپنے اصحابؓ اور پیروؤں کو یہ تلقین کی ہے:۔

"علم حاصل کرو۔ کیونکہ جو شخص علم کو للّٰہ حاصل کرتا ہے۔ اُس کا وہ عمل صالح ہوتا ہے۔ جو شخص وہ علم مُنہہ سے بولتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی حمد ہوتی ہے۔ جو شخص تحصیل علم میں کوشش کرتا ہے وہ گویا خدا کی عبادت کرتا ہے۔ جو شخص علم حاصل کرکے دوسروں کو سکھاتا ہے وہ گویا خیرات تقسیم کرتا ہے۔ اور جو اس علم کو اس کے مناسب حال پر برتتا ہے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لاتا ہے۔ علم انسان کو حلال وحرام میں تمیز سکھاتا ہے۔ اور بہشت کی راہ اس کے لئے روشن کرتا ہے۔ علم بیابان میں ہمارا معاون ہے۔ تنہائی میں ہمارا رفیق ہے۔ ہجرت میں ہمارا دوست ہے۔ خوشی کی طرف ہمارا رہنما ہے۔ مصیبت میں ہمارا سہارا ہے۔ حلقۂ احباب میں ہمارا زیور ہے۔ دشمنوں کے مقابل ہماری زرہ ہے۔ علم کی بدولت خدا کا بندہ ترقی کے معراج اور اعلیٰ مرتبہ پر پہونچتا ہے۔ شاہان دنیا کا ہم نشین ہوتا ہے۔ اور آخرت میں کامل سرور حاصل کرتا

ہے۔"

آنحضرت صلعم کا اپنے پیروؤں کو یہ حکم تھا۔ کہ علم اگرچہ چین میں بھی ہو تو وہاں جاکر حاصل کرو۔ آپ کا قول ہے کہ "عالم کی سیاہی۔ شہید کے خون سے بھی زیادہ مقدس ہے۔" آپ فرمایا کرتے تھے کہ "جو شخص تلاش علم میں سفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کا راستہ دکھا دیتا ہے۔" آپ کے اقوال ہیں کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔" "ایک ساعت کے لئے علوم و فنون کا وعظ سننا ہزار شہیدوں کے جنازہ پر جانے۔ بلکہ ہزار رات نماز پڑھنے سے افضل ہے۔" "جو طالب علم۔ علم کی تلاش میں نکلتا ہے۔ خدا اس کو بہشت برین میں اعلیٰ مرتبہ بخشے گا۔ اس کا ایک ایک قدم مبارک ہوگا۔ اور ہر سبق کا اس کو اجر ملیگا۔" "متلاشی علم کو آسمان کے فرشتے مبارکباد اور خوش آمدید کہیں گے۔" "عالموں کا کلام سننا اور دوسروں کو علم کے سبق دینا مذہبی ریاضت سے بہتر ہے۔ بلکہ ایک سو غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔" جو شخص علم اور عالم کی قدر کرتا ہے۔ خدا دوسرے جہاں میں اس کی عزت افزائی کرے گا "جو شخص عالم کی عزت کرتا ہے۔ وہ میری عزت کرتا ہے۔"

جب کلام الٰہی میں علم اور قلم کی اس قدر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے اقوال میں علم اور قلم کا اس قدر بلند مرتبہ رکھا گیا ہے۔ تو کس طرح یہ امر قیاس میں آسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے عاشق صادق تھے۔ اور نہائیت خفیف امور میں بھی اتباع سنت کو مقدم رکھتے تھے۔ وہ علوم و فنون کی کتابوں کو جلانے کا حکم دیتے تھے۔ کلام الٰہی اور آنحضرت صلعم کے اقوال سے صحابہؓ ایسے متاثر تھے۔ کہ ان کے روئیں روئیں میں تحصیل علم اور اشاعت علم کا ذوق شوق بھر گیا تھا۔ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ مدینہ منورہ میں۔ علم عروض۔ علم قواعد۔ علم تاریخ اور علم ریاضی پر پر لیکچر دیا کرتے تھے۔ اور اُن کے بعد اہل عرب نے تحصیل علوم میں اس قدر شوق ظاہر کیا۔ کہ جس زبان میں اُن کو کوئی کتاب کسی علم کے متعلق ملی اس کا فی الفور عربی زبان میں ترجمہ کر لیا۔ اور پھر علوم و فنون پر وہ شاندار عمارت کھڑی کی۔ جس کے لئے یورپ بھی اہل عرب کا مرہون منت و احسان ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا حکم اسلام کی

تعلیم اور سپرٹ کے بالکل خلاف تھا۔ اور ایسا حکم خلیفہ عمرؓ کیطرف سے کبھی جاری نہیں ہو سکتا تھا۔

اب ہم اس بارہ میں تاریخی شہادت پیش کرتے ہیں۔

آرتھر گلمن نے اپنی کتاب سارا سینز کے صفحہ ۲۵۴ میں یہ نوٹ لکھا ہے۔ کہ بہت سے مصنفوں نے ابوالفرج کی پیروی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سکندریہ کے فتح کے بعد وہاں کا عظیم کتب خانہ تباہ کیا گیا۔ اور کتابیں چار ہزار حماموں میں جلا دی گئیں۔ کتابوں کی تعداد اس قدر تھی کہ چھ ماہ میں بہ مشکل ختم ہوئیں۔ لیکن اب اس کہانی کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ باوجودیکہ ڈین ملمن اس پر اصرار کرتا ہے۔

سیڈلٹ کی جلد اول صفحہ ۴۳۹ میں لکھا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ کتابیں حمام گرم کرنے میں استعمال کی گئی تھیں۔ حالانکہ اُن دنوں میں پبلک حمام موجود ہی نہ تھے۔ پبلک حماموں کا رواج سالہا سال بعد شروع ہوا۔"

ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ "اس علمی جہاز کی ناقابل تلافی غرقابی کے واقعہ اور اس کے نتائج کا میں صاف انکار کرتا ہوں۔ جسکی بنا صرف ایک مورخ ابوالفرج

کی تنہا رائے پر ہے۔ حالانکہ یوٹی چیس اور الکین دونوں اس واقعہ کے متعلق ساکت ہیں۔"

تاریخ عالم جلد ۸ صفحہ ۱۶۳ میں ابوالفرج کا قصہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ "ہم اپنی طرف سے اس واقعہ اور اس کے نتائج کا صاف انکار کرتے ہیں۔ واقعہ بڑا تعجب خیز ہے۔ پڑھو اور تعجب کرو! ایک اجنبی کی اکیلی رپورٹ جس نے یہ چھ سَو سال بعد میڈیا کے حدود میں بیٹھکر لکھی ہے۔ دو موزخوں کے سکوت سے بالکل باطل ہو جاتی ہے جو اس سے بہت پہلے گذرے ہیں وہ دونوں عیسائی تھے۔ اور دونوں مصر کے باشندے تھے۔ حالانکہ اُن میں سے ایک پادری یوٹی چیس نے جو دوسرے سے بھی پہلے گذرا ہے۔ فتح اسکندریہ کا حال تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ دونوں اس واقعہ کا اشارہ تک نہیں کرتے۔ علاوہ اس کے عمرؓ کا یہ سخت حکم اہل اسلام کے محکم شرعی احکام کے سخت خلاف ہے شرعی احکام میں صاف لکھا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتابیں جو آئین جنگ کے رو سے مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں وہ ہرگز آگ میں جلائی نہ جائیں۔ اور دیگر دنیاوی علوم یعنی تاریخ نظم۔ طبابت یا فلاسفی کی کتابیں جائز طور پر اہل اسلام

کے استعمال میں لائی جاسکتی ہیں"۔

پھر اس کے متعلق فٹ نوٹ میں یہ لکھا ہے کہ یہ کُتبخانہ کچھ تو جولیس سیزر کے زمانہ میں جل گیا اور کچھ اس کے بعد۔ غرض جب عمرو رضؓ نے اسکندریہ کو فتح کیا تو اس سے دو سو پچاس سال پہلے اس کُتب خانہ کا نام ونشان تک باقی نہ تھا اور کسی تاریخ میں اس بات کی شہادت نہیں پائی جاتی۔ کہ اس عرصہ میں اس کی جگہ کسی بادشاہ یا پادری نے کوئی اور کُتب خانہ قایم کردیا تھا۔ ابوالفرج کی کہانی اس قدر زور شور کے ساتھ ہرگز عام طور پر مشہور نہ کی جاتی۔ اگر مشہور کرنیوالوں کی اس میں غرض نہ ہوتی۔ کہ رومیوں کے فاتحوں پر جہالت اور وحشت کا اور دنیا کو تاریکی میں ڈالنے کا الزام لگائیں .. .. .. لیکن اس پر بھی علمن ضد کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ کہ مسلمان مورّخ یعنی عبداللطیف مقریزی اور حاجی خلیفہ ابوالفرج کی کہانی کی تصدیق کرتے ہیں"۔ پروفیسر وان رو ڈولف کریل نے اورینٹل کانفرنس کے اجلاس چہارم منعقدہ ستمبر ۱۸۷۸ء میں کتب خانہ اسکندریہ پر ایک مضمون پڑھا تھا جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ "بوالفرج سُریانی نصرانی تھا۔ وہ تیرھویں صدی میں فتح اسکندریہ سے

چھ سو سال بعد پیدا ہوا۔ پُرانی تاریخوں مثلاً بلاذری وغیرہ میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ باقی فتوحات کا مفصل بیان ہے۔ اہل اسلام مفتوح قوم کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اور کتب خانہ کا جلانا اسلام کی لبرل سپرٹ کے خلاف تھا"۔ عبداللطیف پانچسو سال بعد پیدا ہوا۔ وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ عمارت وہی مقام ہے جہاں ارسطو اور اس کے تلامذہ درس دیا کرتے تھے۔ جس کو سکندر نے شہر کی بنا ڈالنے کے وقت تعمیر کیا تھا۔ اور اس عمارت میں وہ کتب خانہ تھا۔ جس کو عمروؓ بن عاص نے خلیفہ عمرؓ کے حکم سے جلا دیا"۔ ابوالفرج ایک یہودی طبیب ہارون نامی کا بیٹا تھا۔ وہ شہر ملین میں ۱۲۲۶ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ عیسائی ہو گیا تھا۔ اُس نے عیسوی تعلیم پائی تھی۔ نصرانیوں کو خوش کرنے کے لئے وہ ہلاکو شاہ کے دربار میں جایا کرتا تھا۔ اس نے ایک تاریخ سُریانی زبان میں لکھی۔ اس میں اس واقعہ کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ اس کے بعد اس نے عربی زبان میں تاریخ لکھی جس میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور مبالغہ اس قدر کیا ہے کہ ان کتابوں سے چار ہزار حمام چھ ماہ تک گرم

ہوتے رہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ قطب الدین نے لکھا ہے۔ کہ جب ہلاکو شاہ نے بغداد کو فتح کیا۔ تو بغداد کے کتب خانہ کی کتابیں دریائے دجلہ میں ڈال دیں۔ جن کی مقدار اس قدر تھی کہ اُن سے دجلہ میں ایک پُل بنگیا۔ اور سوار اور پیادے اُن کے اوپر سے گذرا کرتے تھے۔ اور اُن کی سیاہی سے دجلہ کا پانی کالا ہوگیا۔ .. .. .. کتب خانہ اسکندریہ کا حوالہ عمروؓ بن عاص کے خط میں جو اس نے خلیفہ عمرؓ کو لکھا تھا مطلق نہیں۔ اور خلیفہ عمرؓ نے عمروؓ بن عاص کے جواب میں جو خط لکھا تھا اس میں کتب خانہ جلانے کا کوئی حکم نہیں۔ اس کتب خانہ کی صحیح تاریخ یہ ہے کہ مسیح سے تین سو برس پہلے بادشاہ بطلیموس نے اس کی بنا ڈالی تھی اس کے بعد اس کے بیٹے نے اس میں اور اضافہ کیا۔ اس بات کی کوئی سند نہیں کہ اس کتب خانہ میں سات لاکھ کتابیں جمع ہوگئی تھیں۔ یہ مدرسہ صرف ایک صدی تک رہا۔ مسیح سے دو سو سال پہلے یورجٹیس ثانی نے تمام پروفیسروں اور طلبا کو اس مدرسہ سے نکال دیا۔ اور کتب خانہ میں زوال آنا شروع ہوگیا۔ سنہ ۴۸ء میں جولیئس سیزر کے

زمانہ میں جب کہ وہ خود سکندریہ میں موجود تھا اس کتب خانہ میں خود بخود آگ لگ گئی۔ اور اس کا بہت سا حصہ جل کر راکھ ہو گیا۔ جو کتابیں بچ رہی تھیں وہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں منتقل کر دی گئیں۔ غرض جب عربوں نے اسکندریہ کو فتح کیا ہے تو اس وقت اس کتب خانہ کا نام و نشان تک باقی نہ تھا۔ **میری رائے میں اہل اسلام پر سکندریہ کا کتب خانہ جلانے کا الزام لگانا بالکل جھوٹ اور سراسر افترا ہے**۔"

اسلام کا دوسرا نام علم اور عرفان ہے اسلام تو آیا ہی اس لئے تھا۔ کہ دنیا کو جہالت اور ظلمت سے نکال کر روشنی اور نور میں لائے اور اسلام نے ایسا کر دکھایا۔ جو لوگ اسلام لائے۔ وہ منوّر ہو گئے۔ اُن کے سینے کھل گئے ظاہر باطن کے خزانے علوم و فنون کے اُن کو حاصل ہو گئے۔ اور انہوں نے دنیا کو اس دینی و دنیاوی دولت سے مالا مال کر دیا۔ ان کا پہلا مرکز اور منبع علوم و فنون کا مدینہ تھا۔ جو

آنحضرت صلعم نے قایم کیا۔ اور جس کو حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ نے بڑی رونق دی۔ عراق۔ عجم۔ شام اور مصر سے طالبعلم آکر فیض اُٹھاتے تھے۔ پھر اس کی تقلید پر بغداد (عراق عربی) قاہرہ (مصر) کارڈوا (ہسپانیہ) میں مشہور دار العلوم قایم ہوئے۔

ایسی علم کی عاشق قوم کو جس نے بنی آدمؑ پر گرانبار احسان کیا۔ یہہ جھوٹا الزام لگاتا۔ کہ انہوں نے علوم قدیمہ کی کتابیں جلادیں۔ بڑا ظلم ہے۔ اہل عرب کے وقت تو اس کتب خانہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور کتب خانہ عیسائی بادشاہوں کے ہاتھ سے تباہ ہو چکا تھا۔ اگر وہ کتب خانہ اہل عرب کے ہاتھ آتا تو معلوم نہیں اس پر کیا نقش و نگار چڑھاتے۔ اور کس قدر مزین اور مرصع کرکے اس کو دنیا کے سامنے پیش کرتے۔

نمبر ۴۴

سلطنت ایران

آجکل ایران اور فارس کا ایک ہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ مگر دراصل فارس موجودہ سلطنت ایران کے ایک حصہ یا جزو کا نام ہے۔ جس کے جنوب میں خلیج فارس۔ مغرب میں خوزستان یا سوسانیہ۔ مشرق میں کرمان اور سیستان۔ اور شمال مغرب میں میڈیا۔ جس کو اہل فارس ایران یا عراق بولتے تھے۔ اور اہل عرب عراق عجمی کہتے ہیں ابتدا میں ایران میں چھوٹی چھوٹی الگ ریاستیں تھیں۔ جو بجائے خود۔ خود مختار بادشاہتیں تھیں ایک تو فارس جسکو پرسیس اور فارستان کہتے ہیں۔ دوسری میڈیا جسکو عراق عجمی کہتے ہیں اور جسکا پایہ تخت شہر ہمدان تھا۔ تیسری پارتھیا جو میڈیا کے مشرق میں ہے۔ اور جسکو آجکل خراسان کہتے ہیں۔ علاوہ اس کے

ابتداء میں باختر یعنے بلخ کا علاقہ بھی ایران میں شامل تھا - جو اہل فارس کا اصلی وطن تھا پھر چھوٹی چھوٹی سلطنتیں یکے بعد دیگرے برسر اقتدار پہونچیں - اور ہر ایک نے بجائے خود ایرانی سلطنت کی بنا ڈال کر ملحقہ ریاستوں کو فتح کیا - اور سلطنت ایران کی حد وسیع کی - جس کا مفصل ذکر مناسب موقعہ پر آئیگا -

ایران کی قدیم تاریخ بھی دیگر اقوام کی طرح داستانوں اور روایات پر منحصر ہے - جس کی تصدیق پرانے کتبے اور یادگاریں بھی کرتی ہیں - اس کے سوائے کسی قوم کی قدیمی تاریخ کا صحیح پتہ لگانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں - ضرور ہے کہ اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی کو بھی دخل ہو - لیکن محقق اس میں سے صحیح تاریخ کا پتہ چلا لیتے ہیں -

اہل فارس کے داستان ناموں کے بموجب ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا - جس کا پایۂ تخت بلخ تھا - اُس نے قرب و جوار کی ریاستوں کو اپنا مطیع بنا لیا - اور پھر ایشیاء کی وحشی اقوام کو مہذب بنانے کی کوشش کی - مگر وحشیوں (دیووں) نے اس کی سخت مزاحمت کی - اس پر اس نے اپنے

بیٹے سیامک کو زبردست فوج کے ساتھ اُن کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ مگر دیووں نے سیامک کو قتل کرکے اس کی فوج کو غارت کردیا اس پر سیامک کا بیٹا جس کا نام ہوشنگ تھا۔ باپ کا بدلہ لینے کے لئے کثیر فوج لیکر دیووں پر حملہ آور ہوا۔ اور بے شمار دیو قتل کرکے باقیوں کو اپنا مطیع کیا۔ اور اس طرح اپنا سینہ ٹھنڈا کرکے وطن میں واپس آگیا۔ کیومرث اس واقعہ کے چند روز بعد مرگیا۔ اور اس کی جگہ ہوشنگ تخت نشین ہوا۔ جو بڑا عالم دانا اور فیاض تھا۔ ہوشنگ کے وقت میں اہل فارس نے اگنی (آتش) کی پرستش شروع کی۔ اور آگ کو ذات الٰہی کا مظہر سمجھنے لگے۔

ہوشنگ کے بعد طہمورث بادشاہ ہوا۔ اور طہمورث کے بعد جمشید تخت نشین ہوا۔

جمشید بادشاہ

اہل فارس جمشید کو بڑا بادشاہ خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جمشید کے وقت میں ایرانی سلطنت بڑی شوکت اور شان کو پہونچی۔ چنانچہ آجتک کسی کی حشمت اور ثروت کی تعریف کرنے میں

جمجاہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جمشید نے ایک جام بھی بنایا تھا۔ جس کو جہان بین کہتے ہیں اور ابتک جام جم مشہور ہے۔ جمشید نے پہلے لوہے کا استعمال شروع کیا۔ اون۔ ریشم۔ اور کپاس سے کپڑے بُننے کا رواج جاری کیا۔ اس نے دیو ون وحشی اقوام کو اینٹ بنانے کے کام پر لگایا۔ اور چٹانوں سے پتھر نکال کر عمارات کے لیے تراشنے شروع کرائے۔ علاوہ اس کے اُس نے خوشبوئیں بنانے۔ مریضوں کو تندرست کرنے اور جہاز بنانے کی ایجادیں کیں۔

جمشید نے اہل فارس کو چار طبقوں میں تقسیم کیا۔

پہلا طبقہ۔ کاہنوں کا۔

دوسرا۔ اہل جنگ کا۔

تیسرا۔ اہل حرفہ کا۔

چوتھا۔ کاشتکاروں کا۔

جمشید نے سال کے شروع میں جشن بھی منعقد کیا جو جشن نوروزی یا جشن جمشیدی بھی کہتے ہیں۔ یہ جشن نئے سال کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک منایا جاتا تھا۔ اور ایران میں ابتک بھی یہ جشن نوروزی منایا جاتا ہے۔

جمشید اپنی طویل حکومت کے ابتدائی

سالوں میں بڑا فیاض۔ نیک دل اور رعایا پرور رہا۔ اور ابنائے وطن کی بہبودی اور بہتری میں بڑا سرگرم رہا۔ مگر جب اس کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ اور اس کی حشمت اور شوکت عروج پر پہنچ گئی۔ تو اُس کا دماغ پھر گیا۔ اور اپنے آپ کو ایک اعلیٰ ہستی سمجھنے لگا۔ اپنی ثروت اور اقتدار پر نازاں ہو کر اُس نے اپنے خالق حقیقی کو فراموش کر دیا۔ اور خیال کرنے لگا کہ جس قدر دولت اور حشمت اس کو حاصل ہوئی ہے وہ سب اس کی اپنی تدبیر اور قابلیت کا نتیجہ ہے۔ اور دنیا میں وہی سب سے اعلیٰ ہے۔ باقی سب ہیچ ہیں۔

فارسی کاہن۔ یہ کلمات تکبر سُن کر سخت گھبرائے۔ اور اندیشہ کرنے لگے۔ کہ اس غرور اور تکبر کی پاداش میں ضرور شاہ جمشید کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ اور قہر الٰہی اس پر نازل ہوگا۔ ساتھ ہی اس کے جمشید نے رعایا کو ستانا اور دکھ دینا شروع کر دیا۔ اور رعایا میں سخت پریشانی پھیل گئی۔ اور رعایا بادشاہ کے حکم سے سر پھیرنے پر آمادہ ہو گئی۔ الٰہی مہر بادشاہ کے سر سے دور ہو گئی۔ اور جمشید کی تباہی کے آثار ہویدا ہونے لگے۔

ایران کے صوبہ میڈیا یعنی عجم کے مغرب میں ایک طاقتور قوم تھی۔ جو لڑائی میں بڑی سخت تھی۔ اس کے سپاہی تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ اور لمبے نیزے لیکر میدان میں نکلتے تھے۔ ان کے بادشاہ کا نام ضحاک تھا (غالباً اس سے مراد اسیریا یعنی کردستان کی سلطنت ہے۔) جس نے شیطان کے اغوا سے اپنے باپ کو قتل کرکے تخت حاصل کیا تھا۔ اہل فارس کے سرکردہ آدمی ضحاک کے پاس گئے۔ اور خواہش کی کہ وہ ایران پر فوج کشی کرکے شاہ جمشید کو شکست دے اور رعایا کو اُس کے ظلم سے نجات دلائے۔

ضحاک

ضحاک نے موقعہ غنیمت سمجھکر فی الفور ایران پر چڑھائی کردی۔ اور شاہ جمشید کو شکست دیکر ایران کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ جمشید شکست کھاکر روپوش ہوگیا۔ مگر چند سال بعد وہ پھر فارس میں واپس آیا۔ تاکہ اہل فارس کو اپنی امداد کے لئے اکساکر اپنا تاج و تخت پھر حاصل کرلے مگر ضحاک کو اطلاع ہوگئی۔ اور جمشید کو گرفتار کراکر آرے سے چرادیا۔

ضحاک شیطان کا بندہ ہو چکا تھا۔ اور اس کے اغوا سے اس نے اپنے نیک دل اور بہادر باپ کو قتل کیا تھا۔ جب اس نے ایران کا تخت حاصل کر لیا تو شیطان ایک غلام کی شکل بدل کر اس کے قریب آیا اور کہا کہ اے عظیم الشان بادشاہ تیرا اقتدار تا قیامت رہے۔ میں تیرا ایک وفادار خدمتگار ہوں۔ اور اپنی جان بھی تجھ پر قربان کرنے پر تیار ہوں۔ میری ایک دلی خواہش ہے اگر آپ منظور فرمادیں۔ تو عرض کروں۔ ضحاک نے اجازت دیدی۔ شیطان نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے کاندھوں کو بوسہ دوں۔ پس یہی میری خواہش ہے۔ ضحاک نے درخواست منظور کر لی۔ اور شیطان کاندھے چوم کر شکریہ ادا کرتا ہوا چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ضحاک کے کاندھوں پر دو سانپ نمودار ہو گئے۔ ضحاک سخت گھبرایا۔ اور اس نے جراح کو بلا کر سانپ کٹوا دیئے۔ مگر وہ پیدا ہو گئے۔ اتنے میں شیطان ایک حکیم کی صورت بن کر آ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بادشاہ سلامت ان سانپوں کو مت کٹواؤ۔ بلکہ ان کو ہر روز ایک ایک انسان کا مغز کھلا دیا کرو گے تو یہ مطلق آپ کی تکلیف کا باعث نہ ہونگے۔

ضحاک شیطان کے اثر میں تو تھا ہی۔ اُس نے یہ تجویز مان لی۔ اور ہر روز دو آدمی سانپوں کی خوراک کے لئے قتل کئے جانے لگے۔ رعایا سخت پریشان ہوئی۔ ایک دن ایک لوہار جس کا نام کاوہ تھا نہائیت جوش خروش میں ضحاک کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے سولہ بیٹوں میں سے پندرہ تو سانپوں کی خوراک کے لئے قتل کئے جا چکے ہیں۔ ایک باقی تھا اس کو بھی آپ کے سپاہی گرفتار کر لائے ہیں۔ یہ کیا ظلم ہے۔ اور کیا اندھیر ہے۔ ضحاک نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کاوہ کے بیٹے کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر کاوہ جوش میں بھرا ہوا چوک میں گیا۔ اور لوگوں کو بغاوت کے لئے بھڑکایا۔ لوگ پہلے سے تیار تھے۔ فوراً بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ کاوہ نے ایک بانس لیکر اس پر اپنی دھوکنی کاٹ کر لگا دی۔ اور اُس کو آزادی کا عَلَم بنایا۔ اور فریدوں کو جو جمشید کا پوتا تھا۔ اور ضحاک کے خوف سے پہاڑ میں مخفی تھا۔ بلایا۔ فریدوں فی الفور اہل وطن کی امداد کو پہونچا۔ اور کثیر لشکر کے ساتھ ضحاک کے محل کا محاصرہ کر کے ضحاک کو گرفتار کیا۔ اور آپ فارس کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ وہ کاوہ کا عَلَم جواہرات سے مزیّن کیا گیا۔ اور

درفش کادیانی کے نام سے فارس کا قومی جھنڈا قرار پایا۔

فریدوں

فریدوں بڑا اولوالعزم اور نیک سیرت بادشاہ تھا۔ اس نے ایران میں امن قائم کرکے رعایا کو خوشحال کیا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ جن کا نام سلم۔ تور اور ایرج تھا۔ فریدوں نے اپنے وزیر کو ممالک غیر میں روانہ کیا۔ تاکہ اُس کے بیٹوں کے لئے کسی بادشاہ کی بیٹیاں تلاش کرے۔ جو صاحب اوصاف ہوں۔ وزیر تلاش کرتا ہوا یمن میں پہونچا اور شاہ یمن کے ہاں اُس نے تین شاہزادیاں دیکھیں جو ہر طرح صاحب اوصاف تھیں۔ اُس نے تحفے شاہ یمن کی خدمت میں پیش کئے۔ اور شاہ فارس کی درخواست عرض کی۔ شاہ یمن نے کہا کہ جب تک میں فارسی شہزادوں کو نہ دیکھ لوں۔ تب تک میں درخواست منظور نہیں کرسکتا۔ وزیر فارس میں واپس آیا اور فریدوں کو کل حال سے اطلاع دیکر۔ تینوں شاہزادوں کو یمن میں لیگیا۔ شاہ یمن نے شاہزادوں کی آزمایش کی اور ان کو امتحان میں پورا پایا۔ اس پر اُس نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ اُنکی شادی

کردی۔ وزیر تینوں شاہزادوں اور شہزادیوں کو ہمراہ لیکر فارس میں واپس آیا۔ اور فریدوں نے بڑی خوشی منائی۔ اور کئی دن تک جشن ہوتے رہے۔

جب فریدوں سالخوردہ ہوا۔ تو اُس نے اپنی سلطنت اپنے بیٹوں میں تقسیم کردی۔ یعنی مغربی علاقہ تو بڑے بیٹے سلم کو دیا۔ اور مشرقی علاقہ تور کو۔ جو اُس کے نام سے توران کہلایا جس کو اب تاتار یا ترکستان کہتے ہیں۔ اور درمیانی علاقہ اپنے بیٹے ایرج کو دیا۔ اور اسی کو اپنے تاج و تخت کا وارث بنایا۔ ان دنوں شاہان فارس کا دارالخلافہ اصفہان تھا۔ جو اصل فارس یعنی پرسیس میں واقعہ ہے۔

سلم اور تور اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ مگر انہوں نے اس بات کا حسد کیا۔ کہ اُن کے باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو تاج و تخت کا وارث قرار دیا ہے۔ انہوں نے فریدوں کو سخت خط لکھا اور فارس پر حملہ کرنے کی دھمکی دی۔ ایرج ان کی دلجوئی کے لئے ان کے پاس گیا۔ مگر اُن حاسدوں نے ایرج کو قتل کر ڈالا فریدوں کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا۔ مگر

وہ خاموش رہا۔

جب ایرج کا بیٹا منوچہر جوان ہوا تو فریدوں نے اس کو فوج دیکر ایرج کا بدلہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ منوچہر نے پہلے تو تور کو شکست دیکر آوارہ و سرگردان کیا۔ اور پھر سلم پر فوج کشی کر کے اس کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ فریدوں اس واقعہ سے تھوڑا عرصہ بعد مر گیا۔ اور اس کی جگہ منوچہر تخت نشین ہوا۔

سام۔ زال۔ رستم

فریدوں کے وقت میں سام بن نریمان بڑا بہادر جرنیل تھا۔ وہ ایران کا قومی پہلوان تھا۔ اور بادشاہ کیطرف سے سیستان کا موروثی حاکم تھا۔ سام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جو بڑا خوبصورت تھا۔ مگر اُس کے بال سفید تھے۔ سام یہ دیکھکر نہایت گھبرایا اور لڑکے کو منحوس سمجھکر کوہ البرز پر چھوڑ آیا۔ مگر ایک سیمرغ نے لڑکے کی حالت پر ترس کھایا اور اس کو اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر اپنے گھونسلے میں لے گیا۔ اور اس کی خوب پرورش کی۔ جب وہ جوان ہوا۔ تو سام کو ایک خواب دکھائی دیا۔ جس پر وہ اپنے

اپنے بیٹے کی تلاش میں نکلا۔ اُس نے البرز پر جاکر اوپر کیطرف دیکھا۔ تو ایک نوجوان کو سیمرغ کے پاس بیٹھے پایا۔ مگر بوجہ بلندی کے وہ اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ اس پر سیمرغ نے نوجوان کو کہا کہ تمہارا باپ تم کو لینے آیا ہے اور وقت آگیا ہے کہ تم ایران میں جاکر نیکنامی اور شہرت حاصل کرو۔ سیمرغ نے اپنا ایک پر نکال کر نوجوان کے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ اگر کبھی تم کو مصیبت پیش آجائے تو اِس پر کو آگ میں جلا دینا۔ میں اُسی وقت تمہاری امداد کو پہونچونگا۔ یہ کہکر سیمرغ نے نوجوان کو اٹھایا اور سام کے پاس آکر اُس کے حوالہ کردیا۔ سام بہت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے کو سیستان میں لایا۔ اور اس کا نام زال زر رکھا گیا۔ اِتنے میں سام کو بادشاہ منوچہر نے شمالی سرحد پر لڑائی کے لئے بھیجدیا۔ اور زال زر سیستان کا گورنر مقرر ہوا۔ زال زر اپنے ہمسایہ حکام کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لئے آس پاس کے امرار کے پاس جانے لگا۔ اور اسی ضمن میں وہ کابل میں پہونچا۔ والئی کابل شاہ منوچہر کے ماتحت تھا۔ زال زر اور حاکم کابل کے درمیان اتحاد بہت بڑھگیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ سام کے واپس آنے پر شاہ منوچہر کی اجازت سے حاکم کابل کی بیٹی کے ساتھ زال زر کی شادی

ہوگئی۔

اس شادی سے زال زر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پیدائش کے وقت زال زر کی بیوی کی حالت سخت نازک ہوگئی۔ اس پر اُس نے سیمرغ کا پَر جلایا۔ سیمرغ فی الفور موجود ہوگیا۔ اور اس کے علاج سے لڑکا آسانی پیدا ہوگیا۔ اور لڑکے کی ماں کی جان بچ گئی۔ اس لڑکے کا نام رستم رکھا گیا۔ اور وہ ایران کا بڑا شجاع اور بہادر پہلوان ثابت ہوا۔ اتبک ایرانی اُس کا نام فخر کے ساتھ لیتے ہیں۔ بلکہ اس کا نام ایک ضرب المثل کے طور پر دنیا میں مشہور ہے۔

افراسیاب

منوچہر کے بعد نوذر تخت نشین ہوا۔ مگر وہ نہایت سنگ دل اور بیرحم تھا۔ رعایا اُس کے ہاتھ سے تنگ آگئی۔ یہ حال دیکھکر افراسیاب پسر پشنگ شاہ توران نے ایران پر حملہ کردیا۔ اور نوذر کو شکست دیکر آپ ایران کے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس پر زال زر سیستان سے بڑی فوج لیکر آیا۔ اور افراسیاب کو شکست دیکر تورانیوں کو فارس سے نکال دیا۔ اور فریدوں کے خاندان سے ایک شاہزادے کو جس کا نام زَو تھا تخت پر بٹھا دیا۔

زو کے بعد گرشاسپ تخت پر بیٹھا۔ مگر اُس کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اور اُس کی وفات پر فارس کے تخت کا کوئی وارث نہ رہا۔ اس پر ایک شہزادے کو جس کا نام کیقباد تھا۔ پہاڑ سے بلا کر تخت نشین کیا گیا۔ کیقباد نہائیت دانا اور قابل بادشاہ تھا۔ مگر وہ جلد مر گیا اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا کیکاؤس تخت نشین ہوا۔ کیکاؤس بڑا تیز مزاج اور ہوسناک تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی ماژندران پر چڑھائی کردی۔ ماژندران کی اقوام جو دیووں کے نام سے مشہور تھیں۔ ایرانی فوج کے مقابل آئیں۔ اور ایسی سختی سے لڑیں کہ انہوں نے ایرانی فوج کو شکست دیکر کیکاؤس کو گرفتار کرلیا۔ رستم جو سیستان میں تھا۔ یہ خبر پاکر بادشاہ کی امداد کو پہونچا۔ اور سات دن میں دشوار گذار راستہ طے کرکے۔ ماژندران میں پہونچ گیا۔ اس راستہ میں اُس کو بڑی رکاوٹیں پیش آئیں مگر وہ سب پر غالب آیا۔ آخری دن اس نے دیو سفید کو قتل کیا۔ اور پھر اہل ماژندران کو شکست دیکر کیکاؤس کو قید سے آزاد کیا۔ کیکاؤس اِس تکلیف کو جلد بھول گیا۔ اور اس نے شاہ ہاماوران (سیریا۔ شام) پر چڑھائی کردی۔ شاہ سیریا نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ مگر مغلوب ہوگیا۔ کیکاؤ

نے اس شرط پر اُس کی جان بخشی کہ وہ اپنی بیٹی کیکاؤس کے نکاح میں دیدے۔ شاہ سیریا نے شرط منظور کر لی۔ مگر جشن کے وقت کیکاؤس اور اُس کے ہمراہی سرداروں کو دغا سے پکڑ کر قید خانہ میں ڈالدیا۔ اور ایرانی فوج کو شکست دیکر ایران پر حملہ کرنے کی تجویز کرنے لگا۔ جب یہ خبر ایران میں پہونچی تو رستم پھر کیکاؤس کو چھڑانے کے لئے فوج لیکر شام کیطرف روانہ ہوا۔ مگر اُس کی غیر حاضری میں افراسیاب نے میدان خالی پاکر پھر ایران پر قبضہ کر لیا۔ رستم نے شاہ ماوران کو مغلوب کرکے کیکاؤس کو قید سے نجات دلوائی۔ اور پھر ایران میں پہونچکر افراسیاب کو ہزیمت دی۔ اور اس طرح کیکاؤس کو از سر نو تخت ایران پر بٹھایا۔

سہراب

رستم کا ایام جوانی میں ایک دفعہ سمنگان کی ریاست میں جو توران کے ماتحت تھی گذر ہوا۔ والئے سمنگان بڑی خاطر داری سے اس کے ساتھ پیش آتا۔ اور اپنی بیٹی کے ساتھ رستم کی شادی کردی۔ رستم چند روز کے بعد سیستان میں واپس آگیا۔ اور اپنی بی بی کو جس کا نام تہمینہ تھا سمنگان میں ہی چھوڑ آیا۔

وقت پر تہمینہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سہراب رکھا گیا۔ تہمینہ نے اس اندیشہ سے کہ کہیں رستم سہراب کو اپنے پاس نہ بلائے۔ رستم کو کو یہ اطلاع بھیجدی۔ کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

سہراب بڑا تنومند تھا اور فن حرب میں پورا ماہر ہوگیا۔ اس کی شہرت افراسیاب کے کان میں پہونچی۔ اس پر افراسیاب نے اس کو فوج کا سپہ سالار بناکر ایران پر حملہ کرنے کے لیۓ روانہ کیا۔ حملہ کی خبر پاکر کیکاؤس نے رستم کو بلا بھیجا اور کثیر لشکر ہمراہ لیکر تورانی فوج کے مقابل ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی اور سہراب نے شجاعت کے جوہر دکھاکر ایرانیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس پر رستم اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اور باپ بیٹے میں بوجہ ناواقفیت کے خوب جنگ ہوئی۔ ایک مرتبہ سہراب نے رستم کو زیر کر لیا۔ مگر رستم چالاکی سے بچ گیا۔

دوسرے دن رستم نے سہراب کو بصد مشکل مغلوب کیا۔ اور زمین پر پچھاڑتے ہی خنجر اس کے سینہ میں رسید کیا۔ سہراب نے زخمی ہوکر کہا کہ اے پہلوان تونے مجھے قتل تو کیا ہے۔ مگر یاد

رکھ۔ کہ میرا باپ ضرور تجھ سے بدلہ لیگا۔ اور تجھکو قتل کریگا۔ رستم نے پوچھا تیرے باپ کا کیا نام ہے؟ سہراب نے کہا میرے باپ کا نام رستم ہے جو ایران کا نامی پہلوان ہے۔ اس پر رستم نے کہا کہ وہ بدبخت رستم تو میں ہی ہوں۔ اور کپڑے پھاڑ کر نوحہ کرنے لگا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ سہراب کا زخم مہلک تھا اور اس کا جانبر ہونا مشکل تھا۔ تھوڑی دیر میں سہراب کا دم ہوا ہوگیا۔ اور اس کی فوج ماتم کرتی ہوئی واپس چلی گئی۔

سیاوش

سیاوش کیکاؤس شاہ کا بیٹا تھا۔ کیکاؤس نے اس کو لشکر دیکر توران پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ توران کی سرحد پر پہونچا تو دو تین لڑائیوں کے بعد افراسیاب نے صلح کا پیغام بھیجا۔ سیاوش چونکہ نیک دل شہزادہ تھا۔ اُس نے صلح منظور کرلی۔ مگر جب کیکاؤس کو خبر ہوئی تو اُس نے سیاوش کو لکھا کہ صلح توڑ کر افراسیاب پر حملہ کرے۔ اور اس کو گرفتار کرکے فارس میں لائے سیاوش کو کیکاؤس کا یہ حکم ناگوار گذرا۔ مگر بدوں اس کی تعمیل کے کیکاؤس کے پاس جانا گویا قید خانہ میں پڑنا تھا۔ اِس لئے اُس نے افراسیاب کو اپنی

مشکل کی اطلاع دی۔افراسیاب نے سیاوش کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے پاس آجاؤ تو میں بڑی عزت اور توقیر کے ساتھ تم کو رکھوں گا۔سیاوش اُس کے پاس چلا گیا۔افراسیاب نے اُس کی بڑی خاطرداری کی اور اپنی بیٹی فرنگیش کے ساتھ اُس کی شادی کرکے اُس کو اپنے ایک علاقہ کا حاکم بنا دیا۔سیاوش کچھ عرصہ عیش وآسائش میں رہا۔مگر افراسیاب کے بھائی نے جس کا نام گرشیوز تھا حسد کیوجہ سے افراسیاب کو سیاوش سے بدگمان کر دیا۔جس پر افراسیاب نے گھبرا کر سیاوش کو قتل کر ڈالا۔افراسیاب نے یہ بھی ارادہ کیا کہ سیاوش کے بیٹے کیخسرو کو جو افراسیاب کا نواسا تھا بھی مار ڈالے مگر افراسیاب کے وزیر پیران کی سفارش پر وہ باز آ گیا پیران نے کیخسرو کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔اور اس کو ایک گدڑیئے کے پاس بھیجدیا۔جہاں وہ گدڑیوں کے بچوں کیطرح پرورش پاتا رہا۔جب سیاوش کے قتل کی اطلاع کیکاؤس کو پہونچی۔تو وہ سخت مضطرب ہوا۔اُس نے اسی وقت رستم کو سیستان سے بُلا بھیجا۔رستم کو بھی سیاوش کی موت کی خبر سُن کر سخت قلق ہوا۔کیونکہ فن حرب میں وہ اس کا شاگرد تھا۔اور رستم اس کو بہت پیار کرتا تھا۔رستم ایک کثیر فوج لیکر افراسیاب کے مقابلہ پر گیا۔اور تورانی لشکر کو شکست پر شکست دیتا ہوا

بلخ تک پہونچ گیا- افراسیاب بھاگ کر چین میں پناہ گزین ہوا- اور رستم توران کا وائسرائے مقرر ہوا- مگر رستم کچھ عرصہ وہاں رہکر سیستان میں واپس آگیا- کیکاؤس نے کیخسرو کی جستجو کی- مگر کچھ پتہ نہ ملا- آخر گیو پہلوان کو اس کی تلاش میں بھیجا گیا- وہ بڑی محنت اور سرگردانی کے بعد کیخسرو کو معہ اس کی ماں کے لے آیا- کیکاؤس کیخسرو کو دیکھکر بہت خوش ہوا- مگر تھوڑے دن کے بعد وہ مرگیا اور اس کی جگہ وہ تخت نشین ہوا-

جب افراسیاب کو اطلاع ملی کہ رستم توران سے واپس چلا گیا ہے- اور کیکاؤس مرگیا ہے تو اس نے شاہ چین سے امداد لیکر توران پر چڑھائی کی تاکہ اپنا ملک دشمنوں سے واپس لے- مگر ادھر سے کیخسرو اور رستم جرار فوج لیکر پہونچا- اور فریقین میں سخت خونریز لڑائی ہوئی- افراسیاب کا وزیر پیران جو بڑا شجاع اور بہادر تھا داد شجاعت دیتا ہوا میدان میں قتل ہوا- گرشیوز بھی مارا گیا- اور افراسیاب کو بھی کیخسرو نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا- اور اس طرح اپنے باپ کا بدلہ لیکر سینہ ٹھنڈا کیا-

کیخسرو

یہاں تک جو واقعات مختصر طور پر بیان ہوئے ہیں وہ

فارسی داستان ناموں میں پائے جاتے ہیں اور یونانیوں یا رومیوں کی تاریخوں میں ان کا حوالہ نہیں دیا۔ مگر اہل فارس کے نزدیک یہ داستان نامے بڑے معتبر ہیں اور وہ اسی کو اپنی صحیح قدیمی تاریخ سمجھتے ہیں لیکن کیخسرو کے عہد کے واقعات یونانی اور رومی تاریخوں میں مفصل پائے جاتے ہیں اور ایرانی تاریخ کی تصدیق کرتے ہیں۔

یونانی تاریخوں میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کیخسرو دراصل کیانی سلطنت کا بانی تھا۔ اور اس کے وقت اہل فارس کو عروج حاصل ہوا۔ اس سے پہلے میڈیا کی سلطنت زیادہ طاقتور تھی۔ اہل میڈیا نے جو اہل فارس کیطرح آریہ نسل کی ایک شاخ تھی۔ اور اس طرح اہل فارس کے بھائی تھے۔ میڈیا میں جو فارس کے شمال مغرب میں ہے۔ مسیح سے قریباً دو ہزار سال پہلے ایک سلطنت قایم کی۔ جس کا دارالحکومت شہر ہمدان تھا۔ طبرستان، آذربائیجان۔ ارمینیا اور ایشیا کو چک کا مشرقی علاقہ سلطنت میڈیا میں شامل تھا۔ انہوں نے اپنے نئے وطن کو ایران کے نام سے موسوم کیا۔ اور اس طرح اپنے خاندانی نام ایرین کو محفوظ رکھا۔ گویا دراصل ایران اس خاص علاقہ کا نام ہے جس کو یونانی تاریخوں میں میڈیا ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن

جب کیخسرو نے ایران (میڈیا) کو فارس میں شامل کر لیا تو فارس یا ایران کا لفظ اس تمام وسیع سلطنت کے لئے بولا جانے لگا۔ جو کیخسرو نے قائم کی تھی۔ اور جس میں توران۔ افغانستان۔ سیستان۔ کرمان۔ فارس۔ خوزستان۔ صوبہ اصفہان یعنی وسطی علاقہ میڈیا۔ آرمینا آذربائیجان۔ بابلستان۔ (عراق عربی) اسیریا (کروستان) وغیرہ شامل تھے۔ اور جس کی حد مشرق کی طرف چین کے ساتھ اور مغرب کیطرف بحیرہ روم کے ساحل تک پہونچ گئی تھی۔

کیخسرو کی سلطنت مسیح سے ۵۵۸ برس پہلے شروع ہوتی ہے اس نے توران سے فراغت حاصل کرکے اور افراسیاب کا خرخشہ ہمیشہ کے لئے مٹا کر میڈیا کی سلطنت کو فتح کیا اور فارس کے ساتھ اس کو ملحق کر لیا۔ آئندہ کے لئے یہ دونوں سلطنتیں ایک ہوگئیں۔ اور تمام آریا نسل کی شاخیں جو ان علاقوں میں آباد تھیں ایک حکومت کے ماتحت آگئیں۔

میڈیا کی سلطنت کے ساتھ ہی ایشیاء کوچک کا مشرقی حصہ بھی کیخسرو کے ماتحت آگیا۔ اور اُس نے مغربی علاقہ کو بھی فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ایشیاء کوچک کے مغربی حصہ پر بحیرہ روم کے ساحل پر

یونانیوں کی بستیاں آباد تھیں۔اور کیخسرو کے وقت کروسس نے جو میڈیا کا بادشاہ تھا ان تمام بستیوں کو اپنے ماتحت ملحق کر لیا۔کروسس بڑا دولتمند اور حریص تھا۔اُس نے جب کیخسرو کی فتوحات کی خبر سنی۔ تو اُس کو اندیشہ پیدا ہوا۔کہ کہیں کیخسرو مغربی ایشیاء کوچک پر بھی حملہ آور نہ ہو۔اس پر اس نے خود ایران پر چڑھائی کرنے کا عزم کیا۔اور ڈلفی کی دیبی (اپالو) سے اپنے ارادے کے متعلق سوال کیا۔یونانیوں نے یہ دیبی بنا رکھی تھی۔اور جب اُن کو کوئی مہم پیش آتی۔ تو وہ وہاں جاکر بڑی نذریں چڑھاتے۔اور اس سے اپنے کام کے متعلق سوال کرتے۔اور جو کچھ وہاں سے جواب ملتا۔اُس پر عمل کرتے۔کروسس نے بہت سا سونا روپا اس دیبی کی نذر کیا۔مگر اُس کو یہ مبہم جواب ملا کہ "کروسس ایران سے جنگ تو ایک بڑی سلطنت تباہ ہو جائیگی"۔جواب تو دونوں سلطنتوں پر حاوی ہو سکتا۔مگر کروسس نے جس کو اپنی دولت و لشکر پر بڑا گھمنڈ اور غرور تھا یہی نتیجہ نکالا کہ غالباً ایران کی سلطنت اُس کے ہاتھ سے تباہ ہوگی۔یہ نتیجہ نکالتے ہی کروسس نے کیخسرو کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔کیخسرو پہلے ہی تیار تھا۔وہ کثیر فوج لیکر مقابل ہوا۔کروسس حریف کو غالب پاکر پیچھے ہٹ گیا۔اور فرعون مصر کو

امداد کی درخواست کی۔ مگر کیخسرو نے اُسے سنبھلنے نہ دیا۔ اور بلائے بے درمان کیطرح اُس کے پیچھے ہو لیا اور سرحد پر اس کو جا لیا۔ کروسس نے فاش شکست کھائی۔ اور میدان چھوڑ کر اپنے دار الخلافہ سار دیس میں محصور ہو گیا۔ کیخسرو نے محاصرہ کر کے ۱۴ دن میں سار دیس کو فتح کر لیا۔ اور شہر کو آگ لگا کر کروسس کو گرفتار کر لیا۔ مگر کروسس کے ساتھ کیخسرو نے نیک سلوک کیا۔ اور اس کی جان بخش دی۔ اسطرح ایشیا کوچک کا تمام علاقہ سلطنت فارس میں شامل ہو گیا۔ اور یورپین اور ایشیائی تہذیب کا باہم میل جول شروع ہو گیا۔ کیونکہ ایشیا کوچک کے مغربی ساحل پر یونانی بستیوں اور یونانی حکومت کی وجہ سے یوروپین تہذیب پھیلی ہوئی تھی۔

اودھر سے فراغت حاصل کر کے کیخسرو نے بابل کی سلطنت فتح کرنے کا عزم کیا۔ بابل کی سلطنت اُس وقت زور پر تھی۔ شاہ بابل نے اسیریا کی مقتدر سلطنت کو تباہ کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ بابل کی سلطنت دریائے فرات کے زیرین حصّہ میں عرب کے شمال مشرق میں واقع تھی۔ اس کا دار الخلافہ مشہور شہر بابل تھا۔ جو اُس وقت دریائے فرات کے ہر دو کناروں پر ستر ستر میل مربع میں

پھیلا ہوا تھا۔ اور دریا شہر کے بیچ میں سے ہو کر گذرتا تھا۔ اور اس شہر میں بکثرت عالیشان محل اور مندر تھے۔ جن میں سب سے بڑا مشہور مندر بعل دیوتا کا تھا۔ جو دُنیا کے نہائت عجائبات میں سے ایک سمجھا جاتا تھا۔ اس مندر کے آٹھ بُرج ایک دوسرے کے اوپر بنائے گئے تھے۔ گویا آٹھ منزل کا مندر تھا۔ آٹھویں یعنی چوٹی کے بُرج میں دیوتا کی مُورت تھی۔ جو خالص سونے کی تھی اور بُرج بھی سونے کا بنا ہوا تھا۔

کیخسرو نے کثیر فوج جمع کرکے بابل پر چڑھائی کی۔ اور سیلاب کیطرح بڑھتا ہوا بابل کے قریب پہونچ گیا۔ بابل کا بادشاہ اس وقت بلشفر تھا۔ وہ قلعہ بند ہو گیا۔ شہر کی فصیلیں اس قدر مضبوط تھیں۔ اور شہر میں رسد کا سامان اس کثرت کے ساتھ تھا کہ کیخسرو برابر دو سال تک بابل کا محاصرہ کرتا رہا۔ مگر شہر فتح نہ ہوا۔ اور اس کی ہر ایک کوشش ناکام ہوئی۔ اب کیخسرو کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ یا تو کسی ترکیب سے بابل کو فتح کرے اور یا محاصرہ چھوڑ کر ناکام واپس جائے۔ آخر اس نے یہ تجویز کی کہ کسی طرح دریا کو خشک کرکے دریا کے راستہ شہر میں دخل کیا جائے۔

بابل کے بادشاہ بنوکد نضر نے دریائے فرات سے ایک نہر نکال کر بابل کے قریب ایک جھیل بنائی تھی جسمیں فرات کا پانی جمع کرکے نہر کا مونہہ بند کر دیا گیا تھا۔ کیخسرو نے یہ تجویز کی کہ فرات میں ایک بند بناکر نہر کا مُنہہ کھول دیا جائے۔ تاکہ پانی جھیل کیطرف چلا جائے۔ اور دریا خشک ہونے پر ایرانی فوج شہر میں داخل ہو جائے۔ مگر یہ تدبیر صرف اس طرح کارگر ہو سکتی تھی۔ کہ اہل بابل کو اس کا علم تک نہ ہو۔ چنانچہ بابل میں ایک سالانہ تیوہار آیا۔ جس دن تمام زن و مرد امیر سے لیکر غریب تک اور بادشاہ سے لیکر سپاہی تک عیش منایا کرتے تھے اور رات کو بھی عیش و عشرت میں مشغول رہتے تھے اہل بابل کو دشمن کیطرف سے تو پورا اطمینان تھا اس لئے جب وہ دن آیا تو سب عیش میں لگ گئے کیخسرو نے رات کے وقت اپنی کثیر فوج کا ایک حصّہ فرات میں بند باندھنے اور نہر کا مُنہہ کھولنے پر لگایا۔ اور نصف حصّہ کو شہر پر دھاوا کرنے کے لئے تیار کر رکھا۔ فوج اس کثرت سے تھی کہ نصف شب کے قریب بند تیار ہو گیا۔ اور فرات کا رُخ بدل دیا گیا۔ اس وقت کیخسرو نے زرہ پوش مسلح سپاہیوں کو خشک دریا میں چلنے کا حکم دیا اور صبح نہ ہوئی تھی

گوبری کرمعه فوج شہر میں داخل ہوگیا- مزاحمت کے لئے تیار نہ تھا- ایرانی فوج نے داخل ہوتے ہی قتل عام شروع کردیا- اور کیخسرو چیدہ سپاہی لیکر شاہی محل کیطرف بڑھا- شاہ بابل اس وقت مستی کے عالم میں رقص وسرود کی محفل میں سرگرم تھا- کہ کیخسرو محافظوں کو قتل کر کے شاہی کمرہ میں پہونچا- اور بلشفر کو قتل کرکے اس کی بیگموں اور خواصوں کو گرفتار کرلیا- یہ واقعہ ۵۳۸ھ قبل مسیح کا ہے اس کو تورات کی کتاب دانیال باب ۵ میں یوں بیان کیا گیا ہے-

"بلشفر بادشاہ نے اپنے ایک ہزار امیروں کی مہمانی بڑی دھوم سے کی- اور ان ہزاروں کے آگے مئے نوشی کی- بلشفر نے جب مئے چکھ لیا- حکم کیا- کہ سونے اور چاندی کے ظروف جنہیں بنوکد نفر اس کا باپ یروسلم کی ہیکل سے نکال لایا تھا- لے آدیں تاکہ بادشاہ اور اس کے امرا اُسکی جورواں اور صورتیں ان میں مئے پئیں- تب سونے کے ظروف کو جو ہیکل سے یعنی خدا کے گھر سے جو یروسلم میں ہے نکالے گئے تھے لائے اور بادشاہ اور امرا اور اس کی جورواں اور اس کی صورتیں ان میں مے پینے لگیں- اُنھوں نے مئے پی اور سونے اور چاندی اور پیتل اور لوہے اور لکڑی اور پتھر کے معبودوں کی ستائیش کی-

اسی گھڑی میں کسی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہوئیں۔ اور اُنھوں نے شمعدان کے مقابل بادشاہی محل کی دیوار کے گچ پر لکھا اور بادشاہ نے ہاتھ کا وہ سرا جو لکھتا تھا دیکھا۔ تب بادشاہ کا چہرہ متغیر ہوا۔ اور اس کے اندیشوں نے اُسے گھبرا دیا۔ یہاں تک کہ اُس کی کمر کی جوڑ ڈھیلی ہو گئی۔ اور اس کے گھٹنے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ بادشاہ نے بڑی آواز سے چلّا کر فرمایا کہ نجومیوں اور کسدیوں اور فال گیروں کو حاضر کریں بادشاہ نے بابل۔ کے حکما کو یہ کہکر فرمایا۔ کہ جو کوئی اس لکھے کو پڑھے۔ اور اس کا مضمون مجھ سے بیان کرے۔ سو ارغوانی خلعت پاویگا۔ اور اس کی گردن میں سونے کی زنجیر ڈالی جائے گی۔ اور وہ مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہوگا۔ تب بادشاہ کے ساری حکما حاضر ہوئے۔ پر اس لکھے کو پڑھ نہ سکے۔ اور نہ بادشاہ کو اس کا مضمون ظاہر کر سکے۔ تب بلشضر بہت گھبرایا۔ اور اس کا چہرہ مبدل ہوا۔ اور اس کے امرا سراسیمہ ہوئے۔

(30)

تب بادشاہ کی ملکہ نے کہا.......... کہ دانیال بلایا جائے۔ کہ وہ اس کے معنی تجھے بتاویگا تب دانیال بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا.......
...... دانیال نے کہا کہ نوشتہ جو لکھا گیا

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے

بیرسٹرایٹ لا لاہور

میرے نزدیک یہ رسالہ نہایت مفید ہے اور ہر مسلمان کو اس کا پڑھنا ضروری ہے عام مسلمانوں میں اخلاق حسنہ پیدا کرنے کیلئے اس سے اچھا ذریعہ اور کوئی نہیں ہے کہ اس قسم کے تاریخی رسالے شائع کئے جائیں جن سے انکو اسلاف کے حالات معلوم ہوں اور انکی طرز عمل کا اثر ان پر پڑے قوم کی بیداری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انکو اپنی تاریخ سے کہاں تک **دلچسپی** ہے آپکے رسالہ کی **اشاعت** سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ مسلمان کہاں تک اپنے اسلاف کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

حالات موجودہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر ایک قسم کی **قومی بیداری** پیدا ہوگئی ہے اور تاریخی مضامین کو نہایت توجہ سے سنا جاتا ہے اسواسطے میں سمجھتا ہوں کہ آپکا رسالہ **برمحل** نکلا ہے اور ہماری ضروریات موجودہ کا کفیل ہوگا خود مجھ پر جو اثر اس رسالہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے اس کا اظہار میں اس سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ بسا اوقات دوران مطالعہ میں چشم پر آب ہو جاتا ہوں اور اس کا اثر میرے دل پر کئی دن تک رہتا ہے خدا کرے کوئی مسلمان گھر اس رسالہ سے خالی نہ رہے۔

خان احمد حسین خانصاحب

بی اے ایم آر اے ایس منصف

میں نے آپکی تالیف کردہ تاریخ اسلام کے ہر سہ حصص الف سے ج تک پڑھے واقعی نہایت دلچسپ اور روح افزا ہیں اس سلسلہ کی اسلامی دنیا

شیخ عبدالقادر صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا لاہور ایڈیٹر رسالہ مخزن لاہور

منشی غلام قادر صاحب فصیح نے جو پنجاب کی اخباری دنیا میں مشہور آدمی ہیں تاریخ اسلام کے دلچسپ واقعات مسلسل طور پر شائع کرنے سے ایک نہایت **مفید** اور قابل قدر کام کیا ہے واقعات مستند احتیاط کیساتھ درج کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے اور زبان عام فہم اور سلیس اردو ہے جو ضرور مقبول ہوگی۔ ہر باب بجائے خود مکمل اور دلکش ہے اور ایسا ہے کہ اس سے مبتدی اور منتہی دونوں محظوظ ہو سکتے ہیں تاریخ اسلام کے متعلق ایسی عام پسند کتاب شاید اس سے پہلے **اردو** میں تیار نہیں ہوئی۔

ایڈیٹر صاحب الحکم قادیان

مسلمانوں میں قومی اور عملی جذبہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی تاریخ سے واقف ہوں فصیح صاحب نے نہایت سلیس اور عام فہم طریق پر ان رسالوں کو ترتیب دیا ہے اور تاریخ اسلام کو ایسے طور پر پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ تاریخ ایک خشک مضمون سمجھا گیا ہے۔ مگر کوئی شخص ان رسالوں کو شروع کر کے ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا میری رائے میں یہ رسالے اسلامی مدارس میں داخل نصاب ہونے چاہئیں۔ اور اسلامی انجمنوں کو کثرت کے ساتھ انہیں پھیلانے میں مدد دینی چاہئے۔ میرے خیال میں ہر مسلمان کا قومی فرض ہے کہ وہ ان رسالوں کو پڑھے۔ اور